اِتحافُ سُبُلِ النَّجاۃ بِضیاءِ الصَّدَقات

المعروف بہ

ضیائے صَدَقات

پیشکش: مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)

شعبۂ اصلاحی کتب

SC1286

صدقات کے فضائل ومسائل پر مشتمل مَدَنی گلدستہ

ضیائے صدقات

مؤلف

ابوضیاء العطاری

پیش کش

مجلس المدینة العلمیة (دعوتِ اسلامی)

(شعبۂ اصلاحی کتب)

ناشر

مکتبة المدینہ باب المدینہ کراچی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ط

نام کتاب : ضیائے صدقات

پیش کش : شعبۂ اصلاحی کتب (مجلس المدینۃ العلمیۃ)

سن طباعت : 26 جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ، یکم جولائی 2008ء

قیمت :

ناشر : مکتبۃ المدینہ باب المدینہ (کراچی)

تصدیق نامہ

حوالہ نمبر: ۱۰۱

الحمد للّٰہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سید المرسلین وعلی الہ واصحا بہ اجمعین

تصدیق کی جاتی ہے کہ کتاب

''ضیائے صدقات''

(مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) پر مجلسِ تفتیشِ کتب ورسائل کی جانب سے نظر ثانی کی کوشش کی گئی ہے۔ مجلس نے اسے عقائد، کفریہ عبارات، اخلاقیات، فقہی مسائل اور عربی عبارات وغیرہ کے حوالے سے مقدور بھر ملاحظہ کرلیا ہے، البتہ کمپوزنگ یا کتابت کی غلطیوں کا ذمہ مجلس پر نہیں۔

مجلس

تفتیش کتب ورسائل (دعوت اسلامی)

09 - 05 - 05

E.mail:ilmia26@yahoo.com

www.dawateislami.net Ph:4921389-90-91 Ext:1268

شرفِ انتساب

دنیائے اسلام کی اُن دو عظیم ہستیوں کے نام جنہوں نے امتِ مسلمہ
کو گناہوں کی دلدل سے نکالنے میں اپنا تاریخی کردار ادا کیا یعنی
اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِ سنت، مجدد دین وملت، پروانۂ شمع رسالت،
عاشق ماہ نبوت حضرت علامہ مولانا الحافظ القاری الشاہ

امام احمد رضا خان

عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْمَنَّان

اور

عاشقِ اعلیٰ حضرت، شَیخِ طریقت، امیرِ اہلِ سنت، بانیٔ دعوتِ
اسلامی حضرت علامہ مولانا

ابو بلال محمد الیاس عطاؔر قادری

دَامَتْ بَرَکَاتُهُمُ الْعَالِیَة

اجمالی فہرست

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

”صدقہ بُری موت کو دُور کرتا ہے“ کے اکیس حُروف کی نسبت سے اس کتاب کو پڑھنے کی ”21 نیّتیں“

(از: شیخِ طریقت، امیرِ اہلِ سنت حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ)

فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم: ”اچھی نیّت بندے کو جنّت میں داخل کر دیتی ہے۔“

(الجامع الصغیر، ص۵۵۷، الحدیث ۹۳۲۶، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

دو مَدَنی پھول: ﴿1﴾ بغیر اچّھی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔
﴿2﴾ جتنی اچّھی نیّتیں زِیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ۔

﴿1﴾ ہر بار حَمد و ﴿2﴾ صلوٰۃ اور ﴿3﴾ تعوُّذ و ﴿4﴾ تَسمِیہ سے آغاز کروں گا (اسی صَفْحہ پر اُوپر دی ہوئی دو عَرَبی عبارات پڑھ لینے سے چاروں نیّتوں پر عمل ہو جائے گا) ﴿5﴾ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کیلئے اس کتاب کا اوّل تا آخر مطالَعہ کروں گا ﴿6﴾ حتَّی الامکان اِس کا باوُضو اور ﴿7﴾ قبلہ رُو مُطالَعہ کروں گا ﴿8﴾ قرآنی آیات اور ﴿9﴾ اَحادیثِ مبارَکہ کی زِیارت کروں گا ﴿10﴾ جہاں جہاں ”**اللہ**“ کا نام پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ اور ﴿11﴾ جہاں جہاں ”سرکار“ کا اِسمِ مبارَک آئے گا وہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پڑھوں گا ﴿12﴾ (اپنے ذاتی نسخے پر) ”یادداشت“ والے صَفْحہ پر ضَروری نِکات لکھوں گا ﴿13﴾ (اپنے ذاتی نسخے پر) عِندَ الضَّرورت (یعنی ضرورتاً) خاص خاص مقامات پر انڈر لائن کروں گا ﴿14﴾ کتاب مکمَّل پڑھنے کے لیے بہ نیَّت حُصولِ عِلمِ دین روزانہ کم از کم چار صفحات پڑھ کر عِلمِ دین حاصل

کرنے کے ثواب کا حقدار بنوں گا ﴿15﴾ دوسروں کو یہ کتاب پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا ﴿16﴾ اس حدیثِ پاک " تَهَادَوْا تَحَابُّوْا " ایک دوسرے کو تحفہ دو آپس میں محبت بڑھے گی" (مؤطا امام مالک، ج ۲، ص ۴۰۷، رقم: ۱۷۳۱، دارالمعرفة بیروت) پر عمل کی نیت سے (ایک یا حسبِ توفیق تعداد میں) یہ کتابیں خرید کر دوسروں کو تحفۃً دوں گا ﴿17﴾ جن کو دوں گا حَتَّی الامکان انہیں یہ ہدف بھی دوں گا کہ آپ اتنے (مثلاً 63) دن کے اندر اندر مکمّل پڑھ لیجیے ﴿18﴾ اس کتاب کے مطالعے کا ساری اُمّت کو ایصالِ ثواب کروں گا ﴿19﴾ جو مسئلہ سمجھ میں نہیں آئے گا اس کے لیے آیتِ کریمہ: " فَسْــٴَـلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ " ترجمۂ کنزالایمان: " تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔" (پ ۱۴، النحل: ۴۳) پر عمل کرتے ہوئے عُلَماء سے رُجوع کروں گا ﴿20﴾ ہر سال ایک بار یہ کتاب پوری پڑھا کروں گا ﴿21﴾ کتابت وغیرہ میں شَرْعی غلطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مُطّلع کروں گا۔ (ناشرین ومصنّف وغیرہ کو کتابوں کی اَغلاط صِرْف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)

اچھی اچھی **نیّتوں** سے متعلق رہنمائی کیلئے، **امیرِ اہلسنّت** دامت برکاتہم العالیہ کا سنّتوں بھرا بیان **"نیّت کا پھل"** اور نیتوں سے متعلق آپ کے مُرتّب کردہ **کارڈز** اور **پمفلٹ** **"مکتبۃ المدینہ"** کی کسی بھی شاخ سے ہدیۃً طلب فرمائیے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

المدينة العلمية

از: شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ

مولانا ابو بلال **محمد الیاس عطّار** قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ

الحمد لله علی اِحْسَانِهٖ وَ بِفَضْلِ رَسُوْلِهٖ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک **''دعوتِ اسلامی''** نیکی کی دعوت، اِحیائے سنّت اور اشاعتِ علمِ شریعت کو دنیا بھر میں عام کرنے کا عزمِ مُصمّم رکھتی ہے، اِن تمام اُمور کو بحسن وخوبی سرانجام دینے کے لئے متعدّد مجالس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جن میں سے ایک مجلس **''المدینۃ العلمیۃ''** بھی ہے جو **''دعوتِ اسلامی''** کے عُلماء و مُفتیانِ کرام کَثَّرَهُمُ اللّٰهُ تعالی پر مشتمل ہے، جس نے خالص علمی، تحقیقی اور اشاعتی کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اس کے مندرجہ ذیل چھ شعبے ہیں:

﴿1﴾ شعبۂ کُتُبِ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ ﴿2﴾ شعبۂ درسی کُتُب

﴿3﴾ شعبۂ اصلاحی کُتُب ﴿4﴾ شعبۂ تفتیشِ کُتُب

﴿5﴾ شعبۂ تخریج ﴿6﴾ شعبۂ تراجمِ کتب

''**المدینۃ العلمیۃ**'' کی اوّلین ترجیح سرکارِ اعلیٰحضرت اِمامِ اَہلسنّت،

عظیم البرکت، عظیم المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجدِّدِ دین وملّت، حامیٔ سنّت، ماحیٔ بدعت، عالِمِ شَرِیْعت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیْر وبَرَکت، حضرتِ علّامہ مولٰینا الحاج الحافِظ القاری الشّاہ امام اَحمد رَضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کی گِراں مایہ تصانیف کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابِق حتَّی الْوُسعَ سَہْل اُسلُوب میں پیش کرنا ہے۔ تمام اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں اِس عِلمی، تحقیقی اور اشاعتی مدنی کام میں ہر ممکن تعاون فرمائیں اور مجلس کی طرف سے شائع ہونے والی کُتُب کا خود بھی مطالعہ فرمائیں اور دوسروں کو بھی اِس کی ترغیب دلائیں۔

اللہ عزوجل ''دعوتِ اسلامی'' کی تمام مجالس بشُمُول ''**المدینۃ العلمیۃ**'' کو دن گیارہویں اور رات بارہویں ترقّی عطا فرمائے اور ہمارے ہر عملِ خیر کو زیورِ اخلاص سے آراستہ فرماکر دونوں جہاں کی بھلائی کا سبب بنائے۔ ہمیں زیرِ گنبدِ خضرا شہادت، جنّت البقیع میں مدفن اور جنّت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم

رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

پیش لفظ

راہ خدا عزوجل میں خرچ کرنا بہت بڑی سعادت ہے۔ جا بجا قرآن پاک میں اس کی ترغیب اور فضائل موجود ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْۢبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ ؕ وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (پ۳، البقرۃ:۲۶۱)

ترجمہ کنزالایمان: ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی طرح جس نے اوگائیں سات بالیں ہر بال میں سو دانے اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جسکے لیے چاہے اور اللہ وسعت والا اور علم والا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ عزوجل نے خرچ کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے یہ خرچ کرنا تمام ابواب خیر کو شامل ہے عام ازیں کہ صدقہ واجبہ سے ہو یا نفلی صدقات سے۔ (خزائن العرفان ماخوذاً) مزید ارشاد عالیشان ہے کہ

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّ لَآ اَذًی ۙ لَّھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾ (پ۳، البقرۃ: ۲۶۲)

ترجمہ کنزالایمان: وہ جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر دیے پیچھے نہ احسان رکھیں نہ تکلیف دیں ان کا نیگ (ثواب) ان کے رب کے پاس ہے اور انہیں نہ کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم۔

اس آیت مبارکہ میں بھی خرچ کرنے والوں کو ثواب کے حصول اور خوف وحزن

کے دور ہونے کی بشارت دی جبکہ لینے والے پر احسان نہ جتلائے کہ تم مجبور، مفلس ونادار تھے ہم نے تمہاری اعانت نہ کی ہوتی تو کس حال میں ہوتے وغیرہ۔ (خزائن العرفان ماخوذاً)

لہٰذا صدقہ کرنے والے کو چاہیے کہ اللہ عزوجل کی رضا اور آخرت میں ثواب کے حصول کے لیے خرچ کرے نہ کہ احسان جتلانے، اس کے عوض میں اس سے خدمت لینے اور اپنے کام نکلوانے کے لیے۔

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ، صاحبِ معطر پسینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنے ارشاداتِ عالیہ میں صدقہ کے فضائل بیان فرمائے اور موقع بموقع مسلمانوں کو ترغیب دلائی کہ وہ ہر حال میں صدقہ ادا کرتے رہیں چنانچہ کچھ احادیثِ مبارکہ نقل کی جاتی ہیں جن سے صدقات کے فضائل واہمیت کے بارے میں بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

﴿۱﴾ بیشک صدقہ رب عزوجل کے غضب کو بجھاتا اور بُری موت کو دفع کرتا ہے۔ (سنن الترمذي، ج ۲، ص ۱۴۶، الحديث ۶۶۴) ﴿۲﴾ صدقہ بُرائی کے ستّر دروازے بند کرتا ہے۔ (فردوس الاخبار، ج ۲، ص ۳۵، الحديث ۳۶۵۱) ﴿۳﴾ صدقہ گناہ کو مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ (سنن الترمذي، ج ۲، ص ۱۱۸، الحديث ۶۱۴) ﴿۴﴾ بے شک مسلمان کا صدقہ عمر کو بڑھاتا ہے اور بُری موت کو روکتا ہے۔ (فردوس الاخبار، ج ۲، ص ۳۵، الحديث ۳۵۷۸) ﴿۵﴾ اللہ عزوجل کے ساتھ، اس کی یاد اور خفیہ وظاہر صدقہ کی کثرت سے اپنی نسبت درست کرو، تو تم روزی اور مدد دیئے جاؤ گے اور تمہاری بگڑیاں سنور جائیں گی (سنن ابن ماجه، ج ۲، ص ۵، الحديث ۱۰۸۱) ﴿۶﴾ صدقہ ستّر قسم کی بلاؤں

کو روکتا ہے جن میں آسمان تر بلا، بدن بگڑنا اور سفید داغ ہیں (تاريخ البغداد، ج۸، ص ۲۰۴) ﴿۷﴾ دوزخ سے بچو اگرچہ آدھا چھوہارا دے کر کہ وہ ٹیڑھے پن کو سیدھا اور بُری موت کو دور کرتا ہے۔ (مسند أبي يعلى، ج ۱، ص ۵۷، الحديث ۸۰) ﴿۸﴾ صبح کے صدقے آفات کو دور کر دیتے ہیں۔ (فردوس الاخبار، الحديث ۳۶۵۳، ج ۲، ص ۳۵)

﴿۹﴾ بے شک صدقہ اور صلہ رحم، ان دونوں سے اللہ تعالیٰ عمر بڑھاتا ہے اور بُری موت کو دفع کرتا ہے اور مکروہ اور اندیشہ کو دُور کرتا ہے۔ (مسند أبي يعلى، ج ۳، ص ۳۹۸، الحديث ۴۰۹۰) ﴿۱۰﴾ صبح سویرے صدقہ دو کہ بلا صدقہ سے آگے قدم نہیں بڑھاتی۔ (المعجم الأوسط، ج ۴، ص ۱۸۰، الحديث ۵۶۴۳) ﴿۱۱﴾ بھلائیوں کے کام بُری موتوں سے بچاتے ہیں اور پوشیدہ خیرات رب کا غضب بجھاتی ہے اور رشتہ داروں سے اچھا سلوک عمر میں برکت ہے اور ہر نیکی صدقہ ہے اور دنیا میں احسان والے، وہی آخرت میں احسان پائیں گے اور دنیا میں بدی والے وہی آخرت میں بدی دیکھیں گے اور سب میں پہلے جو جنت میں جائیں گے وہ نیک برتاؤ والے ہیں۔ (المعجم الأوسط، ج ۴، ص ۳۱۱، الحديث ۶۰۸۶)

صدقات کے فضائل و مسائل پر مشتمل کتاب ''ضیائے صدقات'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں نیز بزرگانِ دین کی سیرت کے پس منظر میں اس کتاب میں صدقات کی اہمیت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور صدقات واجبہ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ نفلی صدقات دینے کی بھی ترغیب دلائی گئی ہے۔ لہٰذا اس کتاب کا مطالعہ کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی پڑھنے کی ترغیب دلایئے اور ڈھیروں ثواب کمایئے۔

تبلیغِ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک ''دعوتِ اسلامی'' کی مجلس ''المدينة العلمية'' نے صدقات کے موضوع کی اہمیت کے پیش نظر اس کتاب کا انتخاب کیا اور اسے شائع کرنے کا ارادہ کیا۔ اور مدنی علماء دام فیوضھم نے ذیل میں درج امور پر کام کرنے کی کوشش کی۔

☆ کمپیوٹر کمپوزنگ جس میں علامات ترقیم کا خیال رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

☆ مکرر پروف ریڈنگ تاکہ اغلاط کا امکان کم سے کم ہو۔

☆ احادیث وروایات، مسائل فقہیہ اور واقعات کی حتی المقدور تخریج کردی گئی ہے۔

☆ آیات قرآنیہ کا ترجمہ کنز الایمان سے لکھا گیا ہے۔

☆ ماخذ ومراجع کی فہرست مصنفین ومؤلفین کے ناموں، ان کے سن وفات اور مطابع کے ساتھ ذکر کردی گئی ہے۔

بارگاہِ ربِ قدیر عزوجل میں التجاء ہے کہ مجلس ''المدينة العلمية'' کے علمائے کرام دام فیوضھم کی ان کوششوں کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور انہیں دین ودنیا کی برکتوں سے مالا مال فرمائے۔ امین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

شعبۂ اصلاحی کتب

مجلس المدينة العلمية

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالیٰ کا کروڑ ہا کروڑ احسان کہ اُس نے ہمیں انسان بنایا بالخصوص ہمیں دولتِ ایمان سے سرفراز اور دامنِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم عطا فرمایا۔ درحقیقت تخلیق جن وانس کا مقصد خالق بحروبر، مالکِ خشک وتر، رب العالمین عزوجل نے قرآن مجید میں اپنی عبادت فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ (پ۲۷، الذّٰریٰت:۵۶)

ترجمہ کنزالایمان: اور میں نے جن اور آدمی اتنے ہی لئے بنائے کہ میری بندگی کریں۔

عبادت میں ہر وہ عمل شامل ہے جو اللہ عزوجل کی رِضا وخوشنودی کے حصول کے لئے کیا جائے۔ بعض عبادات فرض یا واجب ہوتی ہیں، جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، ان عبادات کے ترک پر عذابِ نار اور ناراضگیٔ ربِّ قہّار کی وعیدیں ہیں۔ نیز بعض عبادات نفل ومستحب ہوتی ہیں، جیسے نفل نماز، نفلی روزہ، نفلی صدقات، تلاوتِ قرآن مجید، محافلِ ذکر ونعت کا انعقاد، نعت شریف پڑھنا وسننا، مدرسے چلانا، ایصالِ ثواب کے لئے کھانا کھلانا، لنگرِ رسائل کرنا وغیرہا۔ مگر تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ مثلاً کھانا کھانا ایک مباح عمل ہے لیکن اگر عبادت پر قوت کے حصول کی نیت سے کھایا جائے تو اب یہ عمل عبادت ہے اسی طرح بعض اوقات دکھاوے کی نیّت سے پڑھی گئی نماز انسان کے گنہگار ہونے کا سبب بن جاتی ہے۔ حالانکہ کھانا کھانے کے عمل کو نیکی نہیں سمجھا جاتا جبکہ نماز پڑھنا نیکی جانا جاتا ہے۔ دراصل اعمال کی جزاوسزا کی بنیاد اِخلاص

وحُسنِ نیّت پر منحصر ہے۔ بخاری شریف کی پہلی حدیث مبارکہ ہے، اللہ کے محبوب دانائے غُیُوب مُنَزَّہٌ عن العیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان عالی شان ہے،

"إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَّا نَوىٰ" (الحدیث)[1]

یعنی، بے شک اعمال کا انحصار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔ لہٰذا ممکن ہو تو ہر مباح کام میں رضائے باری تعالیٰ کے حصول کی نیت کر لینا چاہیے۔

زیرِ نظر کتاب نفلی صدقات کی فضیلتوں اور صدقات سے متعلق دیگر باتوں پر مشتمل ہے۔ ساتھ ہی ایک باب مختصراً فرض زکوٰۃ اور مصارفِ زکوٰۃ کے بیان کا بھی شامل کیا گیا ہے تاکہ موضوع میں خلاء نہ رہے۔

دیگر متعلقات میں صلۂ رحمی (یعنی، رشتہ داروں بالخصوص والدین کے ساتھ بھلائی)، مال جمع کرنے کا بیان، بخل کی مذمّت، راہِ خدا عزوجلّ میں مال خرچ کرنے، پوشیدہ صدقات اور ان کے فضائل، کھانا کھلانے اور پانی پلانے کی فضیلت، قرض دینے اور تنگ دست پر آسانی کرنے کے فضائل، عورت کا اپنے شوہر کے مال سے صدقہ کرنے، حلال وحرام مال سے صدقہ کرنے، صدقہ دے کر رجوع کرنے (یعنی، واپس لے لینے)، صدقات کی وصولیابی کے فضائل اور اس میں خیانت پر وعیدوں، قناعت کی عظمت اور سوال کی مذمّت، اللہ کے نام پر مانگنے، مانگنے میں اِصرار کرنے اور بغیر سوال کے ملنے والی چیز لینے کے حکم، کے ابواب شاملِ کتاب ہیں۔

صدقہ صرف یہی نہیں کہ مالی طور پر کسی مستحق یا ضرورت مند کی مدد کی جائے،

---

[1] (صحیح البخاری، المجلد الأول، ۱۔کتاب بدء الوحي، ۱۔باب کیف کان بدء الوحي إلی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم، الحدیث: ۱، ص۵)

بلکہ بعض اوقات صدقہ کا ثواب مُسکرا کر بھی کمایا جاسکتا ہے۔ جی ہاں! اگر بنیّتِ رِضائے الٰہی عزوجل کسی اسلامی بھائی کے سامنے مسکرائے تو یہ بھی صدقہ ہے، بلکہ راستہ سے کانٹا، ہڈی پتھر وغیرہ کا ہٹادینا بھی صدقہ ہے۔ چنانچہ،

عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "تَبَسُّمُكَ فِيْ وَجْهِ أَخِيْكَ لَكَ صَدَقَةٌ، وَأَمْرُكَ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهْيُكَ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَإِرْشَادُكَ الرَّجُلَ فِيْ أَرْضِ الضَّلَالِ لَكَ صَدَقَةٌ، وَبَصَرُكَ لِلرَّجُلِ الرَّدِيْ لِلْبَصَرِ لَكَ صَدَقَةٌ، وَإِمَاطَتُكَ الْحَجَرَ وَالشَّوْكَةَ وَالْعَظْمَ عَنِ الطَّرِيْقِ لَكَ صَدَقَةٌ، وَإِفْرَاغُكَ مِنْ دَلْوِكَ فِيْ دَلْوِ أَخِيْكَ لَكَ صَدَقَةٌ"۔[1]

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں، نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، تمہارا اپنے بھائی کے لئے مسکرانا بھی صدقہ ہے، نیکی کی دعوت دینا بھی صدقہ ہے، بُرائی سے روکنا بھی صدقہ ہے، بھٹکے ہوئے کی راہنمائی کرنا بھی صدقہ ہے، کمزور نگاہ والے کی مدد کرنا بھی صدقہ ہے، راستے سے پتھر، کانٹا اور ہڈی کا ہٹادینا بھی صدقہ ہے، اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے ڈول میں پانی ڈال دینا بھی صدقہ ہے۔

الغرض، حُسنِ نیت سے کئے جانے والے تمام اعمال پر اجر و ثواب ملتا ہے۔

ہاں مگر فقیر، اگر اپنی تنگ دستی کو چھپائے اور لوگوں کے سامنے دست درازی اور مانگنے سے باز رہے تو اُس کے لئے فراوانیٔ رزق کی بشارت ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

مدینہ

[1] (سنن الترمذي، كتاب البر والصلة، باب ما جاء في صنائع المعروف، الحديث ١٩٥٦، ج٣، ص٩٠)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ جَاعَ أَوِ احْتَاجَ فَكَتَمَهُ النَّاسَ، وَأَفْضَى بِهِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى كَانَ حَقّاً عَلَى اللّٰهِ أَنْ يَّفْتَحَ لَهُ قُوْتَ سَنَةٍ مِنْ حَلَالٍ".[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جو بھوکا یا حاجت مند ہو پھر اسے لوگوں سے چھپائے اور (اپنا معاملہ) اللہ عزوجل کے سپرد کردے تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے کہ اس کے لیے ایک سال تک حلال روزی کے دروازے کھول دے۔

اس حدیث کے تحت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ''یہ فرمان بالکل درست ہے اور مجرب ہے اپنی فقیری چھپانے والے بفضلہٖ تعالیٰ امیر ہو جاتے ہیں کبھی جلد اور کبھی دیر سے مگر فقط چھپانے پر کفایت نہ کرے کمانے کی کوشش کرے یہ سال بھر کی روزی آسمان سے نہیں برسے گی بلکہ اسباب سے ملے گی''۔[2]

غرض یہ کہ اس کتاب میں صدقات ومتعلقات کے فضائل پر ڈھیروں مدنی پھول جمع کرنے کی سعْی کی گئی ہے۔ نظرِ ثانی کی بھی حتی الامکان ترکیب کی گئی، مگر بشَرِی تقاضوں کی بناء پر اَغلاط کا وجود خالی از اِمکان نہیں۔ برائے مدینہ اگر کسی قسم کی غلطی خامی پائیں تو تحریری طور پر اِصلاح فرمائیں۔ جَزَاکُمُ اللّٰهُ خَيْراً فِي الدَّارَيْنِ۔ (اٰمین)

ابو الضیاء عطّاری

---

[1] (شعب الإيمان، باب في الصبر على المصائب، فصل في ذكر ما في الأوجاع إلخ، الحديث: ١٠٠٥٤، ج٧، ص٢١٥)
(مشكاة المصابيح، كتاب الرقاق، باب فضل الفقراء وما كان من عيش النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، الحديث: ٥١٨٤، ج١، ص٣٥٤)

[2] (مرآة المناجيح، ج٥، ص٨٤)

صدقہ کے معنی واقسام

لغت میں صدقہ سے مراد عَطِيَّةٌ يُرَادُبِهَا الْمَثُوبَةُ لَا الْمَكْرُمَةُ(المنجد) یعنی، وہ عطیہ ہے جس سے عزّت افزائی کے بجائے ثواب کا ارادہ کیا جائے۔

اور علامہ سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حنفی نے صدقہ کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی: هِيَ الْعَطِيَّةُ تَبْتَغِي بِهَا الْمَثُوبَةَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی[1].

یعنی، صدقہ وہ عطیہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ثواب کی امید پر دیا جائے۔

ترمذی شریف کی ایک حدیث میں صدقہ کی چند اقسام بیان فرمائی گئیں ہیں:

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "تَبَسُّمُكَ فِي وَجْهِ أَخِيكَ لَكَ صَدَقَةٌ، وَأَمْرُكَ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهْيُكَ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَإِرْشَادُكَ الرَّجُلَ فِي أَرْضِ الضَّلَالِ لَكَ صَدَقَةٌ، وَبَصَرُكَ لِلرَّجُلِ الرَّدِيءِ الْبَصَرِ لَكَ صَدَقَةٌ، وَإِمَاطَتُكَ الْحَجَرَ وَالشَّوْكَةَ وَالْعَظْمَ عَنِ الطَّرِيقِ لَكَ صَدَقَةٌ، وَإِفْرَاغُكَ مِنْ دَلْوِكَ فِي دَلْوِ أَخِيكَ لَكَ صَدَقَةٌ"[2].

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں، نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، تمہارا اپنے بھائی کے لئے مسکرانا بھی صدقہ ہے، نیکی کی دعوت دینا بھی صدقہ ہے، بُرائی سے روکنا بھی صدقہ ہے، بھٹکے ہوئے کی راہنمائی کرنا بھی صدقہ ہے، کمزور نگاہ والے کی مدد کرنا بھی صدقہ ہے، راستے سے پتھر، کانٹا اور ہڈی کا ہٹا دینا بھی صدقہ ہے، اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے ڈول میں پانی ڈال دینا بھی صدقہ ہے۔

[1] (کتاب التعریفات، باب الصاد، ص ۹۴)
[2] (سنن الترمذي، كتاب البر والصلة، باب ما جاء في صنائع المعروف، الحديث: ۱۹۵۶، ج۳، ص ۹۰)

نیز قرض دینا بھی صدقہ کی قسم سے ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "كُلُّ قَرْضٍ صَدَقَةٌ".[1]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیّاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، ہر قرض صدقہ ہے۔

فرض زکوۃ کا بیان

زکوۃ کی تعریف:

علامہ شیخ نظام الدین حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۱۶۱ھ فرماتے ہیں، هي تمليك المال من فقير مسلم غير هاشمي، ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالى، هذا في الشرع كذا في "التبيين".[2]

یعنی، زکوۃ شرع میں اللہ کے لئے مال کے ایک حصہ کا جو شرع نے مقرر کیا ہے مسلمان فقیر کو مالک کر دینا ہے اور فقیر نہ ہاشمی ہو نہ ہاشمی کا آزاد کردہ غلام اور اپنا نفع اس سے بالکل جُدا کر لے۔ (بہارِ شریعت، مسائل فقہیہ، حصہ۵، ص۷)

زکوۃ کی اقسام:

فرضیت اور وجوبیت کے اعتبار سے زکوۃ کی دو قسمیں ہیں، چنانچہ امام علاء الدین

---

[1] (شعب الإيمان، باب في الزكاة، فصل في القرض، الحديث: ۳۵۶۳، ج۳، ص۲۸۴)
(المعجم الصغير للطبراني، الحديث: ۴۹۲، ص۲۴۶)
(المعجم الكبير، الحديث: ۳۴۹۸، ج۴، ص۲۱۷)

[2] (الفتاوى الهندية المعروف بعالمكيرية، كتاب الزكاة، الباب الأول في تفسيرها... إلخ، ج۱، ص۱۷۰)

ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۵۸۷ھ فرماتے ہیں،

الزكاة في الأصل نوعان: فرض، وواجب؛ فالفرض زكاة المال، والواجب زكاة الرأس وهي صدقة الفطر.[1]

یعنی، زکوٰۃ کی دراصل دو قسمیں ہیں: ایک فرض اور دوسری واجب۔ جہاں تک فرض کا تعلق ہے تو وہ مال کی زکوٰۃ ہے اور رہی بات واجب کی تو وہ جان کا صدقہ ہے اور وہ صدقۂ فطر ہے۔

زکوٰۃ کی فرضیت:

امام کاسانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں،

فالدليل على فرضيتها الكتاب، والسنة والإجماع، والمعقول: أما الكتاب فقوله تعالى: ﴿وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ [البقرة:۲/۴۳] وقوله عزّ وجلّ: ﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا﴾ [التوبة:۹/۱۰۳] وقوله عزّ وجلّ: ﴿وَالَّذِيْنَ فِيْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝﴾ [المعارج:۷۰/۲۴-۲۵] الحق المعلوم هو الزكاة.

زکوٰۃ کی فرضیت کتاب اللہ، سنتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم، اجماعِ اُمّت اور قیاس سے ثابت ہے۔ جہاں تک کتاب اللہ عزوجل کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور زکوٰۃ دو'' (کنزالایمان) اور: ''اے محبوب ان کے مال میں سے زکوٰۃ تحصیل کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کردو'' (کنزالایمان)

[1] (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، كتاب الزكاة، ص ۲۷۱، ج ۲)

اور: ''اور وہ جن کے مال میں ایک معلوم حق ہے اس کے لئے جو مانگے اور جو مانگ بھی نہ سکے تو محروم رہے ''(کنزالایمان) یہاں ''معلوم حق '' سے مراد زکوٰۃ ہے۔

امام کاسانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید فرماتے ہیں،

وأما السنّة: فما ورد في المشاهير عن رسول اللّٰہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم: أنّه قال: ''بُنِيَ الإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ، وَحَجِّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلاً''[1] وروي عنه ـ عليه الصلاة والسلام ـ أنَّه قال عام حجة الوداع: ''أُعْبُدُوْا رَبَّكُمْ، وَصَلُّوْا خَمْسَكُمْ، وَصُوْمُوْا شَهْرَكُمْ، وَحُجُّوْا بَيْتَ رَبِّكُمْ، وَأَدُّوْا زَكَاةَ أَمْوَالِكُمْ طَيِّبَةً بِهَا أَنْفُسُكُمْ تَدْخُلُوْا جَنَّةَ رَبِّكُمْ''[2].[3]

یعنی، جہاں تک سنتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا تعلق ہے تو جیسا کہ مشہور احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے وارد ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، اسلام کی بناء پانچ باتوں پر ہے، گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سواء کوئی معبود نہیں اور محمد [صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم] اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، نماز کا قائم کرنا، زکوٰۃ کی ادائیگی، رمضان کے روزے اور بیت اللہ کا حج ہر اس شخص پر جو اس کی استطاعت رکھتا ہو۔ اور مروی ہے کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے حجۃ الوداع والے سال فرمایا، اپنے رب کی بندگی کرو، اپنی پانچ نمازیں پڑھو، اپنے ماہ (رمضان) کے روزے رکھو، اپنے رب کے گھر کا

مدینہ

[1] (صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب دعاؤكم إيمانكم، الحديث: ٨، ج ١، ص ١٠)

[2] (المسند للإمام أحمد، مسند أبي أمامة الباهلي، الحديث: ٢٢٢٥١٤، ج ٧، ص ٣٩٦)

[3] (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، كتاب الزكاة، ج ٢، ص ٣٧١ـ٣٧٣)

حج کرو اور خوش دلی سے اپنے اموال کی زکوٰۃ دو اور اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔

زکوٰۃ کی فرضیت کا منکر کافر ہے

زکوٰۃ کی فرضیت قطعی ہے، اس کا منکر کافر اور نہ دینے والا فاسق اور قتل کا مستحق اور ادا میں تاخیر کرنے والا گنہگار اور مردود الشہادۃ ہے۔ چنانچہ

علامہ نظام الدین حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں،

یكفّر جاحدها ويقتل مانعها هكذا في "محيط السرخسي"[1]

یعنی، زکوٰۃ کی فرضیت کا منکر کافر ہے اور نہ دینے والا قتل کا مستحق ہے۔

شیخ شمس الدین تمرتاشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

فيأثم بتأخيرها وترد شهادته[2]

یعنی زکوٰۃ کی ادائیگی میں (بلاعذر) تاخیر کرنے والا گناہ گار اور مردود الشہادۃ ہے۔

مختصر مسائلِ زکوٰۃ

چونکہ کتاب کا اصل مقصد نفلی صدقات کے فضائل اور اس کے متعلقات بیان کرنا ہے؛ لہٰذا فرض زکوٰۃ کے بیان کو ضمناً، تبرّکاً اور اختصاراً ذکر کیا جا رہا ہے۔ اور زیادہ تر مسائل کا بیان بہارِ شریعت سے کیا جائے گا تاکہ صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا خصوصی فیض بھی حاصل رہے اور اجتناب از تطویل بھی ملحوظِ خاطر رہے۔ تفصیل کے لئے بہارِ شریعت کے پانچویں حصہ کا مطالعہ کریں۔

---

[1] (الفتاوى الهندية المعروف بعالمكيرية، كتاب الزكاة، الباب الأول في تفسيرها وصفتها وشرائطها، ج ١، ص ١٧٠)

[2] (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الزكاة، ج ٣، ص ٢٢٧، دار المعرفة بيروت)

﴿۱﴾ زکوٰۃ ۲؁ھ میں روزوں سے قبل فرض ہوئی علامہ علاء الدین حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، فرضت في السنة الثانية قبل فرض رمضان.[1]

﴿۲﴾ ادائیگیٔ زکوٰۃ کے لئے ضروری ہے کہ جسے دے رہا ہے اسے مالک بنادے چنانچہ علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۷۱۰ھ فرماتے ہیں:

هي تمليك المال من فقير مسلم ... إلخ.[2]

﴿۳﴾ ادائیگیٔ زکوٰۃ کے لئے ضروری ہے کہ بوقتِ ادائیگی زکوٰۃ کی نیت بھی ہو اور اگر دیتے وقت نیت نہ کی مگر دینے کے بعد نیت کی جبکہ مال فقیر کے ہاتھ میں موجود ہو یا وکیل (برائے ادائیگیٔ زکوٰۃ) کو مال دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت کرلے پھر وکیل فقیر کو بلا نیت ہی مال دیدے تو دونوں صورتوں میں زکوٰۃ کی ادائیگی درست ہوگی۔ چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: لو دفع بلا نية ثمّ نوى والمال قائم في يد الفقير، أو نوى عند الدفع للوكيل ثم دفع الوكيل بلا نيّة، جاز نية الآمر.[3] (ملخصاً)

﴿۴﴾ مباح کردینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی مثلاً فقیر کو بہ نیت زکوٰۃ کھانا کھلا دیا زکوٰۃ ادا نہ ہوئی کہ مالک کردینا نہیں پایا گیا ہاں اگر کھانا دیدیا کہ چاہے کھائے یا لے جائے تو ادا ہوگئی۔ یونہی بہ نیت زکوٰۃ فقیر کو کپڑا دے دیا یا پہنا دیا ادا ہوگئی۔[4]

---

[1] (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة، ج۳، ص۲۰۶)
[2] (كنز الدقائق مع البحر الرائق، كتاب الزكاة، ج۲، ص۳۵۲)
[3] (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الزكاة، ج۳، ص۲۲۷)
[4] (بہارِ شریعت بحوالہ درمختار، حصہ پنجم، ص۸)

﴿۵﴾ فقیر کو بہ نیتِ زکوٰۃ مکان رہنے کو دیا، زکوٰۃ ادا نہ ہوئی کہ مال کا کوئی حصہ اسے نہ دیا بلکہ منفعت کا مالک کیا۔[1]

﴿۶﴾ زکوٰۃ کی فرضیت کی شرائط میں سے عاقل ہونا، بالغ ہونا، مسلمان ہونا، آزاد ہونا اور قرض اور حاجتِ اصلیہ سے فارغ بقدر نصاب مال نامی (بڑھنے والا مال) جس پر سال گزر چکا ہو، کا مالک ہونا ہے۔ چنانچہ علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۷۱۰ھ فرماتے ہیں: شرط وجوبها العقل والبلوغ والإسلام والحرية وملک نصاب حولي فارغ عن الدين وحاجته الأصلية نا ولو تقديراً.[2]

﴿۷﴾ مال اگر ہلاک ہو گیا تو زکوٰۃ نہیں چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۵۹۳ھ فرماتے ہیں، لا تضمن بهلاک النصاب بعد التفريط.[3]

﴿۸﴾ بچے اور مجنون کی ملکیت میں چاہے جتنا بھی مال ہو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں کیونکہ زکوٰۃ ایسی عبادت ہے جو اختیاری طور پر ادا کی جاتی ہے جبکہ بچہ اور مجنون عدمِ عقل کی وجہ سے کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ علامہ مرغینانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، وليس على الصبي والمجنون زكاة (لِ)أنها عبادة فلا تتأدى إلا بالاختيار تحقيقاً لمعنى الابتلاء ولا اختيار لهما لعدم العقل.[4]

مدینہ

[1] (بہارِ شریعت بحوالہ درمختار، حصہ پنجم، ص ۸)

[2] (كنز الدقائق مع البحر الرائق، كتاب الزكاة، ج ۲، ص ۳۵۳-۳۵۵)

[3] (الهداية، كتاب الزكاة، الجزء ۱، ج ۱، ص ۱۰۳)

[4] (الهداية، كتاب الزكاة، الجزء ۱، ج ۱، ص ۱۰۳)

﴿۹﴾ بنیادی خرچہ، رہائش کے مکان، جنگی سامان، سردی گرمی سے بچنے کے لئے جن کپڑوں کی ضرورت ہو، ان پر زکوٰۃ نہیں کیونکہ یہ سب انسان کی حاجاتِ اصلیہ سے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۲۵۲ھ حاجاتِ اصلیہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں، وھي ما یدفع الھلاک عن الإنسان تحقیقاً کالنفقة ودور السکنی وآلات الحرب والثیاب المحتاج إلیھا لدفع الحَرّ أو البرد.[1]

﴿۱۰﴾ مالک کرنے میں یہ بھی ضروری ہے کہ ایسے کو دے جو قبضہ کرنا جانتا ہو یعنی ایسا نہ ہو کہ پھینک دے یا دھوکہ کھائے ورنہ ادا نہ ہوگی مثلاً نہایت چھوٹے بچہ یا پاگل کو دینا اور اگر بچہ کو اتنی عقل نہ ہو تو اس کی طرف سے اس کا باپ جو فقیر ہو یا وصی یا جس کی نگرانی میں ہے قبضہ کریں۔[2]

﴿۱۱﴾ جو مال گم گیا یا دریا میں گر گیا یا کسی نے غصب کرلیا اور اس کے پاس غصب کے گواہ نہ ہوں یا جنگل میں دفن کر دیا تھا اور یہ یاد نہ رہا کہ کہاں دفن کیا تھا، یا انجان کے پاس امانت رکھی تھی اور یہ یاد نہ رہا کہ وہ کون ہے یا مدیون (مقروض) نے دَین (قرض) سے انکار کر دیا اور اس کے پاس گواہ نہیں پھر یہ اموال مل گئے تو جب تک نہ ملے تھے اس زمانے کی زکوٰۃ واجب نہیں۔[3]

﴿۱۲﴾ اگر دین (قرض) ایسے پر ہے جو اس کا اقرار کرتا ہے مگر ادا میں دیر کرتا ہے یا نادار ہے یا قاضی کے یہاں اس کے مفلس ہونے کا حکم ہو چکا یا وہ منکر ہے مگر اس کے

مدینہ

[1] (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الزکاة، مطلب: في زکاة ثمن المَبِیع وفاءً، ج۳، ص۲۱۳)

[2] (بہارِ شریعت بحوالہ درمختار وردالمحتار، حصہ پنجم، ص۸)

[3] (بہارِ شریعت بحوالہ درمختار وردالمحتار، حصہ پنجم، ص۹)

پاس گواہ موجود ہیں تو جب مال ملے گا سالہائے گزشتہ کی بھی زکوٰۃ واجب ہے۔[1]

﴿۱۳﴾ ایک نے دوسرے کے مثلاً ہزار روپے غصب کر لئے پھر وہی روپے اس سے کسی اور نے غصب کر کے خرچ کر ڈالے اور ان دونوں غاصبوں کے پاس ہزار ہزار روپے اپنی مِلک کے ہیں تو غاصبِ اوّل پر زکوٰۃ واجب ہے دوسرے پر نہیں۔[2]

﴿۱۴﴾ شے مرہون (گروی رکھی گئی چیز) کی زکوٰۃ نہ مرتہن (جس کے پاس رہن رکھا گیا ہے) پر ہے نہ راہن (جس نے رہن رکھوایا ہے) پر۔ مرتہن تو مالک ہی نہیں اور راہن کی مِلک تام (مکمل) نہیں کہ اس کے قبضہ میں نہیں اور بعد رہن چھڑانے کے بھی ان برسوں کی زکوٰۃ واجب (یعنی فرض) نہیں۔[3]

﴿۱۵﴾ جو مال تجارت کے لئے خریدا اور سال بھر تک اس پر قبضہ نہ کیا تو قبضہ سے قبل مشتری (خریدار) پر زکوٰۃ واجب (یعنی فرض) نہیں اور قبضہ کے بعد اس سال کی بھی زکوٰۃ واجب (یعنی فرض) ہے۔[4]

﴿۱۶﴾ نصاب کا مالک ہے مگر اس پر دَین (یعنی قرض) ہے کہ ادا کرنے کے بعد نصاب نہیں رہتی تو زکوٰۃ واجب (یعنی فرض) نہیں۔[5]

---

[1] (بہارِ شریعت بحوالہ تنویر الابصار، حصہ پنجم، ص۹)

[2] (بہارِ شریعت بحوالہ عالمگیری، حصہ پنجم، ص۹)

[3] (بہارِ شریعت بحوالہ در وغیرہ، حصہ پنجم، ص۹)

[4] (بہارِ شریعت بحوالہ درّ و ردّ، حصہ پنجم، ص۹)

[5] (بہارِ شریعت، حصہ پنجم، ص۹)

﴿۱۷﴾ جو دَین (قرض) میعادی ہو وہ صحیح مذہب میں وجوبِ زکوٰۃ کا مانع نہیں۔ (یعنی زکوٰۃ کا حساب لگاتے وقت میعادی قرضوں کو نصاب سے مِنْہا نہیں کیا جائے گا)۔[1]

﴿۱۸﴾ ایسی چیز خریدی جس سے کوئی کام کرے گا اور کام میں اس کا اثر باقی رہے گا جیسے چمڑا پکانے کے لئے مازو (دوا) اور تیل وغیرہ اگر اس پر سال گزر گیا تو زکوٰۃ واجب ہے۔ یونہی رنگریز نے اُجرت پر کپڑا رنگنے کے لئے کسم، زعفران خریدا تو اگر بقدرِ نصاب ہے اور سال گزر گیا تو زکوٰۃ واجب ہے۔ پڑیا وغیرہ رنگ کا بھی یہی حکم ہے اور اگر وہ ایسی چیز ہے جس کا اثر باقی نہ رہے گا جیسے صابون تو اگرچہ بقدرِ نصاب ہو اور سال گزر جائے تو زکوٰۃ واجب نہیں۔ عطر فروش نے عطر بیچنے کے لئے شیشیاں خریدیں، ان پر زکوٰۃ واجب ہے۔[2]

﴿۱۹﴾ خرچ کے لئے روپے کے پیسے لئے تو یہ بھی حاجتِ اصلیہ میں ہیں۔ حاجت اصلیہ میں خرچ کرنے کے روپے رکھے ہیں تو سال میں جو کچھ خرچ کیا اور جو باقی رہے اگر بقدرِ نصاب ہیں تو ان کی زکوٰۃ واجب ہے اگرچہ اسی نیت سے رکھے ہیں کہ آئندہ حاجت اصلیہ ہی میں صرف ہوں گے اور اگر سال تمام کے وقت حاجت اصلیہ میں خرچ کرنے کی ضرورت ہے تو زکوٰۃ واجب نہیں۔[3]

﴿۲۰﴾ اہلِ علم کے لئے کتابیں حاجت اصلیہ سے ہیں اور غیر اہل کے پاس ہوں جب بھی کتابوں کی زکوٰۃ واجب نہیں جب کہ تجارت کے لئے نہ ہو۔ فرق اتنا ہے کہ اہلِ علم کے پاس ان کتابوں کے علاوہ اگر مال بقدرِ نصاب نہ ہو تو زکوٰۃ لینا جائز

مدینہ

[1] (بہارِ شریعت، حصہ پنجم، ص۱۰)
[2] (بہارِ شریعت، حصہ پنجم، ص۱۱)
[3] (بہارِ شریعت، حصہ پنجم، ص۱۱)

ہے اور غیر اہل کے لئے ناجائز جبکہ دوسو درم قیمت کی ہوں۔ اہل وہ ہے جسے پڑھنے پڑھانے یا تصحیح کے لئے ان کتابوں کی ضرورت ہو۔ کتاب سے مراد مذہبی کتاب فقہ و تفسیر و حدیث ہے۔ اگر ایک کتاب کے چند نسخے ہوں تو ایک سے زائد جتنے نسخے ہوں، اگر دوسو درہم کی قیمت کے ہوں تو اس اہل کو بھی زکوٰۃ لینا ناجائز ہے۔ خواہ ایک ہی کتاب کے زائد نسخے اس قیمت کے ہوں یا متعدد کتابوں کے زائد نسخے مل کر اس قیمت کے ہوں۔[1]

﴿۲۱﴾ حافظ کے لئے قرآن مجید حاجت اصلیہ سے نہیں اور غیر حافظ کے لئے ایک سے زیادہ حاجت اصلیہ کے علاوہ ہے۔ یعنی اگر مصحف شریف دوسو درم قیمت کا ہو تو زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔[2]

﴿۲۲﴾ کفار و بدمذہبوں کے ردّ اور اہلِ سنت کی تائید میں جو کتابیں ہیں وہ حاجت اصلیہ سے ہیں یونہی عالم اگر بدمذہب وغیرہ کی کتابیں اس لئے رکھے کہ ان کا ردّ کرے گا تو یہ بھی حاجت اصلیہ میں ہیں اور غیر عالم کو تو ان کا دیکھنا بھی جائز نہیں۔[3]

﴿۲۳﴾ مالِ تجارت یا سونے چاندی کو درمیان سال میں اپنی جنس یا غیر جنس سے بدل لیا تو اس کی وجہ سے سال گزرنے میں نقصان نہ آیا۔[4]

﴿۲۴﴾ موتی اور جواہر پر زکوٰۃ واجب نہیں اگر چہ ہزاروں کے ہوں، ہاں اگر تجارت کی

مدینہ

[1] (بہارِ شریعت، حصہ پنجم، ص۱۱۔۱۲)

[2] (بہارِ شریعت، حصہ پنجم، ص۱۲)

[3] (بہارِ شریعت، حصہ پنجم، ص۱۲)

[4] (بہارِ شریعت، حصہ پنجم، ص۱۳)

نیت سے لئے تو واجب ہوگئی۔[1]

﴿۲۵﴾مالکِ نصاب کو درمیان سال میں کچھ مال حاصل ہوا اور اس کے پاس دو نصابیں ہیں اور دونوں کا جدا جدا سال ہے تو جو مال درمیان سال میں حاصل ہوا اسے اس کے ساتھ ملائے جس کی زکوٰۃ پہلے واجب ہو مثلاً اس کے پاس ایک ہزار روپے ہیں اور سائمہ (جانور) کی قیمت جس کی زکوٰۃ دے چکا تھا کہ دونوں ملائے نہیں جائیں گے۔ اب درمیان سال میں ایک ہزار روپے اور حاصل کیۓ تو ان کا سال تمام اس وقت ہے جب ان دونوں میں پہلے کا ہو۔[2]

زکوٰۃ کسے دی جائے؟

اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں آٹھ مصارفِ زکوٰۃ بیان فرمائے ہیں:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ الْعٰمِلِیْنَ عَلَیْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِی الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِیْنَ وَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِؕ (التوبۃ: ۹/ ۶۰)

ترجمہ کنزالایمان: زکوٰۃ تو انہیں لوگوں کے لئے ہے محتاج اور نرے نادار اور جو اسے تحصیل کر کے لائیں اور جن کے دلوں کو اسلام سے الفت دی جائے اور گردنیں چھوڑانے میں اور قرضداروں کو اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کو۔

---

[1] (بہارِ شریعت، حصہ پنجم، ص۱۳)

[2] (بہارِ شریعت، حصہ پنجم، ص۱۴)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۵۹۳ھ فرماتے ہیں،

(الأصل فيه قوله تعالىٰ: ﴿ إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ ﴾ الآية، فهذه ثمانية أصناف، وقد سقط منها المؤلفة قلوبهم،لأن اللّٰه تعالىٰ أعزّ الإسلام وأغنى عنهم) وعلى ذلك انعقد الإجماع (والفقير من له أدنى شيء، والمسكين من لا شيء له) وهذا مروي عن أبي حنيفة رحمه اللّٰه؛ وقد قيل على العكس.[1]

یعنی، مصارفِ زکاۃ میں اصل (دلیل) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، زکوٰۃ تو انہیں لوگوں کے لئے ہے محتاج اور نرے نادار (کنزالایمان)، تو یہ آٹھ مصارف ہیں اور ان مصارف سے المؤلفة قلوبهم، یعنی، جن کے دلوں کو اسلام سے الفت دی جائے، ساقط ہوگیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزّت بخشی اور ان لوگوں سے غنی فرمادیا اور اسی پر اجماع ہے۔ فقیر وہ ہے جس کے پاس ادنی چیز ہو اور مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو، یہ فرمان امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، جبکہ (فقیر و مسکین کی تعریف میں) اس کے برعکس بھی فرمایا گیا۔

بنی ہاشم سادات کرام کو صدقہ دینا جائز نہیں،

چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں (ولا تدفع إلى بني هاشم) لقوله عليه الصلاة والسلام: "يا بني هاشم إن اللّٰهَ تعالىٰ حرم عليكم غسالة الناس وأوساخهم وعوّضكم منها بخمس الخمس"،

---

[1] (الهداية، كتاب الزكاة، باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن لا يجوز، الجزء ا، ج ا ص ۱۲۰)

بخلاف التطوع؛ لأن المال ههنا كالماء يتدنس بإسقاط الفرض. أما التطوع فبمنزلة التبرد بالماء.[1]

اور صدقات (واجبہ) بنی ہاشم کو نہ دیئے جائیں کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا: ''اے بنو ہاشم بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر لوگوں کا دھوون ، ان کے اوساخ (یعنی میل) حرام فرمائے ہیں اور تمہارے لئے اس کے بدلے غنیمت کا پانچواں حصہ مقرر فرمایا۔'' بخلاف نفلی صدقات کے، کیونکہ مال زکوٰۃ کی صورت میں اس پانی کی مثل ہے جو فرض ساقط ہونے سے میلا ہوتا ہے، جبکہ نفلی صدقہ کا معاملہ پانی سے ٹھنڈک حاصل کرنے کے مقام میں ہے۔

اور بنو ہاشم کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ مرغینانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں (وهم آل عليّ وآل عباس وآل جعفر وآل عقيل وآل حارث بن عبد المطلب ومواليهم) أما هؤلاء فلأنّهم ينسبون إلى هاشم بن عبد مناف، ونسبة القبيلة إليه. وأما مواليهم فلما روي أن مولى لرسول الله صلى الله تعالىٰ عليه واله وسلم سأله أتحل لي الصدقة؟ فقال: "لا، أنت مولانا".[2]

یعنی، بنو ہاشم اولادِ علی، اولادعباس، اولادِ جعفر، اولادِ عقیل، اولاد حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور ان کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ جہاں تک تعلق بنی ہاشم کا ہے تو اس کی وجہ ان کا ہاشم بن عبد مناف کی جانب منسوب ہونا ہے، اور قبیلہ کی نسبت بھی ہاشم بن عبد مناف کی جانب ہے۔ اور رہا سوال ان کے آزاد کردہ غلاموں کا

---

[1] (الهداية، كتاب الزكاة، باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن لا يجوز، الجزء ١، ج ١، ص ١٢٠)
[2] (الهداية، كتاب الزكاة، باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن لا يجوز، الجزء ١، ج ١، ص ١٢٠)

تو وہ (یعنی ان کو زکوۃ دینا) اس لئے ممنوع ہے کہ مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام نے آپ سے پوچھا، کہ کیا میرے لئے صدقہ لینا جائز ہے؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا، نہیں تم ہمارے آزاد کردہ غلام ہو۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: أَخَذَ حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ مِنْ تَمَرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِيْ فِيْهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كِخْ كِخْ" لِيَطْرَحَهَا، ثُمَّ قَالَ: "أَمَا شَعَرْتَ أَنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ"؟![1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے صدقے کے چھوہاروں میں سے ایک چھوہارا لے کر اپنے منہ میں ڈال لیا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا، کخ کخ تاکہ وہ اسے تھوک دیں پھر فرمایا، کیا تمہیں خبر نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھایا کرتے۔

''اس حدیث نے فیصلہ فرمادیا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی اولاد کو زکوۃ لینا حرام ہے أَنَّا جمع فرما کر تا قیامت اپنی اولاد کو شامل فرمالیا، یہ ہی حق ہے اسی پر

---

[1] (صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب ما يذكر في الصدقة للنبي صلى الله تعالىٰ عليه واله وسلم، الحديث: ١٤٩١، ج١، ص٣٦٧)
(صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب تحريم الزكاة على رسول اللّٰه صلى الله تعالىٰ عليه واله وسلم... إلخ، الحديث: ١٦١ـ(١٠٦٩) ص٣٧٦)،
(مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب من لا تحل له الصدقة، الفصل الأول، الحديث: ١٨٢٢، ج١، ص٣٤٦ـ٣٤٧)

فتویٰ ہے، بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ یہ حکم اس زمانہ میں تھا اب سید زکوٰۃ لے سکتے ہیں یا سیّد کی زکوٰۃ سیّد لے سکتے ہیں، یہ تمام مرجوع قول ہیں، فتویٰ اس پر نہیں خیال رہے کہ بنی ہاشم سے مراد آلِ عباس، آلِ جعفر، آلِ عقیل، آلِ حارث بن مطلب اور آلِ رسول ہیں ابولہب کی مسلمان اولاد اگرچہ بنی ہاشم تو ہیں مگر یہ زکوٰۃ لے سکتے تھے اور لے سکتے ہیں، کیونکہ زکوٰۃ کی حرمت کرامت وعزّت کے لئے ہے، ابولہب حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم کی ایذاء کی کوشش میں رہا اسی لئے وہ اور اس کی اولاد اس عظمت کی مستحق نہ ہوئی (از لمعات) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنی ناسمجھ اولاد کو بھی ناجائز کام نہ کرنے دے وہ دیکھو حضرت حسن اس وقت بہت ہی کمسن اور ناسمجھ تھے جیسا کہ کخ کخ فرمانے سے معلوم ہو رہا ہے مگر حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم نے انہیں بھی زکوٰۃ کا چھوہارا نہ کھانے دیا''۔[1]

عَنْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ هٰذِهِ الصَّدَقَاتِ إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ، وَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِآلِ مُحَمَّدٍ".[2]	حضرت عبد المطلب بن ربیعہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، خاتم المرسلین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوبِ رب العلمین، جنابِ صادق وامین صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا، یہ صدقات لوگوں کے میل ہی ہیں، نہ یہ محمد کو حلال ہیں اور نہ محمد کی آل کو۔

مدینہ

[1] (مرآۃ المناجیح، ج۳، ص۴۶)

[2] (صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب ترک استعمال آل النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم علی الصدقۃ، الحدیث: ۱۶۸۔(۱۰۷۲)، ص۳۸۷)

(سنن النسائي، کتاب الزکاۃ، باب استعمال آل النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم علی الصدقۃ، الحدیث: ۲۶۰۸، الجزء۵، ج۳، ص۱۱۱)

(مشکاۃ المصابیح، کتاب الزکاۃ، باب من لا تحل لہ الصدقہ، الفصل الأول، الحدیث: ۱۸۲۳، ج۱، ص۳۴۷)

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''صدقات لوگوں کے میل ہیں'' کے تحت فرماتے ہیں ''اس طرح کہ زکوٰۃ فطرہ نکل جانے سے لوگوں کے مال اور دل پاک وصاف ہوتے ہیں جیسے میل نکل جانے سے جسم یا کپڑا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا﴾ [التوبۃ: ۹/۱۰۳] ترجمہ: اے محبوب ان کے مال میں سے زکوٰۃ تحصیل کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کردو (کنزالایمان)) لہٰذا یہ مسلمانوں کا دھوون ہے''۔

''یہ حدیث ایسی واضح اور صاف ہے جس میں کوئی تاویل نہیں ہوسکتی، یعنی مجھے اور میری اولاد کو زکوٰۃ لینا اس لئے حرام ہے کہ یہ مال کا میل ہے لوگ ہمارے میل سے ستھرے ہوں ہم کسی کا میل کیوں لیں۔ اب بعض کا کہنا کہ چونکہ سادات کو خمس نہیں ملتا اس لئے اب وہ زکوٰۃ لے سکتے ہیں غلط ہے کہ نص کے مقابل چونکہ اور کیونکہ نہیں سُنا جاتا''۔[1]

ایک اور حدیث میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُتِيَ بِطَعَامٍ سَأَلَ عَنْهُ "أَهَدِيَّةٌ أَمْ صَدَقَةٌ"؟ فَإِنْ قِيْلَ: صَدَقَةٌ؛ قَالَ لِأَصْحَابِهِ: "كُلُوْا"، وَلَمْ يَأْكُلْ، وَإِنْ قِيْلَ: هَدِيَّةٌ، ضَرَبَ	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پاس جب کوئی کھانا لایا جاتا تو اس کے متعلق پوچھتے کہ آیا یہ ہدیہ ہے یا صدقہ، اگر کہا جاتا کہ صدقہ ہے تو صحابہ سے

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۳، ص۴۶)

بِیَدِہٖ فَأَكَلَ مَعَهُمْ.[1] فرماتے کھالو، اور خود نہ کھاتے اور اگر عرض کیا جاتا کہ ہدیہ ہے تو ہاتھ شریف بڑھاتے اور اُن کے ساتھ کھاتے۔

غنی صحابہ اپنے واجب و نفلی صدقہ حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے تھے تاکہ حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم اپنے ہاتھ سے غربا میں تقسیم فرمادیں کہ آپ کے ہاتھ کی برکت سے رب تعالٰی قبول فرمائے حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم اصحاب صفہ وغیرہ فقراء و صحابہ پر تقسیم فرمادیتے تھے، اور بعض لوگ خود حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم کے لئے ہدیہ و نذرانہ لاتے تھے، چونکہ دو قسم کے مال حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم کے پاس آتے تھے، اس لئے اگر لانے والا صاف صاف نہ کہتا، تو سرکار خود پوچھ لیتے تھے۔ ہدیہ سے خود بھی کھالیتے تھے مگر صدقہ خود استعمال نہ فرماتے تھے۔ یہاں صحابہ سے مراد فقراء صحابہ ہیں جو صدقہ واجبہ لے سکتے ہیں حضرت عثمان غنی وغیرہم غنی صحابہ مراد نہیں۔

---

[1] (صحیح البخاري، كتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها، باب قبول الهدية، الحديث: ۲۵۷۶، ج۲، ص۱۶۹)
(صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب قبول النبي صلى الله تعالىٰ عليه واله وسلم الهديةَ وردّه الصدقةَ، الحديث: ۱۷۵ـ(۱۰۷۷)، ص۳۸۸)
(سنن الترمذي، كتاب الزكاة، باب ما جاء في كراهية الصدقة للنبي صلى الله تعالىٰ عليه واله وسلم وأهل بيته ومواليه، الحديث: ۶۵۶، ج۱، ص۴۷۳)
(سنن النسائي، كتاب الزكاة، باب الصدقة لا تحل للنبي صلى الله تعالىٰ عليه واله وسلم، الحديث: ۲۶۱۲، الجزء۵، ج۳، ص۱۱۳)
(مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب من لا تحل له الصدقة، الفصل الأول، الحديث: ۱۸۲۴، ج۱، ص۳۴۷)

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام ہدیہ ونذرانہ کا کھانا خود بھی کھاتے اور موجود صحابہ کو بھی اپنے ہمراہ کھلاتے تھے۔خیال رہے کہ غنی اور سید کو صدقہ نفل لینا جائز ہے وہ صدقہ ان کے لئے ہدیہ بن جاتا ہے مگر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم صدقہ نفل بھی نہ لیتے تھے کیونکہ اس میں صدقہ دینے والا لینے والے پر رحم وکرم کرتا ہے جس کا ثواب اللہ سے چاہتا ہے سب حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے رحم کے خواستگار ہیں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر کون انسان رحم کرتا ہے، ہاں صدقہ جاریہ جیسے کنوئیں کا پانی، مسجد وقبرستان کی زمین اس کا حکم دوسرا ہے کہ یہ غنی وفقیر بلکہ خود صدقہ کرنے والے واقف کو بھی اس کا استعمال جائز ہے، یہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے لئے بھی مباح تھا (از مرقات وغیرہ)۔[1]

ایک اور حدیث شریف میں ہے:

عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي رَجُلَانِ أَنَّهُمَا أَتَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، وَهُوَ يُقَسِّمُ الصَّدَقَةَ، فَسَأَلَاهُ مِنْهَا، فَرَفَعَ فِينَا النَّظَرَ، وَخَفَضَهُ فَرَآنَا جَلْدَيْنِ، فَقَالَ: "إِنْ شِئْتُمَا	حضرت عبید اللہ بن عدی بن خیار سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ مجھے دو شخصوں نے خبر دی کہ وہ دونوں سرکارِ والاتبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دوعالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حجۃ الوداع کے موقع پر حاضر ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم صدقہ تقسیم فرما رہے تھے انہوں نے بھی حضور سے صدقہ مانگا تو حضور نے ہم پر نظر اُٹھائی پھر جھکائی

[1] (مرآۃ المناجیح، ج۳، ص۴۷)

أَعْطَيْتُكُمَا، وَلَا حَظَّ فِيهَا لِغَنِيٍّ وَّلَا لِقَوِيٍّ مُكْتَسِبٍ".[1]

ہم کو تندرست وتوانا دیکھا تو فرمایا کہ اگر تم چاہو تو تم کو دے دوں مگر اس میں نہ تو غنی کا حصہ ہے نہ کمائی کے لائق تندرست کا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اس حصۂ حدیث "صدقہ تقسیم فرمارہے تھے" کے تحت فرماتے ہیں "ظاہر یہ ہے کہ صدقہ فرض یعنی زکوٰۃ ہوگا اور حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم کی بارگاہ میں حجاج نے اپنی زکوٰۃ تقسیم کے لئے پیش کی ہوگی، جیسا کہ صحابہ کا دستور تھا"۔

مزید فرماتے ہیں "اس میں دونوں (جو سرکار صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم سے صدقہ طلب کرتے تھے،) کو تقویٰ وطہارت کی تعلیم ہے یعنی چونکہ تم دونوں اگرچہ فقیر ہو مگر تندرست اور کمانے کے لائق ہو اس لئے اس سے لینا تمہارے لائق نہیں، اگر ان کو یہ صدقہ لینا حرام ہوتا جیسا کہ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں تو حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ اگر تم چاہو تو تم کو دے دوں، اس اختیار دینے سے معلوم ہو رہا ہے کہ دینا جائز تو ہے مگر بہتر نہیں"۔[2]

---

[1] (سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب من يعطى من الصدقة وحدّ الغنى، الحديث: ١٦٣٣، ج٢، ص١٩٥)
(سنن النسائي، كتاب الزكاة، باب مسألة القوي المكتسب، الحديث: ٢٥٩٧، الجزء٥، ج٣، ص١٠٥)
(مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب من لا تحل له الصدقة، الفصل الثاني، الحديث: ١٨٣٢، ج١، ص٣٤٨)

[2] (مرآة المناجيح، ج٣، ص٥١)

صلۂ رحمی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاعۡبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشۡرِكُوۡا بِهٖ شَيۡـــًٔا وَّبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا وَّبِذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَالۡجَارِ ذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡجَارِ الۡجُـنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالۡجَـنۡۢبِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِ ۙ وَمَا مَلَـكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنۡ كَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرَا ۙ ﴿۳۶﴾ (النساء: ۴/۳۶)

ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے اور کروٹ کے ساتھی اور راہ گیر اور اپنی باندی غلام سے بے شک اللہ کو خوش نہیں آتا کوئی اترانے والا بڑائی مارنے والا۔

اس آیۂ کریمہ میں فرمان ''ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو'' کی تفسیر فرماتے ہوئے صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی صاحب متوفی ۱۳۶۷ھ فرماتے ہیں، ''ادب و تعظیم کے ساتھ اور ان (یعنی والدین) کی خدمت میں مستعد رہنا اور ان پر خرچ کرنے میں کمی نہ کرو مسلم شریف کی حدیث ہے سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا اسکی ناک خاک آلود ہو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کس کی یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم فرمایا: ''جس نے بوڑھے ماں باپ پائے یا اُن میں سے کسی ایک کو پایا اور جنّتی نہ ہوگیا''۔

حدیث شریف میں ہے رشتہ داروں کے ساتھ اچھے سلوک کرنے والوں کی

عمر دراز اور رزق وسیع ہوتا ہے (بخاری ومسلم)۔

حدیث: سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا میں اور یتیم کی سر پرستی کرنے والا ایسے قریب ہوں گے جیسے انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی (بخاری شریف)

حدیث: سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا بیوہ اور مسکین کی امداد وخبر گیری کرنے والا مجاہد فی سبیل اللہ کے مثل ہے۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل مجھے ہمیشہ ہمسایوں کے ساتھ احسان کرنے کی تاکید کرتے رہے اس حد تک کہ گمان ہوتا تھا کہ انکو وارث قرار دیں (بخاری ومسلم)۔[1]

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى وَ یَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْیِ الآیۃ (النحل:۱۶/۹۰)

ترجمہ کنزالایمان: بیشک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بری بات اور سرکشی سے۔

آیۂ کریمہ میں ''انصاف'' کی وضاحت کرتے ہوئے صدر الافاضل فرماتے ہیں، ''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ انصاف تو یہ ہے کہ آدمی لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ کی گواہی دے اور نیکی اَور فرائض کا ادا کرنا اور آپ ہی سے ایک روایت ہے کہ انصاف شرک کا ترک کرنا اور نیکی دوسروں کے لئے وہی پسند کرنا جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اگر وہ مومن ہو تو اُس کے برکات ایمان کی ترقی تمہیں پسند ہو اور اگر کافر ہو تو

مدینہ

[1] (خزائن العرفان)

تمہیں یہ پسند آئے کہ وہ تمہارا اسلامی بھائی ہو جائے انہیں سے ایک اور روایت ہے، اس میں ہے کہ انصاف توحید ہے اور نیکی اخلاص اور ان تمام روایتوں کا طرز بیان اگرچہ جُدا جُدا ہے لیکن مآل ومُدعا ایک ہی ہے''۔[1]

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۫ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا الآیة (البقرۃ:۲/۸۳)

ترجمہ کنزالایمان: اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں سے اور لوگوں سے اچھی بات کہو۔

''اللہ تعالٰی نے اپنی عبادت کا حکم فرمانے کے بعد والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کی خدمت بہت ضروری ہے والدین کے ساتھ بھلائی کے یہ معنی ہیں کہ ایسی کوئی بات نہ کہے اور ایسا کوئی کام نہ کرے جس سے انہیں ایذا ہو اور اپنے بدن و مال سے ان کی خدمت میں دریغ نہ کرے جب انہیں ضرورت ہو ان کے پاس حاضر رہے **مسئلہ:** اگر والدین اپنی خدمت کے لئے نوافل چھوڑنے کا حکم دیں تو چھوڑ دے اُن کی خدمت نفل سے مقدّم ہے **مسئلہ:** واجبات والدین کے حکم سے ترک نہیں کئے جاسکتے والدین کے ساتھ احسان کے طریقے جو احادیث سے ثابت ہیں یہ ہیں کہ تہِ دل سے ان کے ساتھ محبّت رکھے، رفتار و گفتار میں نشست و برخاست میں اَدب لازم جانے اُن کی شان میں تعظیم کے لفظ کہے انکو راضی

---

[1] (خزائن العرفان)

کرنے کی سعی کرتا رہے اپنے نفیس مال کو ان سے نہ بچائے اُنکے مرنے کے بعد اُن کی وصیتیں جاری کرے اُن کے لئے فاتحہ صدقات تلاوتِ قرآن سے ایصالِ ثواب کرے اللہ تعالیٰ سے اُن کی مغفرت کی دُعا کرے، ہفتہ وار انکی قبر کی زیارت کرے (فتح العزیز) والدین کے ساتھ بھلائی کرنے میں یہ بھی داخل ہے کہ اگر وہ گناہوں کے عادی ہوں یا کسی بد مذہبی میں گرفتار ہوں تو اُن کو بہ نرمی اصلاح وتقویٰ اور عقیدہ حقّہ کی طرف لانے کی کوشش کرتا رہے (خازن)''۔

''اچھی بات سے مراد نیکیوں کی ترغیب اور بدیوں سے روکنا ہے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ معنی یہ ہیں کہ سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی شان میں حق اور سچ بات کہو اگر کوئی دریافت کرے تو حضور کے کمالات واوصاف سچائی کے ساتھ بیان کردو آپ کی خوبیاں نہ چھپاؤ''۔[1]

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّي أُرِيْدُ الْجِهَادَ، قَالَ: "أَ حَيٌّ أَبَوَاكَ"؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: "فَفِيْهِمَا فَجَاهِدْ".[2]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں، ایک شخص نے حضورِ پاک، صاحبِ لولاک، سیّاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوکر جہاد کی اجازت چاہی، تو آپ نے فرمایا، کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ عرض کی، جی زندہ ہیں، فرمایا، ان کی خدمت کر یہی تیرا جہاد ہے۔

---

[1] (خزائن العرفان)

[2] (صحیح البخاري، کتاب الجهاد والسير، باب الجهاد بإذن الأبوين، الحديث: ۳۰۰۴، ج ۲، ص ۳۰۷)

فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، اس حدیث میں اس بات پر دلیل ہے کہ والدین کے ساتھ بھلائی کرنا جہاد سے افضل ہے کیونکہ اللہ عزوجل کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہ عَنِ الْعُیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس شخص کو جہاد ترک کر کے والدین کی خدمت میں مشغول ہونے کا حکم فرمایا۔ اسی طرح ہم بھی کہتے ہیں کہ جب تک والدین اجازت نہ دیں یا جب تک عام نکلنے کا حکم نہ ہو کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ جہاد کے لیے نکلے۔[1] (یعنی جب جہاد فرضِ عین ہو تو پھر والدین کی اجازت پر موقوف کرنا درست نہیں)

مزید فرماتے ہیں، اگر بالفرض اللہ تعالیٰ اپنے پاک کلام میں والدین کے احترام کا بیان نہ بھی فرماتا اور ان کے متعلق کوئی حکم نہ دیتا تب بھی عقلاً ان کا ادب و احترام جانا جاتا اور عقلمند پر لازم ہوتا کہ ان کی تعظیم کو جانے اور ان کے حقوق ادا کرے اور کیوں نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے سبھی کُتُبِ سماویہ تورات، زبور، انجیل اور فرقان میں والدین کی حُرمت کا تذکرہ فرمایا اور تمام صحیفوں میں ان کی تعظیم کا حکم دیا اور جملہ انبیاء علیہم السلام کو اس بات کی وحی بھی فرمائی اور انہیں والدین کے احترام اور ان کے حقوق جاننے کا حکم دیا اور اپنی رضا کو ان کی رضا پر موقوف فرمایا، اور ان کی ناراضی کو اپنی ناراضی قرار دیا۔ اور کہا جاتا ہے کہ تین آیتیں تین باتوں کے ساتھ نازل ہوئی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی عمل کو بغیر اس سے مِلے ہوئے حکم کے قبول نہ فرمائے گا، پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ﴾ [البقرۃ:۲/۴۳] ترجمہ: اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو (کنز الایمان)

[1] (تنبیہ الغافلین، باب حق الوالدین، ص ۶۳)

تو جونماز پڑھے مگر زکوٰۃ نہ دے تو اس کی نماز بھی قبول نہ ہوگی، اور دوسری آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ﴾ [المائدة:٥/٩٢] ترجمہ: اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا (کنزالایمان)، تو جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے مگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی اطاعت نہ کرے تو ایسی اِطاعت نا قابلِ قبول ہے، تیسری آیت میں فرمانِ خداوندی ہے: ﴿ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْكَ ﴾ الآیة [لقمان: ٣١/١٤] (ترجمہ: یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا (کنزالایمان))، لہٰذا جو اللہ کی شکر گزاری تو کرے مگر والدین کی ناشکری کرے تو ایسے شخص کی شکر گزاری قبول نہیں۔[1]

والدین کے آداب کے متعلق فرقد سبخی سے مروی ہے فرماتے ہیں، میں نے بعض کُتب میں پڑھا ہے کہ اولاد پر لازم ہے والدین کی موجودگی میں ان کی اجازت کے بغیر بات نہ کرے، اور نہ ان سے آگے چلے اور جب تک وہ بلائیں نہیں تو ان کے دائیں بائیں بھی نہ چلے جب بلائیں تو انہیں جواب دے مگر پیچھے پیچھے چلے جیسے غلام اپنے آقا کے پیچھے چلتا ہے۔[2]

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا: ایک راہ میں ایسے گرم پتھر تھے کہ اگر گوشت کا ٹکڑا ان پر ڈالا جاتا تو کباب ہوجاتا، چھ میل تک اپنی ماں کو اپنی گردن پر سوار کر کے لے گیا ہوں کیا میں ماں کے حقوق سے فارغ ہو گیا ہوں؟ سرکارِ نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تیرے پیدا ہونے میں درد کے جس قدر جھٹکے اس نے اٹھائے ہیں شاید یہ ان میں سے ایک جھٹکے کا بدلہ ہو سکے۔[3]

---

[1] (تنبیه الغافلین، باب حق الوالدین، ص ٦٣، ٦٤)

[2] (تنبیه الغافلین،باب حق الوالدین،ص ٦٤)

[3] (المعجم الصغیر،باب من اسمه ابراهیم،الحدیث ٢٥٧، الجزء ١،ص ٩٢،دارالکتب العلمیة)

ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا، کہ جو اپنے والد کو لعنت کرے وہ ملعون ہے اور جو اپنی ماں کو لعنت کرے وہ بھی ملعون ہے، جو رستے میں رُکاوٹیں ڈالے وہ بھی ملعون ہے یا نابینا کو راہ سے بہکا دے وہ بھی ملعون ہے، جو اللہ کا نام لئے بغیر جانور ذبح کردے وہ بھی ملعون ہے۔[1]

حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ متقی و پرہیزگار صحابی تھے۔ نماز، روزہ اور صدقہ جیسی عبادات بجالانے میں حددرجہ کوشاں رہتے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہوگئے اور مرض طول پکڑ گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ نے سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ عالی میں پیغام بھیجا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میرا شوہر علقمہ حالتِ نزع میں ہے، میں نے چاہا کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو ان کے حال سے آگاہ کردوں۔ چنانچہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے حضرت سیدنا عمار، حضرت سیدنا بلال اور حضرت سیدنا صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھیجا اور ارشاد فرمایا: ''ان کے پاس جاؤ اور انہیں کلمۂ شہادت کی تلقین کرو۔'' لہٰذا وہ حضرات سیدنا علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لائے اور انہیں حالت نزع میں پاکر لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تلقین کرنے لگے، لیکن وہ کلمہ شہادت ادا نہیں کر پا رہے تھے۔ ان حضرات نے شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے پاس صورتِ حال کہلا بھیجی، تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے دریافت فرمایا: ''کیا ان کے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟'' عرض کی گئی: ''یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! ان کی والدہ زندہ ہیں جو کہ بہت بوڑھی ہیں۔'' سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ

مدینہ

[1] (تنبیہ الغافلین، باب حق الوالدین، ص ۶۴)

سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ایک قاصد کو یہ پیغام دے کر ان کی والدہ کے پاس بھیجا کہ ''اگر آپ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی خدمت میں حاضر ہونے کی قدرت رکھتی ہیں تو چلیں ورنہ گھر میں ہی آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا انتظار کریں۔'' جب قاصد نے جا کر انہیں یہ بتایا تو وہ کہنے لگیں: ''آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم پر میری جان قربان! میں زیادہ حق دار ہوں کہ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوں۔'' وہ عصا کے سہارے کھڑی ہوئیں اور حسن اخلاق کے پیکر، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضر ہوئیں اور سلام عرض کیا، سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، باعث نزول سکینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے سلام کا جواب دیا اور ارشاد فرمایا: ''اے امِ علقمہ! تمہارے بیٹے علقمہ کا کیا حال ہے؟ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم! وہ بکثرت نماز پڑھنے والا، روزے رکھنے والا اور صدقہ دینے والا ہے۔'' پھر سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے دریافت فرمایا: ''اور تمہارا اپنا کیا حال ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم! میں اس پر ناراض ہوں۔'' تو آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: ''کس وجہ سے؟'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم! وہ اپنی بیوی کو مجھ پر ترجیح دیتا اور میرے معاملے میں کوتاہی کرتا ہے۔'' شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ماں کی ناراضگی نے علقمہ کی زبان کو کلمہ شہادت سے روک دیا ہے۔'' پھر آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اے بلال! جاؤ اور میرے لیے بہت ساری لکڑیاں اکٹھی کرو۔'' علقمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی والدہ نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ ان لکڑیوں کا کیا کریں گے۔'' ارشاد فرمایا: ''میں نے ارادہ کیا کہ ان کے ذریعے علقمہ کو آگ میں جلا دوں۔'' انہوں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میرا دل برداشت نہیں کر سکتا کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم میرے بیٹے کو میرے سامنے آگ میں جلائیں۔'' آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اے اِمِ علقمہ! اللہ عزوجل کا عذاب تو اس سے بھی سخت اور باقی رہنے والا ہے۔ اگر آپ کو یہ پسند ہے کہ اللہ عزوجل علقمہ کی مغفرت فرما دے تو آپ ان سے راضی ہوجائیں، اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، علقمہ کو اس کی نماز، روزے اور صدقہ نفع نہ دیں گے جب تک آپ اس سے ناراض رہیں گی۔'' انہوں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میں اللہ عزوجل اس کے فرشتوں اور یہاں موجود مسلمانوں کو گواہ بناتی ہوں کہ میں اپنے بیٹے علقمہ سے راضی ہوں۔''

حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اے بلال! علقمہ کے پاس جاؤ اور دیکھو کہ کیا اب وہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟'' لہٰذا حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے گئے اور علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گھر کے اندر سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھتے ہوئے سنا، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر میں داخل ہوئے اور فرمایا: ''اے لوگو! بے شک علقمہ کی زبان کو ان کی ماں کی ناراضگی نے کلمہ شہادت پڑھنے سے روک دیا تھا اور اب ماں کی رضامندی نے ان کی زبان کو کھول دیا ہے۔'' پھر حضرت سیدنا علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی دن وصال فرما گئے۔

سرکارِ ابد قرار، شافعِ روزِ شمار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم تشریف لائے اور ان کی تجہیز و تکفین کا حکم ارشاد فرمایا۔ پھر ان کی نماز جنازہ پڑھی اور تدفین میں بھی شرکت فرمائی،

پھر ان کی قبر کے کنارے کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا: ''اے گروہ مہاجرین وانصار! جو اپنی بیوی کو اپنی ماں پر ترجیح دے اس پر اللہ عزوجل، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اللہ عزوجل اس کے نہ نفل قبول فرمائے گا نہ ہی فرض مگر یہ کہ وہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں توبہ کرے اور اپنی ماں سے حسن سلوک کرے اور اس کی رضا چاہے کیونکہ اللہ عزوجل کی رضا ماں کی رضامندی میں ہے اور اللہ عزوجل کی ناراضگی ماں کی ناراضگی میں ہے۔''[1]

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا، والدین کے لئے دعا نہ کرنا اولاد کے گزر بسر کی کج حالی کا سبب بن جاتا ہے۔ ان سے پوچھا گیا، کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین کی وفات کے بعد بھی اُنہیں راضی کر سکے؟ فرمایا کر سکتا ہے بلکہ تین چیزوں سے، ایک یہ کہ وہ خود نیک و پرہیزگار رہے کیونکہ والدین کی سب سے بڑی خواہش یہ ہوتی ہے کہ ان کا بیٹا نیک ہو، دوسری چیز یہ کہ وہ والدین کے عزیز واقارب کے ساتھ صلۂ رحمی کرتا رہے، اور تیسری چیز یہ کہ اُن کے لئے استغفار و دعائیں کرتا رہے اور ان کے لئے صدقہ وغیرہ دیگر ایصالِ ثواب کرتا رہے۔[2]

حضرت علاء بن عبدالرحمٰن اپنے والد سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے لیکن تین عمل منقطع نہیں ہوتے، صدقہ جاریہ، علم نافع اور نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے۔[3]

مدینہ

[1] (الزواجر عن اقتراف الکبائر، الکبیرۃ الثانیۃ بعد ثلاثمائۃ، ج ۲، ص ۱۱۲، دارالفکر بیروت)
[2] (تنبیہ الغافلین، باب حق الوالدین، ص ۶۴،۶۵)
[3] (صحیح مسلم، کتاب الوصیۃ، باب ما یلحق الانسان... الخ، الحدیث ۱۶۳۱، ص ۸۸۶)

ایک اور جگہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ الآية (البقرة:۲/۲۱۵)

ترجمہ کنز الایمان: تم سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں تم فرماؤ جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو تو وہ ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور راہ گیر کے لئے ہے۔

اور فرمایا:

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ الآية (الأنعام:۶/۱۵۱)

ترجمہ کنز الایمان: تم فرماؤ آؤ میں تمہیں پڑھ سناؤں جو تم پر تمہارے رب نے حرام کیا یہ کہ اس کا کوئی شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی اور اپنی اولاد قتل نہ کرو مفلسی کے باعث ہم تمہیں اور انہیں سب کو رزق دینگے۔

آیۂ کریمہ میں ارشاد ''ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو'' کی تفسیر میں صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''کیونکہ تم پر ان کے بہت حقوق ہیں انہوں نے تمہاری پرورش کی تمہارے ساتھ شفقت اور مہربانی کا سلوک کیا تمہاری ہر خطرے سے نگہبانی کی اُن کے حقوق کا لحاظ نہ کرنا اور اُنکے ساتھ حسن سلوک کا ترک کرنا حرام ہے''۔

مزید فرماتے ہیں ''اس میں اولاد کو زندہ در گور کرنے اور مار ڈالنے کی حرمت بیان فرمائی گئی جس کا اہل جاہلیت میں دستور تھا کہ وہ اکثر ناداری کے اندیشہ سے اولاد کو

ہلاک کرتے تھے انہیں بتایا گیا کہ روزی دینے والا تمہارا ان کا سب کا اللہ ہے پھر تم کیوں قتل جیسے شدید جُرم کا ارتکاب کرتے ہو"۔[1]

حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سخت سردی کی ایک رات میں میری والدہ نے مجھ سے پانی مانگا، میں آبخورہ (گلاس) بھر کر لے آیا مگر ماں کو نیند آ گئی تھی، میں نے جگانا مناسب نہ سمجھا، پانی کا آبخورہ لیے اس انتظار میں ماں کے قریب کھڑا رہا کہ بیدار ہوں تو پانی پیش کروں۔ کھڑے کھڑے کافی دیر ہو چکی تھی اور آبخورے سے کچھ پانی بہ کر گر گیا تھا اور سخت سردی کی وجہ سے میری انگلی پر برف بن کر جم گیا تھا بہرحال جب والدۂ محترمہ بیدار ہوئیں تو میں نے آبخورہ پیش کیا تو چونکہ انگلی پر برف جم جانے کی وجہ سے وہ چپک گیا تھا لہٰذا انگلی کی کھال ادھڑ گئی اور خون بہنے لگا، ماں نے دیکھ کر پوچھا یہ کیا؟ میں نے سارا حال بیان کیا تو انہوں نے بارگاہ خداوندی میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے اور عرض کیا، اے اللہ! عزوجل میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی رہنا۔[2]

قرآن مجید میں ہے:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ	ترجمہ کنزالایمان: اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ
وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًاؕ اِمَّا یَبْلُغَنَّ	اس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا
عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا	سلوک کرو اگر تیرے سامنے ان میں ایک یا دونوں
فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا	بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے ہوں نہ کہنا اور انہیں

[1] (خزائن العرفان)

[2] (نزهة المجالس، باب بر الوالدین، ج ۱، ص ۲۶۱)

وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾ وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾

(بنيٓ إسرائيل:۱۷/۲۳-۲۴)

نہ جھڑکنا اوران سے تعظیم کی بات کہنا اور ان کے لئے عاجزی کا بازو بچھا نرم دلی سے اورعرض کر کہ اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے چھٹپن میں پالا۔

مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرمان، ''ہوں نہ کہنا'' کے تحت صدرالا فاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں،

''یعنی ایسا کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالنا جس سے یہ سمجھا جائے کہ اُنکی طبیعت پر کچھ گرانی ہے''۔

اور فرمان ''تعظیم کی بات کہنا'' کے تحت فرمایا، ''اور حسنِ اَدب کے ساتھ اُن سے خطاب کرنا **مسئلہ:** ماں باپ کو ان کا نام لے کر نہ پکارے یہ خلاف اَدب ہے اور اس میں انکی دل آزاری ہے لیکن وہ سامنے نہ ہوں تو اُنکا ذکر نام لیکر کرنا جائز ہے **مسئلہ:** ماں باپ سے اس طرح کلام کرے جیسے غلام وخادم آقا سے کرتا ہے''۔

فرمان ''عاجزی کا بازو بچھا'' کے تحت صدرالافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، ''یعنی بہ نرمی وتواضع پیش آ اور اُنکے تھکے وقت (یعنی بڑھاپے اور بیماری) میں شفقت ومحبت کا برتاؤ کر کہ انہوں نے تیری مجبوری کے وقت تجھے محبت سے پرورش کیا تھا اور جو چیز انہیں درکار ہو وہ اُن پر خرچ کرنے میں دریغ نہ کر''۔

صدرالافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید فرماتے ہیں، ''مدعا یہ ہے کہ دنیا میں بہتر سلوک اور خدمت میں کتنا بھی مبالغہ کیا جائے لیکن والدین کے احسان کا حق ادا نہیں

ہوتا اس لئے بندے کو چاہئے کہ بارگاہِ الٰہی میں اُن پر فضل ورحمت فرمانے کی دُعا کرے اور عرض کرے کہ یارب میری خدمتیں اُن کے احسان کی جزاء نہیں ہوسکتیں تو اُن پر کرم کر کہ اُن کے احسان کا بدلہ ہو **مسئلہ:** اس آیت سے ثابت ہوا کہ مسلمان کے لئے رحمت ومغفرت کی دعا جائز اور اُسے فائدہ پہنچانے والی ہے مُردوں کو ایصالِ ثواب میں بھی اُن کے لئے دُعائے رحمت ہوتی ہے لہٰذا اسکے لئے یہ آیت اصل ہے **مسئلہ:** والدین کافر ہوں تو اُن کے لئے ہدایت وایمان کی دُعا کرے کہ یہی اُن کے حق میں رحمت ہے۔ حدیث شریف میں ہے والدین کی رضا میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اُن کی ناراضی اللہ تعالیٰ کی ناراضی ہے دوسری حدیث میں ہے والدین کا فرمانبردار جہنمی نہ ہوگا اور اُن کا نافرمان کچھ بھی عمل کرے گرفتارِ عذاب ہوگا ایک اور حدیث میں ہے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا والدین کی نافرمانی سے بچو اس لئے کہ جنّت کی خوشبو ہزار برس کی راہ تک آتی ہے اور نافرمان وہ خوشبو نہ پائے گا نہ قاطع رحم نہ بوڑھا زنا کار نہ تکبّر سے اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا''۔[1]

خلیفہ ہارون الرشید نے ایک بار ایک لڑکے اور اس کے والد کو قید خانہ میں ڈالا، والد صاحب نیم گرم پانی سے ہی وضو کے عادی تھے مگر داروغہ (جیلر) نے قید خانے میں آگ جلانے سے منع کردیا، تو لڑکے نے رات بھر چراغ کے ذریعہ پانی (کا برتن) گرم کیا جب صبح ہوئی تو باپ نے وضو کا پانی کچھ گرم پایا تو بیٹے سے پوچھا یہ کہاں سے آیا؟ کہنے لگا میں نے اسے چراغ کی آگ سے گرم کیا ہے، تو یہ بات داروغہ

[1] (خزائن العرفان)

(جیلر) تک پہنچ گئی تو اس نے وہ چراغ بھی اونچا رکھوادیا پھر بیٹے نے پانی لیا اور برتن کو رات بھر اپنے دل پر رکھ کر گرم کیا یہاں تک کہ پانی میں تھوڑی سی حرارت پیدا ہو گئی تو والد نے پوچھا یہ کہاں سے گرم ہوا؟ تو بیٹے نے معاملہ بیان کیا، تو باپ نے ہاتھ اُٹھائے اور دعا کی، اے اللہ اِسے جہنم کی آگ سے محفوظ رکھنا۔[1]

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِؕ الآیۃ (الأنفال:۸/۷۵)

ترجمہ کنزالایمان: اور رشتہ والے ایک دوسرے سے زیادہ نزدیک ہیں اللہ کی کتاب میں۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

وَ الَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ وَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ یَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِؕ(۲۱) (الرعد:۱۳/۲۱)

ترجمہ کنزالایمان: اور وہ کہ جوڑتے ہیں اسے جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا اور اپنے رب سے ڈرتے اور حساب کی بُرائی سے اندیشہ رکھتے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں فرمان ''جوڑتے ہیں جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا'' کے تحت صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رقم طراز ہیں، ''یعنی اللہ کی تمام کتابوں اور اُسکے کل رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کو مان کر بعض سے منکر ہو کر ان میں تفریق نہیں کرتے یا یہ معنی ہیں کہ حقوق قرابت کی رعایت رکھتے ہیں اور رشتہ قطع نہیں کرتے اسی میں رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی قرابتیں اور ایمانی قرابتیں بھی داخل ہیں

مدینہ

[1] (نزهة المجالس، باب بر الوالدين، ج ۱، ص ۲۶۲)

سادات کرام کا احترام اور مسلمانوں کے ساتھ مودت واحسان اور اُن کی مدد اور ان کی طرف سے مدافعت اور اُن کے ساتھ شفقت اور سلام و دُعا اور مسلمان مریضوں کی عیادت اور اپنے دوستوں خادموں ہمسایوں سفر کے ساتھیوں کے حقوق کی رعایت بھی اس میں داخل ہے اور شریعت میں اسکا لحاظ رکھنے کی بہت تاکیدیں آئی ہیں بہ کثرت احادیث صحیحہ اس باب میں وارد ہیں"۔[1]

اور فرمایا:

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝۲۶
(بني إسرائيل:١٧/٢٦)

ترجمہ کنزالایمان: اور رشتہ داروں کو ان کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو اور فضول نہ اُڑا۔

تفسیر خزائن العرفان میں ہے: حق دینے سے مراد ہے، "اُن کے ساتھ صلۂ رحمی کر اور محبت اور میل جول اور خبر گیری اور موقع پر مدد اور حسن معاشرت۔ **مسئلہ:** اور اگر وہ محارم میں سے ہوں اور محتاج ہو جائیں تو اُن کا خرچ اُٹھانا یہ بھی ان کا حق ہے اور صاحبِ استطاعت رشتہ دار پر لازم ہے بعض مفسّرین نے اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی کہا ہے کہ رشتہ داروں سے سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ قرابت رکھنے والے مراد ہیں اور اُنکا حق خُمس دینا اور اُن کی تعظیم و توقیر بجالانا ہے"۔

"فضول نہ اُڑا یعنی ناجائز کام میں خرچ نہ کر۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تبذیر مال کا ناحق میں خرچ کرنا ہے"۔[2]

مدینہ

[1] (خزائن العرفان)
[2] (خزائن العرفان)

اور قرآن میں ہے:

اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ۪ وَ یَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ وَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِؕ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ(۲۷) (البقرۃ:۲/۲۷)

ترجمہ کنز الایمان: وہ جو اللہ کے عہد کو توڑ دیتے ہیں پکّا ہونے کے بعد اور کاٹتے ہیں اُس چیز کو جس کے جوڑنے کا خدا نے حکم دیا اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں وہی نقصان میں ہیں۔

صدر الافاضل ''اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں'' کے تحت فرماتے ہیں، ''رشتہ وقرابت کے تعلقات، مسلمانوں کی دوستی ومحبت، تمام انبیاء کا ماننا، کتابِ الٰہی کی تصدیق حق پر جمع ہونا، یہ وہ چیزیں ہیں جن کے ملانے کا حکم فرمایا گیا ان میں قطع کرنا بعض کو بعض سے ناحق جُدا کرنا تفرقوں کی بِنا ڈالنا ممنوع فرمایا گیا''۔[1]

اللہ تعالیٰ رشتہ داروں کا لحاظ رکھنے کا حکم فرماتا ہے:

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَؕ الآیة (النساء:۴/۱)

ترجمہ کنز الایمان: اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو۔

یعنی انہیں قطع نہ کرو۔ حدیث شریف میں ہے ''جو رزق میں کشائش چاہے اس کو چاہئے کہ صلۂ رحمی کرے اور رشتہ داروں کے حقوق کی رعایت رکھے''۔[2]

---

[1] (خزائن العرفان)

[2] (خزائن العرفان)

اور فرمایا:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾ (محمد:۴۷/۲۲)

ترجمہ کنزالایمان: تو کیا تمہارے یہ لچھّن (انداز) نظر آتے ہیں کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو۔

یوں ہی بے شمار احادیث میں بھی صلۂ رحمی کے متعلق ارشاد فرمایا گیا ہے، چنانچہ:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "يَا اَيُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْا إِلَى اللّٰهِ قَبْلَ أَنْ تَمُوْتُوْا، وَبَادِرُوْا بِالْأَعْمَالِ الصَّالِحَةِ قَبْلَ أَنْ تُشْغَلُوْا، وَصِلُوْا الَّذِيْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رَبِّكُمْ بِكَثْرَةِ ذِكْرِكُمْ لَهُ، وَكَثْرَةِ الصَّدَقَةِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ تُرْزَقُوْا وَتُنْصَرُوْا وَتُجْبَرُوْا".[1] الحديث

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا، فرمایا اے لوگو! مرنے سے پہلے اللہ تعالٰی سے توبہ کرو اور فرصت کے لمحات ختم ہونے سے پہلے نیک اعمال بجالاؤ، اور اپنے رب کا ذکر کرکے، اور پوشیدہ وظاہری طور پر خوب صدقہ کرکے اپنے رب سے تعلق کو ملاؤ۔ (جزاء یہ ہوگی کہ) روزی پاؤ گے، مدد الٰہی حاصل ہوجائے گی اور تمہارے احوال اچھے کردیئے جائیں گے۔

---

[1] (سنن ابن ماجه، كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب في فرض الجمعة، الحديث: ۱۰۸۱ ج۲، ص۵)

ایک اور مقام پر ہے:

عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِيْنِ صَدَقَةٌ، وَعَلٰى ذِي الرَّحِمِ ثِنْتَانِ: صَدَقَةٌ، وَصِلَةٌ". [1]

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ ربُّ العزت، مُحسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا، عام مسکین پر صدقہ کرنا ایک صدقہ ہے اور وہی صدقہ اپنے قرابت دار پر دو صدقے ہیں ایک صدقہ دوسرا صلہ رحمی۔

"پہلے مسکین سے مراد اجنبی مسکین ہے یعنی اجنبی مسکین کو خیرات دینے میں صرف خیرات کا ثواب ہے اور اپنے عزیز مسکین کو خیرات دینے میں خیرات کا بھی ثواب ہے اور صلہ رحمی کا بھی، صلہ رحمی یعنی اہلِ قرابت کا حق ادا کرنا بھی عبادت ہے، بہترین عبادت، پھر جس قدر رشتہ قوی اُسی قدر اُس کے ساتھ سلوک کرنا زیادہ ثواب ہے، اس لئے رب تعالیٰ نے اہلِ قرابت کا ذکر پہلے فرمایا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ﴾ "۔ [2] ([بني إسرائيل:۱۷/۲۶] ترجمہ: اور رشتہ داروں کو ان کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو (کنز الایمان))۔

---

[1] (سنن الترمذي، كتاب الزكاة، باب ما جاء في الصدقة على ذي قرابة، الحديث:۶۵۸، ج ۱، ص ۴۷۴)

(سنن ابن ماجه، كتاب الزكاة، باب فضل الصدقة، الحديث:۱۸۴۴، ج ۲، ص ۴۱۲-۴۱۳)

(سنن النسائي، كتاب الزكاة، باب الصدقة على الأقارب، الحديث:۲۵۸۲، الجزء۵، ج۳، ص۹۷)

(مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب أفضل الصدقة، الفصل الثاني، الحديث: ۱۹۳۹، ج ۱، ص۳۶۷)

[2] (مرآة المناجيح شرح مشكاة المصابيح، ج۳، ص ۱۲۲)

ایک اور حدیث شریف:

عَنْ أُمِّ كُلْثُومٍ بِنْتِ عُقْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ عَلٰى ذِي الرَّحِمِ الْكَاشِحِ".[1]

حضرت ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، ایسے اہلِ قرابت پر صدقہ کرنا افضل ہے جو پوشیدہ دشمنی رکھتا ہو۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، اگر کسی شخص کے رشتہ دار قریب ہوں تو اس پر لازم ہے کہ ان کے ساتھ تحائف و ملاقات کے ذریعہ صلۂ رحمی کرے، اگر مالی طور پر صلۂ رحمی پر قادر نہ ہو تو ان سے ملا کرے اور ضرورتاً ان کے کاموں میں ہاتھ بٹائے اور اگر دور ہوں تو ان سے مراسلہ کرے اور (سفر کر کے) ان کے پاس جانے کی طاقت رکھتا ہو تو (خط لکھنے سے) خود جانا افضل ہے۔[2]

اہلِ قرابت پر صدقہ کرنے سے اس کا ثواب دونا ہو جاتا ہے، چنانچہ:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

---

[1] (صحیح ابن خزیمۃ، باب فضل الصدقۃ علی ذي رحم الکاشح، الحدیث: ۲۳۸۶، ج ۴، ص۷۷۔۷۸)
(مسند الشھاب، أفضل الصدقۃ إصلاح ذات البین، الحدیث: ۱۲۸۰، ج ۲، ص ۲۴۴)
(المعجم الکبیر، الحدیث: ۲۰۴، ج ۲۵، ص ۸۰)

[2] (تنبیہ الغافلین، ص۷۰)

قَالَ: "إِنَّ الصَّدَقَةَ عَلٰى ذِيْ قَرَابَةٍ يُضَعَّفُ أَجْرُهَا مَرَّتَيْنِ".[1]
نے فرمایا، بے شک اہلِ قرابت پر صدقہ کا ثواب دوگنا بڑھا دیا جاتا ہے۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، کہ صلۂ رحمی میں دس اچھی خصلتیں ہیں؛ ایک یہ کہ اس سے اللہ راضی ہوتا ہے کیونکہ صلۂ رحمی خود اسی کا حکم ہے۔ دوسری یہ کہ صلۂ رحمی سے انہیں دلی اطمینان حاصل ہوتا ہے اور حدیث شریف میں بھی ہے کہ افضل اعمال وہ ہیں جو مومن کو مطمئن کریں۔ تیسری اچھی خصلت یہ ہے کہ فرشتے خوش ہوتے ہیں۔ چوتھی یہ کہ لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں۔ پانچویں یہ کہ صلۂ رحمی سے شیطان لعین غمناک ہوتا ہے۔ چھٹی یہ کہ عمر میں برکت ہوتی ہے۔ ساتویں اچھی خصلت رزق میں برکت۔ آٹھویں اچھی خصلت اچھی موت۔ نویں، محبت میں زیادتی، کیونکہ جن پر اس نے احسان کئے ہوں گے سب اس کی خوشی وغم میں شریک ہوں گے اور اس پر اس کی مدد بھی کرتے رہیں گے جس کی وجہ سے اس کی محبت لوگوں کے نزدیک اور بڑھے گی اور دسویں اچھی خصلت موت کے بعد زیادتیٔ اجر ہے، کیونکہ لوگ اس کی موت کے بعد اس کے احسانات کو یاد کرکے اس کے لئے ایصالِ ثواب و دُعا کریں گے۔[2]

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے صلۂ رحمی کرنے والوں کے لئے عذابِ قیامت سے بچاؤ کا مژدہ عطا فرمایا، چنانچہ:

---

[1] (المعجم الكبير للطبراني، الحديث: ۷۸۳۴، ج۸، ص۲۰۶)
[2] (تنبيه الغافلين، ص ۷۱)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَالَّذِيْ بَعَثَنِيْ بِالْحَقِّ لَا يُعَذِّبُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ رَحِمَ الْيَتِيْمَ، وَلَانَ لَهُ فِي الْكَلَامِ، وَرَحِمَ يُتْمَهُ وَضُعْفَهُ، وَلَمْ يَتَطَاوَلْ عَلٰى جَارِهٖ بِفَضْلِ مَا آتَاهُ اللّٰهُ". وَقَالَ: "يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَالَّذِيْ بَعَثَنِيْ بِالْحَقِّ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَدَقَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ رَجُلٍ، وَلَهُ قَرَابَةٌ مُحْتَاجُوْنَ إِلٰى صِلَتِهٖ. وَيَصْرِفُهَا إِلٰى غَيْرِهِمْ، وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں، نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، اس ذاتِ پاک کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، اللہ تعالیٰ اس شخص کو بروز قیامت عذاب نہ دیگا جو یتیم پر رحم کھائے اور اس سے نرم گفتگو کرے اور اسکی یتیمی اور کمزوری پر رحم کھائے۔ اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ (مال و متاع) کی وجہ سے اپنے ہمسائے پر نہ اِترائے، اور فرمایا اے امتِ محمد! اس ذات مقدس کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت اس شخص سے صدقہ قبول نہ فرمائے گا جس کے اہلِ قرابت محتاجِ رحم ہوں اور وہ غیروں کو بانٹتا پھرے۔ اس ذات اقدس کی قسم ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت نظرِ رحمت نہ فرمائے گا۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے:

---

[1] (المعجم الأوسط للطبراني، الحديث: ۸۸۲۸، ج۸، ص۳۴۶)

عَنْ بَھْزِ بْنِ حَکِیْمٍ عَنْ أَبِیْهِ عَنْ جَدِّہٖ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ أَبَرُّ؟ قَالَ: "أُمَّکَ، ثُمَّ أُمَّکَ، ثُمَّ أُمَّکَ، ثُمَّ أَبَاکَ، ثُمَّ الْأَقْرَبَ فَالْأَقْرَبَ". [1]

حضرت بہز بن حکیم اپنے والد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور وہ ان کے دادا سے روایت نقل کرتے ہیں فرماتے ہیں، میں نے عرض کی، یا رسول اللہ کون زیادہ حقدار ہے، فرمایا تیری ماں، پھر تیری ماں، پھر تیری ماں پھر تیرا باپ پھر قریب ترین رشتہ دار اور پھر قریب تر۔

پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کی ہمیشگی بندے کی نیکیوں میں اضافے کا سبب ہے، ہمیشہ کم یا زیادہ صدقہ کرتے رہنا، ہمیشہ تھوڑی یا زیادہ صلۂ رحمی کرتے رہنا، ہمیشہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہنا، پانی کے اسراف کے بغیر ہمیشہ باوضو رہنا، اور ہمیشہ والدین کی اطاعت وفرمانبرداری کرنا۔ [2]

یوں ہی اہلِ قرابت رشتہ دار کے ساتھ استطاعت ہوتے ہوئے، بخل کرنے پر وعید ہے، چنانچہ:

عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ الْبَجَلِيِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْ ذِيْ رَحِمٍ

حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں، شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم نے فرمایا: جو اپنے اہل قرابت رشتہ دار سے اس کے ضرورت سے زائد

مدینہ

[1] (سنن الترمذي، کتاب البر والصلة، باب ما جاء في بر الوالدین، الحدیث: ۱۸۹۷، ج۳، ص ۶۱)
[2] (تنبیه الغافلین، ص ۷۱)

يَـأْتِيْ ذَا رَحِمِهِ، فَيَسْـأَلُـهُ فَضْلاً أَعْطَاهُ اللّٰهُ إِيَّاهُ فَيَبْخَلُ عَلَيْهِ إِلَّا أَخْرَجَ اللّٰهُ لَهُ مِنْ جَهَنَّمَ حَيَّةً يُقَالُ لَهَا شُجَاعٌ يَتَلَمَّظُ فَيُطَوَّقُ بِهِ". [1]

مال میں سے سوال کرے اور وہ بخل کرے (اسے نہ دے) تو اللہ عزوجل اس کے لیے جہنم سے ایک سانپ نکالے گا جسے شُجَاع کہا جاتا ہے وہ زبان باہر نکالتا ہوگا اور اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈالا جائے گا۔

ایک اور حدیث میں ہے:

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَيُّمَا رَجُلٍ أَتَاهُ ابْنُ عَمِّهِ يَسْأَلُهُ مِنْ فَضْلِهِ فَمَنَعَهُ، مَنَعَهُ اللّٰهُ فَضْلَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ". [2]

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں، سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، جس شخص سے اُس کا چچازاد بھائی اس کے فضل (یعنی ضرورت سے زائد مال میں) سے کچھ طلب کرنے کے لئے آئے اور وہ اسے نہ دے تو بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ اُس شخص سے اپنا فضل روک لے گا۔

ایک اور حدیث میں ارشاد نبوی ہے:

عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، میں نے اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

---

[1] (المعجم الأوسط للطبراني، الحديث: ۲۳۴۴، ج۲، ص۳۲۲)

[2] (المعجم الصغير للطبراني، الحديث: ۹۳، ص۴۷)
(المعجم الأوسط، الحديث: ۱۱۹۵، ج۲، ص۴۵)

مَاذَا يُنْجِي الْعَبْدَ مِنَ النَّارِ؟ قَالَ: "الْإِيْمَانُ بِاللّٰهِ". قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَعَ الْإِيْمَانِ عَمَلٌ؟ قَالَ: "أَنْ تَرْضَخَ مِمَّا رَزَقَكَ اللّٰهُ". قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، فَإِنْ كَانَ فَقِيْراً لَا يَجِدُ مَا يَرْضَخُ؟ قَالَ: "يَأْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ". قُلْتُ: إِنْ كَانَ لَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ يَّأْمُرَ بِالْمَعْرُوْفِ، وَلَا يَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ؟ قَالَ: "فَلْيُعِنِ الْأَخْرَقَ". قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ لَا يُحْسِنُ أَنْ يَّصْنَعَ؟ قَالَ: "فَلْيُعِنْ مَظْلُوْماً". قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ ضَعِيْفاً لَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ يُّعِيْنَ مَظْلُوْماً؟ قَالَ: "مَا تُرِيْدُ أَنْ تَتْرُكَ لِصَاحِبِكَ مِنْ خَيْرٍ، لِيُمْسِكْ أَذَاهُ عَنِ النَّاسِ". قُلْتُ:

سے عرض کی، بندے کو کونسی چیز آگ سے بچاتی ہے؟ فرمایا، اللہ تعالیٰ پر ایمان، میں نے عرض کی، اے اللہ کے نبی کیا ایمان کے ساتھ کوئی عمل بھی ہے؟ فرمایا، جو کچھ اللہ عزوجل نے تمہیں عطا فرمایا ہے اس میں سے تھوڑا بہت صدقہ کرنا میں نے عرض کی یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اگر کوئی فقیر ہو کہ صدقہ دینے کے لیے کچھ نہ پائے تو؟ ارشاد فرمایا نیکی کا حکم کرے اور برائی سے روکے، میں نے عرض کی، اگر کوئی نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کی استطاعت بھی نہ پائے تو؟ فرمایا کسی بے ہنر کی مدد کرے، میں نے عرض کی، یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم آپ کیا فرماتے ہیں کہ اگر وہ اسے بھی بخوبی نہ کرسکے؟ تو فرمایا کہ کسی مظلوم کی مدد کرے، میں نے عرض کی اے اللہ کے نبی! صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم آپ کی کیا رائے ہے کہ اگر وہ کمزور ہو اور مظلوم کی مدد نہ کرسکے تو؟ فرمایا کیا تو اپنے ساتھی کے لیے کوئی بھلائی نہیں چھوڑنا چاہتا، اسے چاہیے کہ لوگوں کو اپنی ذات سے تکلیف پہنچنے سے بچائے، میں نے عرض کی،

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ إِنْ فَعَلَ هٰذَا يُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ؟ قَالَ: "مَا مِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ يُصِيْبُ خَصْلَةً مِّنْ هٰذِهِ الْخِصَالِ إِلَّا أَخَذَتْ بِيَدِهِ حَتّٰى تُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ".[1]

یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم آپ کیا فرماتے ہیں کہ اگروہ یہ اعمال کرے تو یہ اسے جنت میں داخل کردیں گے؟ فرمایا جو بھی مومن بندہ ان خصائل میں سے کسی خصلت کو اختیار کرلے گا وہ خصلت اس کا ہاتھ پکڑکر اسے جنت میں لے جائے گی۔

اپنے دینی بھائی کو کھلانا، ایک درہم صدقہ کرنے سے زیادہ محبوب ہے اور اپنے دینی بھائی پر ایک درہم صدقہ کرنا، غیر پر سو درہم صدقہ کرنے سے زیادہ محبوب ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَأَنْ أُطْعِمَ أَخاً لِيْ فِي اللّٰهِ لُقْمَةً أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَتَصَدَّقَ عَلٰى مِسْكِيْنٍ بِدِرْهَمٍ، وَلَأَنْ أُعْطِيَ أَخاً لِيْ فِي اللّٰهِ دِرْهَماً أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَتَصَدَّقَ عَلٰى مِسْكِيْنٍ بِمِائَةِ دِرْهَمٍ".[2]

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے آپ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال،، دافِعِ رنج ومَلال، صاحبِ جُود ونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، مجھے کسی اجنبی مسکین پر ایک درہم خرچ کرنے سے زیادہ محبوب ہے کہ میں اپنے دینی بھائی کو ایک لقمہ کھلاؤں اور کسی اجنبی مسکین کو ایک سو درہم صدقہ کرنے سے زیادہ پسند ہے کہ اپنے دینی بھائی کو ایک درہم دوں۔

---

[1] (الترغيب والترهيب، كتاب الصدقات، الترغيب في الصدقة والحث عليها... إلخ، الحديث: ۳۴۔۳۵، ج۲، ص۱۳)

[2] (تاريخ جرجان، الحديث: ۶۱۸، ج۱، ص۳۵۹)

اسی طرح کا مفہوم ایک اور حدیث میں ہے:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: لَأَنْ أَجْمَعَ نَفَراً مِنْ إِخْوَانِي عَلٰى صَاعٍ، أَوْ صَاعَيْنِ مِنْ طَعَامٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَدْخُلَ سُوْقَكُمْ فَأَشْتَرِي رَقَبَةً فَأُعْتِقَهَا.[1]

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں، مجھے تمہارے بازار میں آ کے غلام خرید کر آزاد کردینے سے زیادہ عزیز ہے کہ میں اپنے بھائیوں کو ایک یا دو صاع کھانا کھلا دوں۔

تین قسم کے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا سایۂ رحمت ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ نَشَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ كَنَفَهُ، وَأَدْخَلَهُ جَنَّتَهُ: رِفْقٌ بِالضَّعِيْفِ، وَشَفَقَةٌ عَلَى الْوَالِدَيْنِ، وَإِحْسَانٌ إِلَى الْمَمْلُوْكِ. وَثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں، خاتم المُرسلین، رحمۃ للعالمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، محبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق و امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، تین صفات ایسی ہیں کہ جس شخص میں ہوں گی اللہ عزوجل اس پر اپنی رحمت کا سایہ کردے گا اور اسے اپنی جنت میں داخل فرمائے گا۔ (وہ صفات یہ ہیں) کمزور کے ساتھ نرمی برتنا، والدین پر شفقت کرنا اور غلاموں کے ساتھ احسان کرنا۔ اور تین صفات وہ ہیں کہ جس شخص

مدینہ

[1] (تہذیب الکمال، الحدیث: ۵۶۵۴، ج ۲۶، ص ۵۵۲)

فِيْـهِ أَظَلَّـهُ اللّٰـهُ عَزَّوَجَلَّ تَحۡتَ عَرۡشِهِ يَوۡمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: اَلۡوُضُوۡءُ فِي الۡمَكَارِهِ، وَالۡمَشۡيُ إِلَى الۡمَسَاجِدِ فِي الظُّلَمِ، وَإِطۡعَامُ الۡجَائِعِ".[1]

میں ہوں گی اسے اللہ عزوجل اس دن اپنے عرش کے سایہ میں رکھے گا جس دن اس کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا (وہ صفات یہ ہیں) سخت مشکل میں وضو کرنا، اندھیرے میں مساجد کو جانا، اور بھوکے کو کھانا کھلانا۔

نیک بندے کی پہچان کیا ہے؟

سرکارِ نامدار، دوعالم کے مالِک ومختار، شَہَنشاہِ اَبرار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا ارشادِ حقیقت بُنیاد ہے، بے شک لوگوں میں سے وہ لوگ بُرے ہیں جن سے لوگ محض ان کے شر کی وجہ سے بچتے ہوں۔ (مُوطا امام مالک، ج ۲، ص ۴۰۳، حدیث ۱۷۱۹)

مزید سلطانِ دوجہان، شَہَنشاہِ کون ومکان، رحمتِ عالمیان صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے، اللہ تعالٰی کے نیک بندے وہ ہیں جنہیں دیکھیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ یاد آجائے اور اللہ تعالٰی کے بُرے بندے وہ ہیں جو چُغل خوری کرتے، دوستوں میں جدائی ڈالتے اور نیک لوگوں کے عیب تلاش کرتے ہیں۔

(مسند امام احمد، ج ۶، ص ۲۹۱، حدیث ۱۸۰۲۰)

---

[1] (الترغيب والترهيب، كتاب الصدقات، الترغيب في إطعام الطعام وسقي الماء... إلخ، الحديث: ۲۲، ج ۲، ص ۳۷)

مال جمع کرنا کیسا ہے؟

''مال جمع رکھنا بعد وفات چھوڑ جانا حلال ہے جبکہ اس سے زکوٰۃ، فطرہ، قربانی، حقوق العباد ادا کئے جاتے رہے ہوں، یہ کنز میں داخل نہیں جس کی قرآن میں برائی آئی ہے''۔[1]

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُهْدِيَ لَهُ ثَلَاثُ طَوَايِرَ فَأَطْعَمَ خَادِمَهُ طَيْراً، فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ أَتَاهُ بِهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَلَمْ أَنْهَكَ أَنْ تُخَبِّئَ شَيْئاً لِغَدٍ، إِنَّ اللّٰهَ يَأْتِي بِرِزْقِ كُلِّ غَدٍ".[2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تین پرندے ھدیۃً پیش کئے گئے تو آپ نے ایک پرندہ اپنے غلام کو کھانے کے لئے عطا فرما دیا، دوسرے روز غلام وہ پرندہ لے آیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ میں نے تجھے منع نہ کیا تھا کہ کل کے لئے کچھ بچا کر نہ رکھا کر، بے شک اللہ تعالیٰ ہر دوسرے دن کا رزق عطا فرماتا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم! جو شخص درہم (مال) کی عزت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ذلت دیتا ہے۔

---

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ۳، ص۸۸)

[2] (مسند أبي يعلى، الحديث: ۴۲۲۳، ج۷، ص۲۲۴)

(شعب الإيمان، باب التوكل والتسليم، الحديث: ۱۳۴۸، ج۲، ص۱۱۹)

منقول ہے کہ سب سے پہلے درہم و دینار بنے تو شیطان نے ان کو اٹھا کر اپنی پیشانی پر رکھا پھر ان کو چوما اور بولا: جس نے ان سے محبت کی وہ میرا غلام ہے۔ (العیاذ باللہ)

حضرت سمیط بن عجلان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: درہم و دینار (مال و دولت) منافقوں کی لگامیں ہیں وہ ان کے ذریعہ دوزخ کی طرف کھینچے جائیں گے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: درہم بچھو ہیں اگر تم اس کے زہر کا اتار نہیں جانتے تو اسے نہ پکڑو کیوں کہ اگر اس نے ڈس لیا تو اس کا زہر تمہیں ہلاک کردے گا۔ عرض کیا گیا: اس کا اتار کیا ہے؟ فرمایا: حلال طریقے سے حاصل کرنا اور اس کے حقوق واجبہ ادا کرنا۔

حضرت علاء بن زیاد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: دنیا خوب بناؤ سنگھار کرکے میرے سامنے مثالی صورت میں آئی۔ میں نے کہا: میں تیرے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔ وہ بولی: اگر آپ مجھ سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں تو درہم و دینار سے نفرت کیجئے اس لئے کہ درہم و دینار وہ چیزیں ہیں جن کے ذریعہ آدمی ہر قسم کی دنیا حاصل کرتا ہے لہٰذا جو ان دونوں (یعنی درہم و دینار) سے صبر کرے گا (یعنی دور رہے گا) وہ دنیا سے بھی صبر کرلے گا۔

مزید امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی نے درج ذیل عربی اشعار نقل کئے ہیں:

إِنِّيْ وَجَدْتُّ فَلَا تَظُنُّوْا غَيْرَهٗ ۔۔۔ أَنَّ التَّوَرُّعَ عِنْدَ هٰذَا الدِّرْهَمِ

فَإِذَا قَدَرْتَ عَلَيْهِ ثُمَّ تَرَكْتَهٗ ۔۔۔ فَاعْلَمْ أَنَّ تُقَاكَ تَقْوَى الْمُسْلِمِ

میں نے تو (یہ راز) پالیا ہے پس تم بھی اس کے علاوہ کچھ اور گمان مت کرو اور یہ نہ سمجھو کہ تقویٰ اس درہم کے پاس ہے۔ بلکہ جب تم اس پر قادر ہونے کے

باوجود اسے ترک کر دو تو جان لو کہ تمہارا تقویٰ ایک مسلمان کا تقویٰ ہے۔

لَا یَغُرَّنَّکَ مِنَ الْمَرْءِ قَمِیْصٌ رُقِّعَہٗ
أَوْ إِزَارٌ فَوْقَ عَظْمِ السَّ اقِ مِنْہُ رُفِعَہٗ
أَوْ جَبِیْنٌ لَاحَ فِیْہِ أَثَرٌ قَدْ خَلَعَہٗ
أَرِہُ الدِّرْہَمَ تَعْرِفُ حُبَّہٗ أَوْ وَرَعَہٗ

کسی آدمی کی قمیص پر لگے ہوئے پیوند یا پنڈلی سے اوپر کی ہوئی شلوار یا اس کی پیشانی جس میں (سجدے کے) نشانات ہوں، کو دیکھ کر دھوکہ نہ کھانا یہ دیکھو کہ وہ درہم (روپے پیسے) سے محبت کرتا ہے یا اس سے دور رہتا ہے۔[1]

ایک اور حدیث شریف:

عَنْ أَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: کَانَ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَدَّخِرُ شَیْئًا لِغَدٍ.[2]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کل کے لئے کچھ ذخیرہ نہ فرماتے۔

[1] (إحیاء علوم الدین، کتاب ذم البخل وذم حب المال، بیان ذم المال وکراھۃ حبہ، ج۳، ص۳۱۲۔۳۱۳)

[2] (سنن الترمذي، کتاب الزھد، باب ما جاء في معیشۃ النبي صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم وأھلہ، الحدیث: ۲۳۶۲، ج۴، ص۱۶۲)
(نوادر الأصول في أحادیث الرسول، ج۳، ص۷۶)
(صحیح ابن حبان، ذکر العلۃ التي من أجلھا کان صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم الأحوال التي وصفناھا، الحدیث: ۶۳۵۶، ج۱۴، ص۲۷۰)
(الکامل في ضعفاء الرجال، ج۲، ص۱۴۹)
(تاریخ بغداد، الحدیث: ۳۵۳۸، ج۷، ص۹۷)
(میزان الاعتدال في نقد الرجال، ج۲، ص۱۳۹)

=

حضرت مسلمہ بن عبدالملک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے مروی ہے کہ وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے وصال کے وقت ان کے پاس حاضر ہوئے اور کہا: اے امیر المومنین! آپ نے ایسا کام کیا ہے جو آپ سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔ آپ نے اولاد چھوڑی ہے لیکن ان کے لئے درہم اور دینار نہیں چھوڑے۔ حالانکہ آپ کے تیرہ بچے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: مجھے بٹھاؤ چنانچہ انہوں نے آپ کو بٹھایا آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: تمہارا یہ کہنا کہ میں نے ان کے لئے درہم اور دینار نہیں چھوڑے تو میں نے ان کا حق نہیں روکا لیکن دوسروں کا حق ان کو نہیں دیا اور میری اولاد کی دو حالتیں ہیں اگر وہ اللہ تعالٰی کی اِطاعت کریں گے تو وہ ان کو کفایت کرے گا کہ اللہ تعالٰی نیک لوگوں کو کفایت کرتا ہے اور اگر وہ نافرمان ہوں گے تو مجھے اس بات کی پرواہ نہیں کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔[1]

ایک روایت میں ہے کہ حضرت کعب قرظی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو بہت سا مال ملا تو ان سے کہا گیا: اچھا ہوتا اگر آپ اپنے بعد اپنی اولاد کے لئے جمع رکھتے۔ انہوں نے فرمایا: نہیں بلکہ میں اسے اپنے لئے اپنے رب عزوجل کے پاس جمع کروں گا اور اپنی اولاد کے معاملہ میں اپنے رب عزوجل پر توکل کروں گا۔[2]

طبرانی کی ایک حدیث میں ہے:

= (الأحاديث المختارة، الحديث: ١٠١٦، ج٤، ص٤٢٤)

(موارد الظمآن، الحديث: ٢٥٥٠، ص٦٣٣)

(لسان الميزان لابن حجر، الحديث: ٢٠١٢ ج١، ص٣٣٢)

(الجامع الصغير للسيوطي، الحديث: ٤١٤، ص٢٤٣)

[1] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، بيان ذم المال و كراهة حبه، ج٣، ص٣١٣)

[2] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، بيان ذم المال و كراهة حبه، ج٣، ص٣١٣)

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ: "إِنِّي لَأَلِجُ هٰذِهِ الْغُرْفَةَ مَا أَلِجُهَا إِلَّا خَشْیَةَ أَنْ یَّکُوْنَ فِیْهَا مَالٌ فَأُتَوَفّٰی، وَلَمْ أُنْفِقْهُ".[1]	حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا کرتے: میں اس کمرے میں خوف کے ساتھ ہی داخل ہوتا ہوں کہ کہیں اس میں مال ہو اور میں اسے خرچ کیے بغیر وصال فرما جاؤں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ کیا بات ہے کہ آپ تو پانی پر چل سکتے ہیں مگر ہم نہیں؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تمہارے نزدیک درہم اور دینار کا کیا مرتبہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا: اچھا رتبہ ہے، تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: لیکن میرے نزدیک درہم و دینار اور مٹی کے ڈھیلے برابر ہیں۔[2]

ایک اور حدیث شریف:

عَنْ أَبِي سَعِیْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا أُحِبُّ أَنَّ لِي أُحُداً ذَهَباً أَبْقٰی صُبْحَ ثَالِثَةٍ وَعِنْدِيْ	حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہنشاہ خوش خصال، پیکر حسن وجمال، دافع رنج و ملال، صاحب جودونوال، رسول بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں پسند نہیں کرتا کہ اُحد پہاڑ میرے لئے سونے کا ہو اور

مدینہ

[1] (المعجم الکبیر للطبرانی، الحدیث: ۷۱۰۵، ج۷، ص۲۶۹)

[2] (إحیاء علوم الدین، کتاب ذم البخل وذم حب المال، بیان ذم المال وکراھة حبه، ج۳، ص ۳۱۱-۳۱۲)

مِنْهُ شَيْءٌ إِلَّا شَيْئًا أُعِدُّهُ لِدَيْنٍ". رواه البزار[1]

میں تیسری صبح تک اس سے سوائے اپنے قرض کی ادائیگی کے کچھ بچا رکھوں۔

مروی ہے کہ ایک شخص نے ابوعبدِ رب سے کہا: اے میرے بھائی! ایسا نہ ہو کہ تم دنیا سے برائی کے ساتھ جاؤ اور مال اپنی اولاد کے لئے چھوڑ جاؤ یہ سن کر ابوعبدِ رب نے اپنے مال سے ایک لاکھ درہم خیرات کر دیئے۔[2]

ایک دوسری حدیث شریف:

عَنْ أَبِي ذَرٍّ، أَنَّهُ اسْتَأْذَنَ عَلَى عُثْمَانَ، فَأَذِنَ لَهُ وَبِيَدِهِ عَصَاهُ، فَقَالَ عُثْمَانُ: يَا كَعْبُ! إِنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ تُوُفِّيَ وَتَرَكَ مَالًا، فَمَا تَرٰى فِيهِ؟ فَقَالَ: إِنْ كَانَ يَصِلُ فِيهِ حَقَّ اللّٰهِ، فَلَا بَأْسَ عَلَيْهِ. فَرَفَعَ أَبُو ذَرٍّ عَصَاهُ فَضَرَبَ كَعْبًا وَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضری کی اجازت مانگی، آپ نے انہیں اجازت دے دی ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں ان کی لاٹھی تھی، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے کعب! عبدالرحمٰن کی وفات ہوئی اُنہوں نے بہت مال چھوڑا اس بارے میں تمہاری رائے کیا ہے؟ فرمایا کہ اگر اُس میں اللہ کا حق ادا کرتے ہوں تو کوئی حرج نہیں، تب ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لاٹھی اُٹھا کر کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ماری اور فرمایا:

مدینہ

[1] (مسند البزار، عبيد اللّٰه عن عباس عن أبي ذر، الحديث: ۳۸۹۹، ج ۹، ص ۳۴۲)
(الترغيب والترهيب، كتاب الصدقات، الترغيب في الإنفاق في وجوه الخير كرماً...إلخ، الحديث: ۲۲، ج ۲، ص ۳۰)

[2] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، بيان ذم المال و كراهة حبه، ج ۳، ص ۳۱۳)

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: ”مَا أُحِبُّ لَوْ أَنَّ لِيْ هٰذَا الْجَبَلَ ذَهَبًا أُنْفِقُهُ وَيُتَقَبَّلُ مِنِّيْ أَذَرُ خَلْفِيْ مِنْهُ سِتَّ أَوَاقِيَّ“ أَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ يَا عُثْمَانُ! أَسَمِعْتَهُ؟! ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ: نَعَمْ.[1]

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے پاس اس پہاڑ برابر سونا ہو جسے میں خیرات کروں اور وہ قبول ہو جائے کہ اس میں سے چھ اوقیہ اپنے پیچھے چھوڑ دوں۔ پھر آپ نے تین بار فرمایا: اے عثمان! تمہیں اللہ کی قسم! کیا تم نے حضور کو یہ کہتے سُنا؟ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہاں۔

مفتی احمد یار خان نعیمی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: کندھوں تک دراز لاٹھی تھی جو اُن کے ساتھ رہتی تھی، لاٹھی ساتھ رکھنا سُنّت ہے اور اس کے بہت فوائد ہیں۔

مزید فرماتے ہیں: یعنی عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی میں کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسئلہ پوچھا کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت مال چھوڑ کر وفات پا گئے ہیں تمہارا کیا خیال ہے، آیا مال جمع کرنا اور بال بچّوں کے لئے چھوڑ جانا جائز ہے یا نہیں، مرقات میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے دو لاکھ دینار چھوڑے تھے، خیال رہے کہ حضرت ابو ذر غفاری زاہد ترین صحابی تھے ان کا خیال تھا کہ: شعر

تج ڈال مال و دھن کو، کوڑی نہ رکھ کفن کو ❁ جس نے دیا ہے تن کو، دے گا وہی کفن کو

[1] (المسند للإمام أحمد بن حنبل، مسند عثمان بن عفان، الحديث: ۴۵۳، ج ۱، ص ۲۱۳)

(مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب الإنفاق و كراهية الإمساك، الحديث: ۱۸۸۲، ج ۱، ص ۳۵۸)

زہد و ترک دنیا کی احادیث پر سختی سے عامل تھے اس لئے ان کی موجودگی میں یہ سوال و جواب ہوئے تاکہ وہ حکم شرعی اور زہد میں نیز تقویٰ و فتویٰ میں فرق کرلیں۔

مزید فرماتے ہیں: مال جمع رکھنا، بعد وفات چھوڑ جانا حلال ہے جبکہ اس سے زکوٰۃ، فطرہ، قربانی، حقوق العباد ادا کئے جاتے رہے ہوں، یہ کنز میں داخل نہیں جس کی قرآن کریم میں بُرائی آئی ہے۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لاٹھی مارنے کی وضاحت میں فرماتے ہیں: یہ مارنا بحالت جذب تھا، آپ اپنے نفس پر قابو نہ پا سکے، چونکہ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بزرگ ترین صحابی تھے، تمام صحابہ آپ کا بہت احترام کرتے ان کی ناراضی یا مار پر ناراض نہ ہوتے تھے، جیسے آج بھی سعادت مند جوان محلّہ کے بزرگوں کی سختی پر ناراض نہیں ہوتے اس لئے خلیفۃ المؤمنین نے ان سے قصاص کے لئے نہ کہا نہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ بُرا منایا۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کی یہ مار تادیب و سرزنش کے لئے ہو کہ تم تو کہہ رہے ہو مال جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں حالانکہ امیر سخی بھی مسکینوں سے پانچ سو برس بعد جنّت میں جائیں گے، حساب میں دیر لگے گی۔ یہاں مرقات میں ہے کہ بعد میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ سے مقام ربذہ میں بھیج دیا تھا آپ تا وفات وہاں ہی رہے کیونکہ آپ کی طبیعت بہت جلالی تھی۔

خلاصۂ جواب یہ ہے: اے کعب! رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم تو کہتے ہو مال جمع کرنے میں حرج نہیں جبکہ اُس سے فرائض ادا کردیئے جائیں، مگر میں نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا، مال سارے کا سارا خیرات کردینا کچھ باقی نہ رکھنا سنت ہے

اور جمع کرنا خلاف سنت کیا خلاف سنت میں حرج نہیں ہوتا۔ مگر یہ جود و سخا حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے کہ خود حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے سب گھر والے سید المتوکلین تھے۔[1]

ایک اور حدیث شریف:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا تُوُفِّيَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُوْجَدْ لَهُ كَفَنٌ، فَأَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "اُنْظُرُوْا إِلٰى دَاخِلَةِ إِزَارِهِ"، فَأُصِيْبَ دِيْنَارٌ، أَوْ دِيْنَارَانِ، فَقَالَ: "كَيَّتَانِ".[2] واللفظ للطبراني.

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ عہد رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کوئی شخص مرگیا تو اس کے لئے کفن نہ مِلا، تاجدارِ رسالت، شہنشاہ نبوت، مخزنِ جودوسخاوت، پیکر عظمت و شرافت، محبوب رب العزت، محسن انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے، فرمایا: اسکی اِزار میں دیکھو۔ (دیکھا) تو ایک یا دو دینار مِلے تو آپ نے فرمایا: یہ آگ کے دو داغ ہیں۔

---

[1] (مرآة المناجیح شرح مشکاة المصابیح، ج۳، ص۸۸۔۸۹)

[2] (المسند للإمام أحمد بن حنبل، أبو أمامة الباهلي، الحديث:۲۲۲۵۷۴، ج۷، ص۴۱۰)
(الزهد لهناد، الحديث:۶۳۱۳، ج۱، ص۳۴۱)
(مسند أبي يعلى، الحديث:۷۴۹۹۷، ج۸، ص۴۱۵)
(مسند الشاميين للطبراني، الحديث:۶۸۹، ج۱، ص۳۹۷)
(المعجم الكبير للطبراني، الحديث:۷۵۰۶، ج۸، ص۱۰۵)

ایک اور حدیث شریف:

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ جَالِساً عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُتِيَ بِجَنَازَةٍ، ثُمَّ أُتِيَ بِأُخْرٰى، فَقَالَ: "هَلْ تَرَكَ مِنْ دَيْنٍ"؟، قَالُوْا: لَا. قَالَ: "فَهَلْ تَرَكَ شَيْئاً"؟ قَالُوْا: نَعَمْ ثَلَاثَةَ دَنَانِيْرَ، فَقَالَ: بِأَصَابِعِهِ: "ثَلَاثُ كَيَّاتٍ".[1]

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں بارگاہِ نبوی میں بیٹھا تھا کہ ایک جنازہ لایا گیا پھر دوسرا جنازہ لایا گیا تو سرکار والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روزشمار، دو عالم کے مالک ومختار، حبیب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی قرض چھوڑا ہے؟ عرض کی: نہیں، فرمایا: تو کیا کوئی اور چیز چھوڑ گیا؟ عرض کی: جی تین دینار تو آپ نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: یہ آگ کے تین داغ ہیں۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: دو مصیبتیں ایسی ہیں جن کی

---

[1] (المسند للإمام أحمد بن حنبل، مسند سلمة بن الأكوع، الحديث: ١٦٦٢٤، ج٥، ص٦٤٣)
(صحيح البخاري، كتاب الحوالات، باب إن أحال دين الميت على رجل جاز، الحديث: ٢٢٨٩، ج٢، ص٦٤)
(مسند الروياني، مسند سلمة بن الأكوع، الحديث: ١١٢٧، ج٢، ص١٥٩)
(صحيح ابن حبان، الحديث: ٣٢٦٤، ج٨، ص٥٤)
(السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الضمان، باب وجوب الحق بالضمان، الحديث: ١١٣٩٦، ج٦ ص١٢٠)
(شعب الإيمان، باب في قبض اليد عن الأموال المحرمة، فصل في التشديد في الدين، الحديث: ٥٥٣٨، ج٤، ص٣٩٩)
(موارد الظمآن، الحديث: ٢٤٨٢، ج١، ص٢١٥)

مثل پہلے اور پچھلے لوگوں نے نہیں سنا اور وہ بندے کے لئے اس کے مال میں موت کے وقت ہوتی ہیں پوچھا گیا وہ کیا مصیبتیں ہیں؟ فرمایا: ایک یہ کہ اس سے تمام مال چھین لیا جاتا ہے اور دوسری یہ کہ تمام مال کا حساب دینا پڑتا ہے۔[1]

راہِ خدا عزوجل میں خرچ کئے بغیر (یعنی زکوۃ، فطرہ وحقوق العباد کی ادائیگی کے بغیر) جمع کیا گیا مال بروزِ قیامت انگارے ثابت ہوگا جس سے اس شخص کو داغا جائے گا۔ چنانچہ:

عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَنْ أَوْكٰى عَلٰى ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ وَلَمْ يُنْفِقْهُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ كَانَ جَمْراً يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُكْوٰى بِهِ".[2]

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں نے آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب ربِ اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جو سونا یا چاندی راہِ خدا عزوجل میں خرچ کئے بغیر جمع کرے گا تو وہ بروزِ قیامت انگارا ہوگا جس سے اُسے داغا جائے گا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھا کہ اے میرے بھائی! اتنا مال جمع کرنے سے بچنا کہ اس کا شکر ادا نہ کرسکو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے کہ (بروزِ قیامت) ایک دنیادار کو لایا جائے گا جس نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کا حکم مانا ہوگا اور اس کا مال اس کے سامنے ہوگا جب وہ پل صراط پر لڑکھڑانے لگے گا تو اس کا مال کہے گا آگے بڑھو! تم نے مجھ سے

---

[1] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، بيان ذم المال و كراهة حبه، ج٣، ص٣١٣)

[2] (المعجم الأوسط للطبراني، الحديث: ٥٤٧٠، ج٥، ص٣٣٣)
(المعجم الكبير للطبراني، الحديث: ١٦٤١، ج٢، ص١٥٣)

متعلق اللہ تعالیٰ کا حق ادا کر دیا ہے۔ پھر ایک اور دنیا دار کو لایا جائے گا جس نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری نہ کی ہو گی اس کا مال اس کے کاندھوں کے درمیان ہو گا جب وہ پل صراط پر ڈگمگائے گا تو اس کا مال کہے گا تجھے خرابی ہو تو نے مجھ سے متعلق اللہ تعالیٰ کا حق کیوں ادا نہیں کیا، وہ شخص اسی حالت پر رہے گا حتی کہ وہ اپنی ہلاکت پر چیخ و پکار کرے گا۔[1]

عقلاً و نقلاً مال کا جمع کرنا بے سُود ہے کیونکہ انسان کا اصل مال تو وہی ہے جو اس نے کھا پی لیا یا راہِ خدا عزوجل میں خرچ کر دیا باقی جو چھوڑ گیا وہ تو ورثاء کا ہو گا۔ چنانچہ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، قَالَ: إِذَا مَاتَ الْمَيِّتُ، قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ: مَا قَدَّمَ، وَقَالَ النَّاسُ: مَا خَلَّفَ.[2]	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، جب کوئی بندہ مرجاتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں: اس نے آگے کیا بھیجا ہے جبکہ لوگ کہتے ہیں: پیچھے کیا چھوڑ گیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ہتھیلی میں ایک درہم رکھا پھر فرمایا: جب تک تو مجھ سے جدا نہیں ہو گا مجھے فائدہ نہیں پہنچائے گا۔[3]

---

[1] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، بيان ذم المال و كراهة حبه، ج٣، ص٣١٢)

[2] (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزهد، كلام أبي هريرة، الحديث: ٣٤٦٩٥، ج٧، ص١٤٢)
(شعب الإيمان، باب في الزهد وقصر الأمل، الحديث: ١٠٤٧٥، ج٧، ص٣٢٨)
(الفردوس بمأثور الخطاب، الحديث: ١١١١، ج١، ص٢٨٣)

[3] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، بيان ذم المال و كراهة حبه، ج٣، ص٣١٢)

مال کی آفات اور فوائد

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: مال سانپ کی طرح ہے جس میں زہر بھی ہے اور تریاق بھی، اس کے فوائد اس کے تریاق ہیں اور اس کی آفات زہر ہیں تو جو شخص اس کے فوائد اور آفات کی پہچان حاصل کر لے تو اس کے لئے اس کے شر سے بچنا اور اس کی بھلائی حاصل کرنا ممکن ہے۔[1]

مال کے فوائد

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: مال کے فوائد دو طرح ہوتے ہیں ﴿۱﴾ دنیوی فوائد ﴿۲﴾ دینی فوائد، دنیوی فوائد ذکر کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ان کی معرفت مشہور ہے اور مخلوق کی تمام اقسام میں مشترک ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ اس کی طلب میں ہلاک نہ ہوتے لیکن اس کے دینی فائدے تین قسموں میں منحصر ہیں۔

پہلی قسم: ''اپنے آپ پر خرچ کرے'' یوں کہ عبادت پر خرچ کرے یا عبادت پر مدد حاصل کرنے کے لئے خرچ کرے، عبادت پر خرچ کرنے کی مثال حج اور جہاد پر مال خرچ کرنا ہے کیونکہ یہ دونوں کام مال کے بغیر نہیں ہوتے اور یہ دونوں کام تمام عبادتوں کی اصل ہیں اور فقیر آدمی ان دونوں کی فضیلت سے محروم ہوتا ہے اور عبادت پر قوت حاصل کرنے کے لئے خرچ کرنے کی مثال کھانے، لباس، رہائش، نکاح اور دیگر ضروریات زندگی پر مال خرچ کرنا ہے کیونکہ جب تک حاجات حاصل نہ ہوں تو دل ان کی تدبیر میں

[1] (إحیاء علوم الدین، کتاب ذم البخل وذم حب المال، بیان تفصیل آفات المال وفوائده، ج۳، ص۳۱۳)

مصروف ہوتا ہے اور دین کے لئے فارغ نہیں ہوتا اور جس چیز کے بغیر آدمی عبادت تک نہ پہنچ سکے اس کی تکمیل بھی عبادت ہوتی ہے۔

لہٰذا دین پر مدد حاصل کرنے کے لئے دنیا سے حسبِ ضرورت لینا دینی فوائد میں سے ہے لیکن ضرورت سے زیادہ لینا اور عیاشی اس میں داخل نہیں ہے کیونکہ وہ محض دنیوی حصہ ہے۔

دوسری قسم: ''وہ مال جسے لوگوں پر صرف کرے'' اس کی چار قسمیں ہیں ﴿۱﴾ صدقہ کرنا ﴿۲﴾ مروت کے طور پر دینا ﴿۳﴾ عزت کی حفاظت کے لئے دینا اور ﴿۴﴾ خدمت لینے کی اجرت دینا۔ صدقہ کا ثواب پوشیدہ نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ کے غضب کی آگ کو ٹھنڈا کرتا ہے اس سے پہلے ہم صدقہ کی فضیلت ذکر کر چکے ہیں مروّت سے ہماری (یعنی امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی) مراد یہ ہے کہ مالدار اور معزز لوگوں کی مہمان نوازی پر مال خرچ کیا جائے یا تحفہ دیا جائے یا مدد کی جائے اس کو صدقہ نہیں کہتے بلکہ صدقہ وہ ہوتا ہے جو ضرورت مند لوگوں کو دیا جائے لیکن یہ دینی فوائد میں سے ہے کیوں کہ اس طرح انسان کو دوست اور بھائی مل جاتے ہیں نیز اس طرح سخاوت کی صفت حاصل ہوتی ہے اور وہ سخی لوگوں کی جماعت میں شامل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہی شخص سخاوت کی صفت سے موصوف ہوتا ہے جو لوگوں کے ساتھ احسان اور مروّت کا سلوک کرتا ہے اس عمل کا بھی بہت بڑا ثواب ہے۔

عزّت بچانے سے ہماری (یعنی امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی) مراد یہ ہے کہ آدمی اس لئے مال خرچ کرے تا کہ شعراء اور بے وقوف لوگ اس کے

خلاف برا کلام استعمال نہ کریں اس طرح وہ ان کی زبانیں بند کرتا اور ان کے شر کو دور کرتا ہے اس کا فائدہ اگر چہ دنیا میں فوری حاصل ہوتا ہے لیکن اس کا دینی فائدہ بھی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا وَقٰی بِهِ الْمَرْءُ عِرْضَهٗ كُتِبَ لَهٗ بِهٖ صَدَقَةٌ. (السنن الکبریٰ للبیهقي)

جس مال کے ذریعہ آدمی اپنی عزت کی حفاظت کرتا ہے وہ صدقہ لکھا جاتا ہے۔

یہ خرچ دینی کیوں نہ ہوگا جب کہ اس کے ذریعہ غیبت کرنے والے کو غیبت سے بچاتا ہے نیز خود کو بھی بدلے اور انتقام کی بنا پر حدود شرع سے تجاوز کرنے سے بچاتا ہے۔

جہاں تک خدمت لینے کی خاطر پیسہ خرچ کرنے کا معاملہ ہے تو آدمی اپنے اسباب کی تیاری میں جن کاموں کا محتاج ہوتا ہے وہ بہت زیادہ ہیں اگر وہ خود ہی تمام کام کرنے لگے تو دقّت ہو جائے اور ذکر وفکر کے ذریعہ راہ سلوک پر چلنا مشکل ہو جائے جو کہ سالکین کے بلند مقامات ہیں۔

اور جس آدمی کے پاس مال نہیں ہوتا وہ اپنے کام خود اپنے ہاتھ سے کرنے کا محتاج ہوتا ہے وہ غلّہ خریدتا اور پیستا ہے، گھر کی صفائی خود کرتا ہے حتی کہ جس خط کی اسے ضرورت ہو وہ بھی خود لکھنا پڑتا ہے تو جو کام دوسروں کے ذریعہ ہوسکتا ہے اور اس سے تمہاری غرض پوری ہو جاتی ہے جب تم اس میں مشغول ہوتے ہو تو تمہیں نقصان اٹھانا پڑتا ہے کیوں کہ علم حاصل کرنا، عمل کرنا اور ذکر وفکر میں مشغول رہنا چاہئے اور یہ کام دوسروں

کے ذریعہ نہیں ہو سکتے لہٰذا ان کو چھوڑ کر دوسرے کاموں میں مشغول ہونا نقصان کا باعث ہے۔

تیسری قسم: کسی خاص آدمی پر مال خرچ کرنے کے بجائے ایسے مصارف میں خرچ کرے جس سے عام لوگوں کو فائدہ حاصل ہو۔ جیسے مساجد، پل، سرائے اور بیماروں کے لئے ہسپتال وغیرہ بنانا، راستے میں پانی کی سبیلیں لگانا اور اس کے علاوہ اچھے مقاصد کے لئے زمین وقف کرنا یہ دائمی خیرات ہے جس کا فائدہ مرنے کے بعد بھی حاصل ہوتا ہے۔ اور نیک لوگ مدتوں اس فوت شدہ کے لئے دعا کرتے ہیں اور ان دعاؤں کی برکات اسے حاصل ہوتی ہیں اس سے بڑھ کر کیا بہتری ہو سکتی ہے۔

تو یہ دین کے اعتبار سے مالی فائدے ہیں اس کے علاوہ دنیوی فوائد بھی ہیں مثلاً وہ مانگنے کی ذلت اور فقر کی حقارت سے محفوظ رہتا ہے اور مخلوق کے درمیان اسے عزت اور بزرگی حاصل ہوتی ہے دوست اور احباب زیادہ ہوتے ہیں اور دلوں میں اس کی عزت اور وقار بڑھتا ہے یہ سب مال کے دنیوی فوائد ہیں۔[1]

مال کی آفات

مال کی آفات دینی بھی ہیں اور دنیوی بھی، مال کے دینی نقصانات تین قسم کے ہیں:

---

[1] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، بيان تفصيل آفات المال وفوائده، أما الفوائد، ج۳، ص۳۱۵)

پہلی قسم: مال گناہ کی طرف لے جاتا ہے کیونکہ خواہشات کا تقاضا ہمیشہ جاری رہتا ہے اور مال سے عجز بعض اوقات آدمی اور گناہ کے درمیان حائل ہوتا ہے اور قادر نہ ہونا بھی بچنے کا ایک ذریعہ ہے اور جب تک انسان کسی گناہ سے مایوس رہتا ہے اس وقت تک اس کا شوق حرکت میں نہیں آتا اور جوں ہی اس پر قدرت پاتا ہے تو شوق ابھرتا ہے اور مال بھی ایک قسم کی طاقت ہے جو گناہوں کے شوق کو حرکت دیتی اور آدمی کو فسق و فجور پر ابھارتی ہے پھر اگر وہ اپنی خواہش پر عمل پیرا ہوتا ہے تو ہلاک ہوتا ہے اور اگر صبر کرتا ہے تو شدت کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ قدرت اور طاقت کے باوجود صبر کرنا مشکل ہوتا ہے اور فراخی کی حالت میں جو آزمائش ہوتی ہے وہ تنگی کی حالت کی آزمائش سے زیادہ بڑی ہوتی ہے۔

دوسری قسم: مال مباح کاموں میں عیش و عشرت تک پہنچاتا ہے اور یہ سب سے پہلا درجہ ہے تو مالدار آدمی سے ایسا کب ہوسکتا ہے کہ وہ جَو کی روٹی کھائے، سخت کھردرے کپڑے پہنے اور لذیذ کھانے چھوڑ دے جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی سلطنت میں ایسا کیا تھا۔ ایسا آدمی تو دنیا کی نعمتوں سے نفع اٹھاتا ہے اور اس کا نفس اس بات کا عادی ہوجاتا ہے یوں اس کو عیاشی سے اس قدر الفت و محبت ہوجاتی ہے کہ وہ اس پر صبر نہیں کرسکتا اور اس طرح ایک سے دوسری عیاشی تک جاتا ہے اور جب اس سے اُنس پکا ہوجاتا ہے اور بعض اوقات وہ حلال کمائی سے اس تک نہیں پہنچ سکتا تو شبہات میں پڑتا ہے اور وہ ریاکاری، منافقت، جھوٹ اور تمام بری عادات میں غور و خوض

کرتا ہے تاکہ اس کا دنیوی معاملہ منظّم ہو اور عیاشی کے لئے آسانی ہو کیونکہ جس کا مال زیادہ ہوتا ہے اسے لوگوں کی حاجت بھی زیادہ ہوتی ہے اور جو لوگوں کی جانب محتاج ہو اس کا لوگوں کے ساتھ منافقت کرنا ناگزیر ہے اور وہ لوگوں کی رضا مندی حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے۔

اگر آدمی پہلی آفت سے بچ بھی جائے تو بھی اس سے نہیں بچ سکتا اور جب مخلوق کی طرف حاجت ہو تو دوستی اور دشمنی بھی پیدا ہوتی ہے اور اس سے حسد، کینہ، ریا، تکبر، جھوٹ، چغلی، غیبت اور ایسے تمام گناہ پیدا ہوتے ہیں جو دل اور زبان کے ساتھ خاص ہیں اور پھر یہ تمام اعضاء کی طرف متعدی ہوتے ہیں اور یہ سب کچھ مال کی نحوست اور اس کی حفاظت اور اصلاح کی حاجت کے باعث ہوتا ہے۔

تیسری قسم: یہ وہ آفت ہے جس سے کوئی بھی نہیں بچتا وہ یہ کہ مال کی اصلاح اسے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کر دیتی ہے اور جو کام بندے کو اللہ تعالیٰ سے غافل کردے وہ نقصان کا باعث ہے۔

اسی لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

مال میں تین آفات ہیں ایک یہ کہ حرام طریقے سے حاصل کرے، عرض کی گئی: اگر حلال طریقے سے حاصل کرے تو؟ فرمایا: اسے ناحق استعمال کرتا ہے پوچھا گیا: اگر صحیح مقام پر خرچ کرے تو؟ فرمایا: اس کی اصلاح اسے اللہ تعالیٰ سے غافل کر دیتی ہے۔

اور یہ لاعلاج مرض ہے کیونکہ عبادت کی اصل، اس کا مغز اور راز اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کے جلال میں تفکّر ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ دل فارغ ہو جب کہ مال اور ساز و سامان والا صبح و شام کسانوں سے الجھاؤ اور ان سے حساب و کتاب میں مشغول رہتا ہے اسی طرح شرکاء کے ساتھ پانی اور زمین کی حدود کا جھگڑا ہوتا ہے خراج کے سلسلے میں حکومتی کارندوں سے اور تعمیر میں کوتاہی کے سلسلے میں مزدوروں سے اختلاف نیز کاشتکاروں سے خیانت اور چوری کے حوالے سے جھگڑا رہتا ہے۔

تاجر کو اپنے شریک کی طرف سے خیانت کی فکر رہتی ہے نیز یہ کہ وہ نفع زیادہ لیتا ہے اور کام میں کوتاہی کرتا ہے علاوہ ازیں مال کو ضائع کرتا ہے اسی طرح جانوروں کا مالک بھی اس قسم کے مسائل سے دوچار ہوتا ہے بلکہ مال کی کوئی بھی صورت ہو یہی پریشانی رہتی ہے لیکن جو خزانہ زمین میں دفن کیا گیا ہو اس میں مشغولیت کم ہوتی ہے اگرچہ یہاں بھی دل کا تردّد باقی ہوتا ہے کہ کہاں خرچ کرے اس کی حفاظت کیسے کرے اس پر لوگ مطلع نہ ہو جائیں۔

غرضیکہ دنیوی افکار کی وادیوں کی کوئی انتہا نہیں ہے اور جس آدمی کے پاس ایک دن کا کھانا ہو وہ ان تمام باتوں سے محفوظ ہے۔

تو یہ دنیوی آفات ہیں اس کے علاوہ بھی دنیاداروں کو پریشانی، غم، خوف، حاسدوں کے حسد کو دور کرنے کی مشقت مال کی حفاظت اور کمائی کے سلسلے میں سخت خطرات ہیں لہٰذا مال کا تریاق (علاج) یہ ہے کہ اس سے گزر اوقات کے لئے لینے کے

بعد باقی اچھے کاموں پر خرچ کردے کیوں کہ اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ زہر اور آفات ہیں۔

ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی اور اچھی مدد کا سوال کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے لطف وکرم سے نواز دے بے شک وہ اس پر قادر ہے۔[1]

بُخل کی مذمّت

اللہ تعالیٰ بُخل کی مذمت فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ﴿۳۶﴾ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَ یَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَ یَكْتُمُوْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ الآیة (النساء: ۴/ ۳۶۔۳۷)

ترجمہ کنز الایمان: بے شک اللہ کو خوش نہیں آتا کوئی اترانے والا بڑائی مارنے والا جو آپ بخل کریں اور اوروں سے بخل کے لئے کہیں اور اللہ نے جو انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپائیں۔

بخل یہ ہے کہ خود کھائے دوسرے کو نہ دے، شُحّ یہ ہے کہ نہ کھائے نہ کھلائے سَخا یہ ہے کہ خود بھی کھائے اور دوسروں کو بھی کھلائے جُود یہ ہے کہ آپ نہ کھائے دوسروں کو کھلائے، شانِ نزول: یہ آیت یہود کے حق میں نازل ہوئی جو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت بیان کرنے میں بخل کرتے اور چھپاتے **مسئلہ:** اس سے معلوم ہوا کہ علم کو چھپانا مذموم ہے۔

---

[1] (إحیاء علوم الدین، کتاب ذم البخل وذم حب المال، بیان تفصیل آفات المال وفوائده، أما الآفات، ج۳، ص ۳۱۷۔۳۱۸)

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ کو پسند ہے کہ بندے پر اس کی نعمت ظاہر ہو۔

مسئلہ: اللہ کی نعمت کا اظہار اخلاص کیساتھ ہو تو یہ بھی شکر ہے اور اس لئے آدمی کو اپنی حیثیت کے لائق جائز لباسوں میں بہتر پہننا مستحب ہے۔[1]

بخیل شخص دراصل اپنا ہی نقصان کرتا ہے کیونکہ راہِ خدا عزوجل میں خرچ کیا ہوا مال بلاشبہ دنیا میں برکت اور آخرت میں اجر وثواب کی صورت میں نفع بخش ہوتا ہے جبکہ بخیل ان دونوں (برکت وثواب) سے محروم رہتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ متنبّہ فرماتا ہے:

هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ یَّبْخَلُۚ وَ مَنْ یَّبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖؕ وَ اللّٰهُ الْغَنِیُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُۚ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْۙ ثُمَّ لَا یَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ۠ (۳۸) (محمد:۴۷/۳۸)

ترجمہ کنزالایمان: ہاں ہاں یہ جو تم ہو بلائے جاتے ہو کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو تم میں کوئی بخل کرتا ہے اور جو بخل کرے وہ اپنی ہی جان پر بخل کرتا ہے اور اللہ بے نیاز ہے اور تم سب محتاج اور اگر تم منہ پھیرو تو وہ تمہارے سوا اور لوگ بدل لے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔

مال کے حقوق واجبہ ادا کرنے میں بخل کرنے والوں کی بوقتِ موت چیخ وپکار لاحاصل رہے گی قرآن پاک پہلے ہی متنبہ کر چکا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

[1] (خزائن العرفان)

وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنِیْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِیْبٍۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ۝۱۰ (المنفقون:۶۳/۱۰)

ترجمہ کنزالایمان: اور ہمارے دیئے میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرو قبل اس کے کہ تم میں کسی کو موت آئے پھر کہنے لگے اے میرے رب تو نے مجھے تھوڑی مدت تک کیوں مہلت نہ دی کہ میں صدقہ دیتا اور نیکوں میں ہوتا۔

قرآن کریم میں مال واولاد کو فتنہ فرمایا گیا ہے:

اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌؕ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِیْمٌ۝۱۵ (التغابن:۶۴/۱۵)

ترجمہ کنزالایمان: تمھارے مال اور تمھارے بچے جانچ ہی ہیں اور اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔

''تو لحاظ رکھو ایسا نہ ہو کہ اموال واولاد میں مشغول ہو کر ثوابِ عظیم کھو بیٹھو''۔[1]

شیطان شب و روز وسوسے دلاتا رہتا ہے کہ خرچ کروگے تو ختم ہو جائے گا، سب کِھلا دو گے تو کھاؤ گے کیا؟ اور یوں انسان کو بخل پر ابھارتا ہے قرآن کریم میں اس قسم کے وہم پر تنبیہ فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

مدینہ

[1] (خزائن العرفان)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ۪ وَ لَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ لَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِؕ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ(۲۶۷) اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَ یَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِۚ وَ اللّٰهُ یَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَ فَضْلًاؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌۖۙ(۲۶۸) (البقرۃ:۲/۲۶۷۔۲۶۸)	ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو اپنی پاک کمائیوں میں سے کچھ دواور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا اور خاص ناقص کا ارادہ نہ کرو کہ دو تو اس میں سے اور تمہیں ملے تو نہ لوگے جب تک اس میں چشم پوشی نہ کرو اور جان رکھو کہ اللہ بے پرواہ سراہا گیا ہے شیطان تمہیں اندیشہ دلاتا ہے محتاجی کا اور حکم دیتا ہے بے حیائی کا اور اللہ تم سے وعدہ فرماتا ہے بخشش اور فضل کا اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

صدر الافاضل مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یعنی بخل کا اور زکوٰۃ و صدقہ نہ دینے کا اس آیت میں یہ لطیفہ ہے کہ شیطان کسی طرح بخل کی خوبی ذہن نشین نہیں کرسکتا اس لئے وہ یہی کرتا ہے کہ خرچ کرنے سے ناداری کا اندیشہ دلا کر روکے آجکل جو لوگ خیرات کو روکنے پر مصر ہیں وہ بھی اسی حیلہ سے کام لیتے ہیں۔[1]

حقوق واجبہ ادا کرنے میں بخل کرتے ہوئے مال جمع کرتے رہنے کا دردناک عذاب ہے۔ چنانچہ اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

مدینہ

[1] (خزائن العرفان)

وَ الَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍۙ(۳۴) یَّوْمَ یُحْمٰى عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ(۳۵) (التوبۃ:۹/ ۳۴،۳۵)	ترجمہ کنزالایمان: اور وہ کہ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں خوشخبری سناؤ درد ناک عذاب کی جس دن وہ تپایا جائے گا جہنم کی آگ میں پھر اس سے داغیں گے ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں یہ وہ ہے جو تم نے اپنے لئے جوڑ رکھا تھا اب چکھو مزا اس جوڑنے کا۔

''خرچ نہیں کرتے'' کی وضاحت کرتے ہوئے صدرالافاضل فرماتے ہیں:
بُخل کرتے ہیں اور مال کے حقوق ادا نہیں کرتے، زکوٰۃ نہیں دیتے۔ شانِ نزول سدی کا قول ہے کہ یہ آیت مانعینِ زکوٰۃ کے حق میں نازل ہوئی جبکہ اللہ تعالیٰ نے احبار اور رُہبان کی حرص مال کا ذکر فرمایا تو مسلمانوں کو مال جمع کرنے اور اس کے حقوق ادا نہ کرنے سے حذر دلایا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جس مال کی زکوٰۃ دی گئی وہ کنز نہیں خواہ دفینہ ہی ہو اور جس کی زکوٰۃ نہ دی گئی وہ کنز ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں ہوا کہ اس کے مالک کو اس سے داغ دیا جائے گا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اصحاب نے عرض کیا کہ سونے چاندی کا تو یہ حال معلوم ہوا پھر کون سا مال بہتر ہے

جس کو جمع کیا جائے فرمایا ذکر کرنے والی زبان اور شکر کرنے والا دل اور نیک بی بی جو ایماندار کی اسکے ایمان پر مدد کرے یعنی پرہیزگار ہو کہ اس کی صحبت سے طاعت و عبادت کا شوق بڑھے (رواہ الترمذی) **مسئلہ:** مال کا جمع کرنا مباح ہے مذموم نہیں جبکہ اسکے حقوق ادا کئے جائیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت طلحہ وغیرہ اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم مالدار تھے اور جو اصحاب کہ جمع مال سے نفرت رکھتے تھے وہ ان پر اعتراض نہ کرتے تھے۔[1]

یونہی خرچ کرنے میں اعتدال بھی ضروری ہے کہ نہ تو بخل کیا جائے کہ باعثِ عذاب ہو اور نہ اتنا خرچ کرے جس کی وجہ سے اُس کے شب و روز مفلوج ہو جائیں اور خود حالتِ فقر کو پہنچ جائے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ﴿٢٩﴾ إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ الآية (بني إسرائيل:١٧/٢٩-٣٠)

ترجمہ کنزالایمان: اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ پورا کھول دے کہ تو بیٹھ رہے ملامت کیا ہوا تھکا ہوا بیشک تمہارا رب جسے چاہے رزق کشادہ دیتا اور کستا ہے۔

صدرالافاضل فرماتے ہیں: یہ تمثیل ہے جس سے اِنفاق یعنی خرچ کرنے میں اعتدال ملحوظ رکھنے کی ہدایت منظور ہے اور یہ بتایا جاتا ہے کہ نہ تو اس طرح ہاتھ روکو کہ بالکل خرچ ہی نہ کرو اور یہ معلوم ہو گویا کہ ہاتھ گلے سے باندھ دیا گیا ہے دینے

---

[1] (خزائن العرفان)

کے لئے ہل ہی نہیں سکتا ایسا کرنا توسببِ ملامت ہوگا کہ بخیل، کنجوس کو سب بُرا کہتے ہیں اور نہ ایسا ہاتھ کھولو کہ اپنی ضروریات کے لئے بھی کچھ باقی نہ رہے۔شانِ نزول: ایک مسلمان بی بی کے سامنے ایک یہودیہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سخاوت کا بیان کیا اوراس میں اس حدتک مبالغہ کیا کہ حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ترجیح دیدی اور کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سخاوت اس انتہا پر پہنچی ہوئی تھی کہ اپنے ضروریات کے علاوہ جو کچھ بھی انکے پاس ہوتا سائل کو دے دینے سے دریغ نہ فرماتے یہ بات مسلمان بی بی کو ناگوار گزری اور انہوں نے کہا کہ انبیاء علیہم السلام سب صاحبِ فضل وکمال ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جُود ونوال میں کچھ شبہ نہیں لیکن سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرتبہ سب سے اعلیٰ ہےاور یہ کہہ کر انہوں نے چاہا کہ یہودیہ کو حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جُود وکرم کی آزمائش کرادی جائے چنانچہ اُنہوں نے اپنی چھوٹی بچی کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ حضور سے قمیص مانگ لائے اس وقت حضور کے پاس ایک ہی قمیص تھی جو زیب تن تھی وہی اُتار کر عطا فرمادی اوراپنے آپ دولت سرائے اقدس میں تشریف رکھی شرم سے باہر تشریف نہ لائے یہاں تک کہ اذان کا وقت آیا اذان ہوئی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے انتظار کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف نہ لائے تو سب کو فکر ہوئی حال معلوم کرنے کے لئے دولت سرائے اقدس میں حاضر ہوئے تو دیکھا جسم مبارک پر قمیص نہیں ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[1]

---

[1] (خزائن العرفان)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر پر تھے جبکہ آپ کے ساتھ کچھ لوگ اور بھی تھے جو خیبر سے لَوٹ کر آئے تھے کہ چند دیہاتی آپ کے گرد جمع ہو کر مانگنے لگے حتی کہ انہوں نے آپ کو ببول کے درخت کی طرف مجبور کردیا اور آپ کی چادر مبارک لے لی، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ٹھہرے اور فرمایا: میری چادر مجھے دو اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر میرے پاس ان کانٹوں کے برابر جانور ہوتے تو میں تمہارے درمیان تقسیم کردیتا پھر تم مجھے بخیل، جھوٹا اور بزدل نہ پاتے۔[1]

ہر روز دو فرشتے نازل ہوتے ہیں ان میں سے ایک راہ خدا عزوجل میں خرچ کرنے والے کے لئے دعا جبکہ دوسرا بخیل کے لئے بددعا کرتا ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ، إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ، فَيَقُوْلُ أَحَدُهُمَا: اللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقاً خَلَفاً، وَيَقُوْلُ الْآخَرُ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: نبی مکرم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا کوئی دن نہیں جس میں بندے سویرا کریں اور دو فرشتے نہ اُتریں جن میں سے ایک تو کہتا ہے: الٰہی! عزوجل سخی کو زیادہ اچھا عوض دے اور دوسرا کہتا ہے: الٰہی! عزوجل

[1] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، بيان ذم البخل، ج٣، ص ٣٣٩)

اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُمْسِکاً تَلَفاً"۔[1] بخیل کو بربادی دے۔

اس حدیث کی شرح میں مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: یعنی سخی کے لئے دعا اور کنجوس کے لئے بددعا روزانہ فرشتوں کے منہ سے نکلتی ہے جو یقیناً قبول ہے، خیال رہے کہ خَلَف مطلقاً عوض کو کہتے ہیں دنیاوی ہو یا اُخروی، حسّی ہو یا معنوی مگر تَلَف دنیوی اور حسّی بربادی کو کہا جاتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَھُوَ یُخْلِفُہٗ﴾ ([السبا: ۳۴/ ۳۹] ترجمہ: اور جو چیز تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو وہ اس کے بدلے اور دے گا (کنز الایمان))[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سخاوت اللہ عزوجل کی عطا سے ہے، سخاوت کرو اللہ تعالیٰ تمہیں مزید عطا فرمائے گا، سنو! اللہ تعالیٰ نے سخاوت کو پیدا فرما کر ایک مرد کی صورت عطا فرمائی اور اس کی اصل کو طوبیٰ درخت کی جڑ میں راسخ کر دیا اور ٹہنیوں کو سدرۃ المنتہیٰ کی ٹہنیوں کے ساتھ مضبوط کر دیا اور اس کی بعض شاخوں کو دنیا کی طرف جُھکا دیا تو جو شخص اس کی ایک ہی ٹہنی پکڑ لے اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرما دیتا ہے، سنو! بیشک سخاوت ایمان ہی سے ہے اور ایمان جنت میں ہے اور اللہ تعالیٰ نے بخل کو اپنے غضب سے پیدا فرمایا اور اس کی اصل کو شجر زقوم (جہنم کے کانٹے دار درخت) کی جڑ میں

---

[1] (صحیح البخاري، کتاب الزکاۃ، باب قول اللہ تعالی ﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی﴾ إلخ، الحدیث: ۱۴۴۲، ج ۱، ص ۴۸۶)

(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب في المنفق والممسک، الحدیث: ۱۰۱۰، ص ۵۰۴)

(مشکاۃ المصابیح، کتاب الزکاۃ، باب الإنفاق وکراھیۃ الإمساک، الحدیث: ۱۸۶۰، ج ۱، ص ۳۵۳)

[2] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج ۳، ص ۶۹ ۔ ۷۰)

مضبوط کر دیا۔اس کی بعض شاخیں زمین کی جانب مائل فرمادیں تو جو شخص اس کی کسی بھی ٹہنی کو تھامتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل فرما دیتا ہے،سنو! بخل ناشکری ہے اور ناشکری جہنم میں داخل ہونے کا سبب ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنولحیان کے وفد سے پوچھا: اے بنولحیان! تمہارا سردار کون ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ جد بن قیس،مگر وہ بخیل ہیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بخل سے بڑی بیماری کونسی ہے،تو پھر تمہارے سردار حضرت عمرو بن جموح ہیں۔

ایک روایت میں ہے انہوں نے عرض کی کہ جد بن قیس ہمارے سردار ہیں، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اُسے سردار کیوں بنایا ہے؟ انہوں نے عرض کی: اس لئے کہ وہ سب سے زیادہ مال دار ہیں لیکن اس کے باوجود ہم ان میں بخل پاتے ہیں۔تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بھلا بخل سے بڑھ کر بھی کوئی بیماری ہے؟ وہ تمہارا سردار نہیں،تو عرض کی: یارسول اللہ! پھر ہمارا سردار کون ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے سردار بشر بن براء ہیں۔[1]

اپنی ضروریات سے بچا ہوا مال خیرات کر دینا مفید ہے جبکہ اسے روک رکھنا بعض اوقات مضر ہوتا ہے۔چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ	حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ، فیض گنجینہ

[1] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، بيان ذم البخل، ج۳،ص ۳۳۹۔۳۴۰)

وَسَلَّمَ :"یَا ابْنَ آدَمَ إِنَّکَ إِنْ تَبْذُلِ الْفَضْلَ خَیْرٌ لَّکَ، وَإِنْ تُمْسِکْهُ شَرٌّ لَّکَ، وَلَا تُلَامُ عَلٰی کَفَافٍ، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ، وَالْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی"۔[1]

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انسان! اگر تم بچا مال خرچ کردو تو تمہارے لئے اچھا ہے اور اگر اُسے روک رکھو تو تمہارے لئے بُرا ہے اور بقدرِ ضرورت اپنے پاس رکھ لو تو تم پر ملامت نہیں اور دینے میں اپنے عیال سے ابتدا کرو اور اُوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

اس حدیث کی شرح میں مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: یعنی اپنی ضروریات سے بچا ہوا مال خیرات کر دینا خود تیرے لئے ہی مفید ہے کہ اس سے تیرا کوئی کام نہ رُکے اور تجھے دنیا و آخرت میں عوض مل جائے گا اور اسے روکے رکھنا خود تیرے لئے ہی بُرا ہے کیونکہ وہ چیز سڑ گل یا اور طرح سے ضائع ہو جائے گی اور تُو ثواب سے محروم ہو جائیگا، اسی لئے حکم ہے کہ نیا کپڑا پاؤ تو پُرانا بیکار کپڑا خیرات کر دو نیا جوتا رب تعالیٰ دے تو پُرانا جوتا جو تمہاری ضرورت سے بچا ہے کسی فقیر کو دے دو کہ تمہارے گھر کا کوڑا نکل جائے گا اور اُس کا بھلا ہو جائے گا۔

مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید فرماتے ہیں: اس میں دو حکم بیان ہو گئے ایک یہ کہ جو مال اس وقت تو زائد ہے کل ضرورت پیش آئے گی اسے جمع رکھ لو آج نفلی صدقہ دے کر کل خود بھیک نہ مانگو، دوسرے یہ کہ خیرات پہلے اپنے عزیز غریبوں کو دو پھر اجنبیوں کو کیونکہ عزیزوں کو دینے میں صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی۔[2]

---

[1] (صحیح مسلم: کتاب الزکاۃ، باب النھي عن المسألۃ، الحدیث:۱۰۳۶،ص ۳۷۱)
(مشکاۃ المصابیح، کتاب الزکاۃ، باب الإنفاق و کراھیۃ الإمساک،الحدیث:۱۸۶۳،ج ۱،ص ۳۵۴)

[2] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۳،ص ۷۰۔۷۱)

کہا گیا ہے کہ نوشیروان کے پاس ایک ہندوستانی حکیم اور ایک رومی فلاسفر آئے، نوشیروان نے ہندوستانی حکیم سے کہا: کچھ کہو، وہ بولا: بہترین آدمی وہ ہے جو سخاوت کے ساتھ ملاقات کرے اور غصّے کی حالت میں باوقار رہے، گفتگو میں ٹھہراؤ ہو اور رقّت کی حالت میں بھی تواضع کرنے والا ہو نیز تمام رشتہ داروں پر شفقت کرنے والا ہو۔

رومی فلاسفر نے کھڑے ہو کر کہا: بخیل آدمی کا دشمن اس کے مال کا وارث ہوتا ہے، جو آدمی شکر کم ادا کرتا ہے وہ کامیابی نہیں پا سکتا، جھوٹے لوگ قابلِ مذمت ہیں اور چغل خور حالتِ فقر میں مرتے ہیں اور جو آدمی رحم نہیں کرتا اس پر بے رحم شخص مسلّط کر دیا جاتا ہے۔[1]

ایک اور حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْ يَومٍ طَلَعَتْ شَمْسُهُ إِلَّا وَكَانَ بِجَنْبَتَيْهَا مَلَكَانِ يُنَادِيَانِ نِدَاءً يَسْمَعُهُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ كُلُّهُمْ غَيْرُ الثَّقَلَيْنِ. يَا أَيُّهَا النَّاسُ هَلُمُّوا إِلٰى رَبِّكُمْ، إِنَّ مَا

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: روزانہ سورج یوں ہی طلوع ہوتا ہے کہ اس کے اطراف میں دو فرشتے پکارتے ہیں اور ان کی یہ پکار جن و اِنس کے سوا تمام مخلوق سُنتی ہے کہ اے لوگو! اپنے رب کی طرف آؤ بے شک جو (رزق) اگرچہ کم ہو اور کفایت

[1] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، بيان ذم البخل، ج ۳، ص ۳۴۲)

قَلَّ وَكَفٰى خَيْرٌ مِمَّا كَثُرَ	کرے تو وہ اس سے بہتر ہے جو زیادہ تو ہو مگر
وَأَلْهٰى وَلَا آبَتِ الشَّمْسُ إِلَّا	(یادِالٰہی سے) غافل کر دے اور ہر روز سورج
وَكَانَ بِجَنْبَتَيْهَا مَلَكَانِ يُنَادِيَانِ	یوں ہی ڈوبتا ہے کہ اس کے اطراف میں دو
نِدَاءً يَسْمَعُهُ خَلْقُ اللّٰهِ كُلُّهُمْ	فرشتے پکارتے ہیں جس پکار کو جن و اِنس کے
إِلَّا الثَّقَلَيْنِ: اللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقاً	سوا تمام مخلوق سُنتی ہے الٰہی! عزوجل سخی کو اچھا
خَلَفاً وَأَعْطِ مُمْسِكاً تَلَفاً۔[1]	عوض دے اور بخیل کو بربادی دے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: میرے نزدیک کسی بخیل کو عادل قرار دینا درست نہیں کیونکہ بخل اسے لالچ پر اُبھارتا ہے نتیجۃً وہ نقصان کے خوف سے اپنے حق سے زیادہ لے لیتا ہے۔ لہٰذا جس شخص میں بخل کی صفت پائی جاتی ہے اس کے پاس امانت محفوظ نہیں ہوسکتی۔[2]

اللہ عزوجل کی راہ میں خرچ کرنے سے مال میں برکت ہوتی ہے نہ کہ کمی

چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ قَيْسِ بْنِ سِلَعٍ الْأَنْصَارِيِّ	حضرت قیس بن سلع انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے
رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ إِخْوَتَهُ	مروی ہے کہ ان کے بھائیوں نے حضور پاک،
شَكَوْهُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى	صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا:	سے ان کی شکایت کی کہ وہ فضول خرچی کرتے
إِنَّهُ يُبَذِّرُ مَالَهُ، وَيَنْبَسِطُ فِيْهِ.	ہیں اور اس معاملے میں بہت کھلا ہاتھ ہے،

[1] (شعب الإيمان، باب الزكاة، فصل في كراهية رد السائل، الحديث: ۳۴۱۲، ج۳، ص۲۳۳)
[2] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، بيان ذم البخل، ج۳، ص۳۴۲)

فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا قَيْسُ مَا شَأْنُ إِخْوَتِكَ يَشْكُوْنَكَ يَزْعَمُوْنَ أَنَّكَ تُبَذِّرُ مَالَكَ، وَتَنْبَسِطُ فِيْهِ"، قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّي آخُذُ نَصِيْبِيْ مِنَ الثَّمَرَةِ فَأُنْفِقُهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَعَلٰى مَنْ صَحِبَنِيْ فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدْرَهُ وَقَالَ: "أَنْفِقْ يُنْفِقِ اللّٰهُ عَلَيْكَ" ثَلَاثَ مَرَّاتٍ،	تو سید المبلغین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تمہارے بھائیوں کا کیا مسئلہ ہے، وہ اس گمان پر تمہاری شکایت کررہے ہیں کہ تم اپنے مال میں بہت فضول خرچی کرتے ہو اور تمہارا ہاتھ بہت کھلا ہے؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں آمدنی سے اپنا حصہ لے کر اللہ کی راہ میں اور اپنے دوستوں میں خرچ کر دیتا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے سینۂ اقدس پر دستِ اقدس رکھا اور تین مرتبہ فرمایا: خرچ کر اللہ تجھے عطا فرمائے گا۔
فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ خَرَجْتُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَمَعِيَ رَاحِلَةٌ، وَأَنَا أَكْثَرُ أَهْلِ بَيْتِي الْيَوْمَ وَأَيْسَرُهُ۔[1]	(راوی فرماتے ہیں) اس کے بعد جب بھی میں راہ خدا میں نکلتا تو میرے پاس اپنی سواری ہوتی اور آج میرا یہ حال ہے کہ میں مال و آسائش میں اپنے اہل خانہ (بھائیوں) سے بڑھ کر ہوں۔

شہنشاہ خوش خصال، پیکر حسن و جمال،، دافع رنج و ملال، صاحب جود و نوال، رسول بے مثال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک عورت کی تعریف کی گئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی کہ وہ بہت روزے رکھنے والی اور

[1] (المعجم الأوسط للطبراني، الحديث: ٨٥٣٦، ج٨، ص٢٤٧)

رات کو قیام کرنے والی ہے لیکن اس میں بخل کی عادت بھی ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔

حضرت بشر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: بخیل کو دیکھنا دل کو سخت کرتا ہے اور بخیل سے ملنا مومنوں کے دلوں پر شاق ہوتا ہے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: سخی لوگ چاہے فاجر ہوں ان کے لئے دلوں میں محبت ہی ہوتی ہے اور بخیل چاہے کتنے ہی بھلے کیوں نہ ہوں دلوں میں ان کے لئے نفرت ہی پائی جاتی ہے۔

حضرت ابن معتز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: مال میں کنجوس عزت میں سخی ہیں۔ (یعنی مال بچا کر عزت گنواتے ہیں، کیونکہ بخیل لوگوں کی ان کے بخل کی بناء پر عزت جاتی رہتی ہے)

حضرت یحییٰ بن زکریا علی نبینا وعلیہما الصلوۃ والسلام کی ایک مرتبہ شیطان سے اس کی اصل صورت میں ملاقات ہوئی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے ابلیس! مجھے یہ بتا کہ تجھے لوگوں میں سب سے زیادہ کس سے محبت اور سب سے زیادہ کس سے نفرت ہے؟ شیطان نے جواب دیا کہ مجھے بخیل مومن سے زیادہ محبت ہے اور فاسق سخی سے سب سے زیادہ بغض۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا: وہ کیوں؟ جواب دیا: کیوں کہ بخیل کا بخل میرے لئے کافی ہے جب کہ فاسق سخی کے بارے میں مجھے خوف رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی سخاوت کو قبول کرلے، پھر شیطان نے واپس جاتے ہوئے کہا: اگر آپ حضرت یحییٰ علیہ السلام نہ ہوتے تو میں یہ بات نہ بتاتا۔[1]

مدینہ

[1] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، بيان ذم البخل، ج۳، ص ۳۴۲)

دوست تین قسم کے ہوتے ہیں، حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْأَخِلَّاءُ ثَلَاثَةٌ: فَأَمَّا خَلِيْلٌ فَيَقُوْلُ: لَکَ مَا أَعْطَيْتَ وَمَا أَمْسَکْتَ فَلَيْسَ لَکَ فَذٰلِکَ مَالُکَ، وَأَمَّا خَلِيْلٌ فَيَقُوْلُ: أَنَا مَعَکَ حَتّٰى تَأْتِيَ بَابَ الْمَلِکِ ثُمَّ أَرْجِعُ وَأَتْرُکُکَ فَذٰلِکَ أَهْلُکَ وَعَشِيْرَتُکَ يَعِيْشُوْنَکَ حَتّٰى تَأْتِيَ قَبْرَکَ ثُمَّ يَرْجِعُوْنَ فَيَتْرُکُوْکَ، وَأَمَّا خَلِيْلٌ فَيَقُوْلُ: أَنَا مَعَکَ حَيْثُ دَخَلْتَ، وَحَيْثُ خَرَجْتَ، فَذٰلِکَ عَمَلُکَ، فَيَقُوْلُ: وَاللّٰهِ لَقَدْ کُنْتَ مِنْ أَهْوَنِ الثَّلَاثَةِ عَلَيَّ".[1]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: خاتم المرسلین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب ربّ العلمین، جناب صادق و امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دوست تین قسم کے ہیں ایک وہ دوست جو کہے: تیرا وہ ہے جو تو نے خرچ کیا اور جو تو نے روکا وہ تیرا نہیں یہ تیرا مال ہے، ایک وہ دوست جو کہتا ہے: میں تیرے مرنے تک تیرے ساتھ ہوں پھر میں لوٹ جاؤں گا اور تجھے چھوڑ دوں گا، یہ تیرے اہلِ خانہ، بیوی بچے ہیں جو تیرے ساتھ زندگی گزارتے ہیں یہاں تک کہ تو اپنی قبر میں پہنچ جاتا ہے اور وہ تجھے چھوڑ جاتے ہیں، اور ایک دوست وہ ہے جو کہے گا: میں تیرے آنے میں بھی تیرے ساتھ ہوں اور جانے میں بھی، وہ تیرا عمل ہے، تو انسان کہے گا: اللہ کی قسم! (دنیا میں) تُو میرے نزدیک تینوں (دوستوں) میں (سب) سے زیادہ ذلیل تھا۔

[1] (المستدرک علی الصحیحین، الحدیث: ۲۴۸، ج ۱، ص ۱۴۵)

کہا جاتا ہے کہ بصرہ میں ایک فراخ دست بخیل شخص رہتا تھا اس کے ایک پڑوسی نے اس کی دعوت کی اور اس کے سامنے ہانڈی میں بھنا ہوا گوشت رکھا اس نے اس میں سے بہت زیادہ کھالیا اور پھر پانی پینے لگا چنانچہ اس کا پیٹ پھول گیا اور وہ سخت تکلیف اور موت کی حالت میں مبتلا ہو گیا اور تڑپنے لگا جب معاملہ بگڑتا گیا تو طبیب کو اس کی حالت بتائی گئی اس نے کہا کوئی حرج نہیں جو کچھ کھایا ہے اسے قے کر دو اس نے کہا، ہرگز نہیں، ایسے عمدہ بھُنے ہوئے گوشت کو کیسے قے کر دوں موت قبول کرلوں گا ایسا نہیں کروں گا۔[1]

مال جمع نہ کرنے میں تقویٰ ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى بِلَالٍ وَعِنْدَهُ صُبْرَةٌ مِنْ تَمْرٍ فَقَالَ: "مَا هٰذَا يَا بِلَالُ"؟، قَالَ: شَيْءٌ اِدَّخَرْتُهُ لِغَدٍ فَقَالَ: أَمَا تَخْشٰى أَنْ تَرٰى لَهُ غَدًا بُخَارًا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنْفِقْ يَا بِلَالُ، وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِي الْعَرْشِ إِقْلَالًا".[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت، مخزنِ جود وسخاوت، پیکر عظمت وشرافت، محبوب رب العزت، محسن انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لائے، ان کے پاس کھجوروں کا ڈھیر تھا فرمایا: اے بلال یہ کیا؟ عرض کیا کہ اسے میں نے کل کے لئے جمع کیا ہے فرمایا: کیا تمہیں اس سے خوف نہیں کہ تم کل اس کے سبب دوزخ کی آگ میں بخار قیامت کے دن دیکھو، اے بلال! خرچ کرو اور عرش والے سے کمی کا خوف نہ کرو۔

---

[1] (إحیاء علوم الدین، کتاب ذم البخل وذم حب المال، حکایات البخلاء، ج۳، ص ۳۴۲)
[2] (شعب الإیمان، باب التوکل والتسلیم، الحدیث: ۱۳۴۶، ج۲، ص ۱۱۸)
(مشکاۃ المصابیح، کتاب الزکاۃ، باب الإنفاق وکراھیۃ الإمساک، الحدیث: ۱۸۸۵، ج۱، ص ۳۵۸)

مذکورہ حدیث شریف کی شرح میں حکیم الامّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اس میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انتہائی تقویٰ اور ترکِ دنیا کی تعلیم ہے اور توّکل سے اعلیٰ توکّل کی طرف ترقی دینا ہے یعنی اے بلال! رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جس درجہ پر تمہیں پہنچانا چاہتا ہوں وہ جب ہی حاصل ہوگا جب کہ تم اپنے پاس اتنا بھی نہ رکھو تاکہ تمہیں قیامت کے دن اسکا حساب دینے میں کچھ بھی نہ ٹھہرنا پڑے، یہی مطلب ہے دوزخ کے بخار دیکھنے کا، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت تن تنہا تھے، اہل وعیال نہ رکھتے تھے، آپ کے ذمہ کسی کے حقوق نہ تھے، فرمایا: اکیلے دم کے لئے جمع کرنے کی فکر کیوں لگاتے ہیں رب ہمارے آستانے سے تمہیں دیئے جائے تم کھائے جاؤ، صوفیائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اپنے بعض مریدین کو کبھی چلّوں سے مجاہدہ کراتے ہیں، اس زمانہ میں ترک دنیا ترک حیوانات کامل کراتے ہیں، ان کی اصل یہ حدیث ہے، یہ حدیث جمع دنیا کے خلاف نہیں، اگر مال جمع کرنا حرام ہوتا تو اسلام کا ایک رُکن یعنی زکوٰۃ ہی فوت ہوجاتی۔[1]

منقول ہے کہ محمد بن یحیٰ بن خالد بن برمک بہت زیادہ بخیل تھا اس کے کسی رشتہ دار سے جو اس کو اچھی طرح جانتا تھا پوچھا گیا کہ اس کے دستر خوان کا حال بیان کرو، اس نے کہا: وہ انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کے درمیان والی جگہ ہے یعنی تنگ ہے اور گویا اس کے پیالے خشخاش کے دانوں کو کھرچ کر بنائے گئے ہوں۔ پوچھا گیا: اس کے پاس کون آتا ہے؟ اس نے جواب دیا: کراماً کاتبین (فرشتے)۔ اس نے کہا: اس کے ساتھ کوئی بھی کھاتا نہیں ہوگا؟ اس نے جواب دیا: کیوں نہیں مکھیاں کھاتی ہیں۔

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۳، ص۹۰۔۹۱)

اس نے کہا: تم اس کے خاص آدمی ہو اگر تمہارا استر ننگا ہو جائے اور کپڑے پھٹ جائیں تو پھر کیا ہوگا؟ اس نے کہا: وہ کہے گا: اللہ کی قسم! میرے پاس تو سُوئی نہیں جس کے ساتھ میں اس کی سلائی کروں۔ اور اگر محمد بن یحییٰ بغداد سے نوبہ (ایک مقام) تک (اتنے بڑے) گھر کا مالک ہو اور وہ سوئیوں سے بھرا ہوا ہو اور پھر حضرت جبریل اور حضرت میکائیل علیہما السلام تشریف لائیں اور ان کے ساتھ حضرت یعقوب علیہ السلام بھی ہوں اور وہ اس سے ایک سوئی مانگیں تا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی سلائی کریں جو پیچھے سے پھٹ گئی تھی تو تب بھی وہ سُوئی نہیں دے گا۔[1]

بخل رزق سے محروم ہونے کا سبب بن سکتا ہے۔ چنانچہ

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتْ: قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تُوْكِي فَيُوْكٰى عَلَيْكِ".[2]

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: راہ خدا میں خرچ کرنے سے مت رک ورنہ رزق روک دیا جائے گا۔

جمع مال سے بچنے اور سائل کو تہی دست نہ لوٹانے کی ترغیب میں بیان ہے:

عَنْ بِلَالٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا بِلَالُ مُتْ فَقِيْراً وَلَا تَمُتْ

حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: سرکار والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روزشمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیب پروردگار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

---

[1] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، حكايات البخلاء، ج٣، ص٣٤٣)

[2] (صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب التحريض على الصدقة والشفاعة فيها، الحديث: ١٤٣٣، ج١، ص٣٥١)

غَـنِيّـاً". قُلْتُ: وَكَيْفَ لِيْ بِذَاكَ؟ قَالَ: "مَا رُزِقْتَ فَلَا تَخْبَأْ، وَمَا سُئِلْتَ فَلَا تَمْنَعْ"، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ لِيْ بِذَاكَ؟ قَالَ: "هُوَ ذَاكَ أَوِ النَّارُ".[1]

مجھ سے فرمایا: اے بلال! فقیر مرنا غنی نہ مرنا، میں نے عرض کی: یہ مجھ سے کیسے ہوگا؟ فرمایا: تمہیں جو رزق ملے اسے جمع مت کرو اور جو تم سے مانگا جائے اس سے منع مت کرو، تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ مجھ سے کیسے ہوگا؟ فرمایا: ایسے ہی کرنا ہوگا ورنہ آگ ہے۔

ان دو شخصوں کے متعلق جن میں سے ایک نے اپنے بعد اپنی اولاد کے معاملہ میں اللہ عزوجل پر بھروسا کیا اور دوسرے نے فقر کے خوف سے مال جمع کر کے رکھا حدیث شریف میں بیان ہوا کہ

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "نَشَرَ اللّٰهُ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِهِ أَكْثَرَ لَهُمَا الْمَالَ وَالْوَلَدَ، فَقَالَ لِأَحَدِهِمَا: أَيْ فُلَانُ ابْنُ فُلَانٍ! قَالَ: لَبَّيْكَ رَبِّ وَسَعْدَيْكَ. قَالَ: أَلَمْ أُكْثِرْ لَكَ مِنَ الْمَالِ وَالْوَلَدِ؟

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: آقائے مظلوم، سرور معصوم، حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب رب اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے دو بندوں کو ان کی موت کے بعد زندہ فرمایا جنہیں بکثرت مال واولاد دی تھی۔ ایک سے فرمایا: اے فلاں بن فلاں! اس نے عرض کی: اے رب! عزوجل میں حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں نے تجھ

---

[1] (المعجم الكبير للطبراني، الحديث: ۱۰۲۱، ج۱، ص ۳۴۱)

قَالَ: بَلٰی أَيْ رَبِّ. قَالَ: كَيْفَ صَنَعْتَ فِيمَا آتَيْتُكَ؟ قَالَ: تَرَكْتُهُ لِوَلَدِيْ مَخَافَةَ الْعَيْلَةِ عَلَيْهِمْ. قَالَ: أَمَا إِنَّكَ لَوْ تَعْلَمُ الْعِلْمَ لَضَحِكْتَ قَلِيْلاً، وَلَبَكَيْتَ كَثِيْراً، أَمَا إِنَّ الَّذِيْ تَخَوَّفْتَ عَلَيْهِمْ قَدْ أَنْزَلْتُ بِهِمْ وَيَقُوْلُ لِلآخَرِ: أَيْ فُلَانُ ابْنُ فُلَانٍ، فَيَقُوْلُ: لَبَّيْكَ أَيْ رَبِّ وَسَعْدَيْكَ؟ قَالَ لَهُ: أَلَمْ أُكْثِرْ لَكَ مِنَ الْمَالِ وَالْوَلَدِ؟ قَالَ: بَلٰى. أَيْ رَبِّ. قَالَ: فَكَيْفَ صَنَعْتَ فِيْمَا آتَيْتُكَ؟ فَقَالَ: أَنْفَقْتُ فِيْ طَاعَتِكَ، وَوَثِقْتُ لِوَلَدِيْ مِنْ بَعْدِيْ بِحُسْنِ طَوْلِكَ. قَالَ: أَمَا إِنَّكَ لَوْ تَعْلَمُ الْعِلْمَ لَضَحِكْتَ كَثِيْراً، وَلَبَكَيْتَ قَلِيْلاً، أَمَا إِنَّ الَّذِيْ

پر مال واولاد کی کثرت نہ کی؟ اس نے عرض کیا: کیوں نہیں! اے میرے رب! عزوجل اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم نے میرے عطا کردہ مال میں کیا عمل کیا؟ اس نے عرض کی: اسے فقر کے خوف سے اولاد کے لئے چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تم حقیقت جان لیتے تو کم ہنستے اور زیادہ روتے۔ سنو! جس فقر کا تمہیں اپنی اولاد پر خوف تھا وہ میں ان پر نازل کرچکا ہوں۔ اور دوسرے سے فرمایا: اے فلاں بن فلاں! اس نے عرض کی: اے میرے رب! عزوجل میں حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں نے تجھ پر مال و اولاد کی کثرت نہیں کی؟ اس نے عرض کی: کیوں نہیں، اے میرے رب! عزوجل اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم نے میرے عطا کردہ مال میں کیا عمل کیا؟ اس نے عرض کی: میں نے اسے تیری اطاعت میں خرچ کیا اور اپنے بعد اپنی اولاد کے بارے میں تیرے فضل وکرم پر بھروسا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تم حقیقت جان لیتے تو زیادہ ہنستے اور کم روتے۔ سنو! جس

قَدْ وَثِقْتَ بِهِ أَنْزَلْتُ بِهِمْ".[1] کے بارے میں تو نے مجھ پر بھروسا کیا میں نے ان کی حاجت روائی فرمائی۔

بخیل بظاہر تو مال جمع کرتا ہے مگر حقیقت میں اپنا ہی نقصان کرتا ہے کیونکہ اس مال کے سبب جن نعمتوں کا حصول اس کے لئے ممکن ہوسکتا ہے اپنی کنجوسی کی وجہ سے وہ اُن سے محروم رہتا ہے۔ چنانچہ:

کہا جاتا ہے کہ مروان بن ابی حفصہ بخل کی وجہ سے گوشت نہیں کھاتا تھا اور جب اس کا جی چاہتا تو وہ غلام کو بھیج کر بازار سے سِری منگوالیتا اور اسے کھاتا اس سے کہا گیا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ گرمیوں سردیوں میں سریاں ہی کھاتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا: یہ ٹھیک ہے لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے اس کے نرخ کا علم ہے لہٰذا میں غلام کی خیانت سے محفوظ رہتا ہوں اور وہ مجھے دھوکہ نہیں دے سکتا اور یہ ایسا گوشت ہے کہ غلام اسے پکاتے وقت اس میں سے کھا نہیں سکتا اگر وہ اس کی آنکھ، کان یا چہرے سے کھاتا ہے تو مجھے پتہ چل جاتا ہے پھر یہ کہ اس میں سے مجھے مختلف ذائقے حاصل ہوتے ہیں آنکھ کا ذائقہ الگ ہے، کان کا ذائقہ جدا ہے، زبان کا ذائقہ مختلف ہے اور اس کی گُدی اور دماغ کے ذائقے بھی منفرد ہیں اور اس کے پکانے کی مشقت سے بھی محفوظ رہتا ہوں تو اس میں میرے لئے کئی آسانیاں جمع ہوتی ہیں۔

یہی شخص خلیفہ مہدی کے پاس جانے لگا تو اس کے گھر والوں میں سے ایک عورت نے کہا: اگر خلیفہ نے تجھے انعام دیا تو اس میں میرا حصہ کتنا ہوگا؟ اس نے کہا:

مدینہ

[1] (المعجم الأوسط للطبراني، الحديث: ۴۳۸۳، ج۳، ص ۳۴۲)

اگر مجھے ایک لاکھ ملے تو تجھے ایک درہم دوں گا۔ چنانچہ اسے ساٹھ ہزار درہم ملے تو اس نے اسے چار دانق دیئے (ایک دانق درہم کا چھٹا حصّہ ہوتا ہے اس طرح چار دانق درہم کا دو تہائی حصہ ہوا)۔

ایک مرتبہ اس نے ایک درہم کا گوشت خریدا ادھر اس کے دوست نے اسے دعوت دی تو اس نے گوشت قصاب کو واپس کر دیا اور ایک دانق کا نقصان اٹھایا اور کہنے لگا مجھے فضول خرچی پسند نہیں ہے۔[1]

نبی مکرم، نورِ مجسم، رسولِ اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایثار و محبت اور راہِ خدا عزوجل میں خرچ کرنے کے نیک جذبہ سے سرشار تھے، چنانچہ:

عَنْ مَالِكِ الدَّارِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَخَذَ أَرْبَعَ مِائَةِ دِيْنَارٍ فَجَعَلَهَا فِيْ صُرَّةٍ، فَقَالَ لِغُلَامٍ: اِذْهَبْ بِهَا إِلٰى أَبِيْ عُبَيْدَةَ ثُمَّ تَلَهَّ فِي الْبَيْتِ سَاعَةً حَتّٰى تَنْظُرَ مَا يَصْنَعُ، قَالَ: فَذَهَبَ بِهَا الْغُلَامُ، فَقَالَ: يَقُوْلُ لَكَ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ خُذْ هٰذِهِ، فَقَالَ:	حضرت مالک دار سے مروی ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار سو دینار لئے اور تھیلی میں ڈال کر اپنے ایک غلام سے فرمایا: یہ ابو عبیدہ کے پاس لے جاؤ پھر کچھ دیر اُن کے گھر ہی میں ٹھہرو اور دیکھو کہ وہ ان کا کیا کرتے ہیں، تو غلام وہ دینار لے کر چلا اور عرض کی: امیر المؤمنین نے آپ کے لئے کہا ہے کہ یہ دینار

مدینہ

[1] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، حكايات البخلاء، ج۳، ص۳۴۳)

وَصَلَهُ اللّٰهُ وَرَحِمَهُ، ثُمَّ قَالَ: تَعَالِي يَا جَارِيَةُ اِذْهَبِيْ بِهٰذِهِ السَّبْعَةِ إِلَى فُلَانٍ، وَبِهٰذِهِ الْخَمْسَةِ إِلَى فُلَانٍ، حَتّٰى أَنْفَذَهَا، فَرَجَعَ الْغُلَامُ إِلَى عُمَرَ فَأَخْبَرَهُ فَوَجَدَهُ قَدْ أَعَدَّ مِثْلَهَا لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، فَأَرْسَلَهُ بِهَا إِلَيْهِ، فَقَالَ مُعَاذٌ: وَصَلَهُ اللّٰهُ: يَاجَارِيَةُ اِذْهَبِيْ إِلَى بَيْتِ فُلَانٍ بِكَذَا، وَلِبَيْتِ فُلَانٍ بِكَذَا، فَاطَّلَعَتِ امْرَأَةُ مُعَاذٍ وَقَالَتْ: نَحْنُ وَاللّٰهِ مَسَاكِيْنُ فَأَعْطِنَا فَلَمْ يَبْقَ فِي الْخِرْقَةِ إِلَّا دِيْنَارَانِ فَدَحٰى بِهِمَا إِلَيْهَا، وَرَجَعَ الْغُلَامُ فَأَخْبَرَ بِذٰلِكَ، وَقَالَ: إِنَّهُمْ إِخْوَةٌ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ.[1]

لے لیجئے، تو انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان کا بھلا کرے اور ان پر اپنی رحمت فرمائے۔ پھر اپنی باندی کو بلا کر فرمایا: اے باندی! یہاں آؤ، یہ سات دینار فلاں کو دے آؤ اور یہ پانچ فلاں کو، حتی کہ اس طرح انہوں نے سارے دینار تقسیم کر دیئے۔ غلام نے واپس آ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تمام معاملہ بیان کیا، پھر غلام نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس جیسی ایک تھیلی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے تیار کر رکھی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غلام کو وہ دینار دے کر حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا، (غلام نے وہ دینار حضرت معاذ کی خدمت میں پیش کئے) تو حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان کا بھلا کرے۔ پھر اپنی باندی سے فرمایا: اے باندی! اِتنے دینار فلاں کے گھر دے آؤ اور اتنے فلاں کے گھر، تو حضرت معاذ کی زوجہ محترمہ تشریف لائیں اور کہا کہ خدا کی قسم! ہم خود

---

[1] تلّہ: هو بفتح التاء المثناة فوق واللام أيضاً وتشديد الهاء: أي تشاغل. فدحى بهما: بالحاء المهملة: أي رمى بهما. (سير أعلام النبلاء، ج ١، ص ٤٥٦)

بھی مسکین ہیں، ہمیں بھی دیجئے۔اس وقت تھیلی میں صرف دو دینار باقی رہ گئے تھے حضرت معاذ نے وہ دو دینار زوجہ محترمہ کی طرف پھینکے اور غلام نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر سارا معاملہ بیان کیا، تو آپ نے فرمایا: بے شک یہ سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

بُخل ناحق خونریزی کا باعث ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اِتَّقُوا الظُّلْمَ، فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ، وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَإِنَّ الشُّحَّ أَھْلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ حَمَلَھُمْ عَلٰی أَنْ سَفَکُوْا دِمَاءَھُمْ، وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَھُمْ"۔[1]

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: شہنشاہِ مدینہ،قرارِقلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نزول سکینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیریاں ہوگا اور کنجوسی سے بچو کیونکہ کنجوسی نے تم سے پہلے والوں کو ہلاک کر دیا، کنجوسی نے انہیں رغبت دی کہ انہوں نے خون ریزی کی اور حرام کو حلال جانا۔

حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ظلم کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کو بے موقعہ استعمال کرنا اور کسی کا حق مارنا، اسکی بہت قسمیں ہیں گناہ کرنا اپنی جان پر ظلم ہے، قرابت داروں یا قرض خواہوں کا حق نہ دینا ان پر ظلم، کسی کو ستانا ایذاء دینا اس پر ظلم، یہ حدیث سب کو شامل ہے اور حدیث اپنے

---

[1] (صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تحریم الظلم، الحدیث:۲۵۷۸، ص۱۰۰۰)
(مشکاۃ المصابیح، کتاب الزکاۃ، باب الإنفاق و کراھیۃ الإمساک، الحدیث:۱۸۶۵، ج۱، ص۳۵۴)

ظاہری معنی پر ہے یعنی ظالم پل صراط پر اندھیریوں میں گھرا ہوگا، یہ ظلم اندھیری بن کر اس کے سامنے ہوگا، جیسے کہ مومن کا ایمان اور اس کے نیک اعمال روشنی بن کر اس کے آگے چلیں گے، رب تعالٰی فرماتا ہے: ﴿یَسْعٰی نُوْرُھُمْ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ﴾ [الحدید: ۱۲/۵۷] ترجمہ: (دیکھو گے کہ) ان کا نور ان کے آگے دوڑتا ہے۔ (کنز الایمان)) چونکہ ظالم دنیا میں حق ناحق میں فرق نہ کر سکا اس لئے اندھیرے میں رہا۔

عربی میں شُحّ بخل سے بدتر ہے، بخل اپنا مال کسی کو نہ دینا ہے اور شح اپنا مال نہ دینا اور دوسرے کے مال پر ناجائز قبضہ کرنا ہے غرض کہ شح، بخل، حرص اور ظلم کا مجموعہ ہے، اسی لئے یہ فتنوں، فساد، خوں ریزی و قطع رحمی کی جڑ ہے، جب کوئی دوسروں کا حق ادا نہ کرے بلکہ انکے حق اور چھیننا چاہے تو خواہ مخواہ فساد ہوگا۔[1]

ایک زمانہ ایسا ہوگا کہ جب صدقہ لینے والا کوئی نہ ہوگا، حدیث شریف میں ہے:

عَنْ حَارِثِ بْنِ وَهْبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تَصَدَّقُوْا فَإِنَّهُ يَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ يَمْشِي الرَّجُلُ بِصَدَقَتِهِ فَلَا يَجِدُ مَنْ يَّقْبَلُهَا، يَقُوْلُ الرَّجُلُ: لَوْ جِئْتَ بِهَا بِالْأَمْسِ لَقَبِلْتُهَا، فَأَمَّا الْيَوْمَ فَلَا

حضرت حارث بن وہب سے مروی ہے، فرماتے ہیں: نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و برصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ کرو کیونکہ تم پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ کوئی شخص اپنا صدقہ لے کر چلے گا تو کوئی اس کا قبول کرنے والا نہ ملے گا آدمی کہے گا کہ اگر تم کل لاتے تو میں

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۳، ص۷۲)

حَاجَةَ لِيْ بِهَا"۔[1] لے لیتا آج مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

مذکورہ حدیث شریف کی شرح میں حکیم الامّت مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: مراد ساری امت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے نہ کہ صحابہ کیونکہ مال کی فراوانی قریب قیامت حضرت امام مہدی کے زمانہ میں ہوگی، اور ہوسکتا ہے کہ صحابہ ہی سے خطاب ہو اور سیّدنا خضر علیہ السلام اس میں داخل ہوں کہ وہ بھی حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور وہ یہ زمانہ پائیں گے کہ ان کی وفات بالکل قیامت سے متصل ہوگی۔

حکیم الامّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مزید فرماتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ یہ قبول نہ کرنا غِنٰی کی وجہ سے ہوگا کہ سارے لوگ اتنے مالدار ہوجائیں گے کہ آسانی سے کوئی زکوٰۃ لینے والا نہ ملے گا اس حدیث کی روش سے معلوم ہو رہا ہے کہ اس وقت بھی فقیر ملیں گے تو مگر بہت تلاش اور دشواری سے ورنہ مالداروں پر زکوٰۃ فرض نہ رہتی، جیسے جس کے اعضائے وضو ایسے زخمی ہوں جن پر نہ پانی پہنچ سکے نہ تیمّم کا ہاتھ پھر سکے، تو اس پر وضو اور تیمّم دونوں معاف ہوجاتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقراء کا ہونا بھی اللہ کی رحمت ہے کہ ان کے ذریعہ ہم بہت سے فرائض سے سبکدوش ہوتے ہیں۔

یہاں مرقات نے فرمایا کہ اس زمانہ کے لوگ زاہد، صابر اور تارک الدنیا ہوجائیں گے جو زکوٰۃ لینا پسند کریں گے ہی نہیں۔[2]

مدینہ

[1] (صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب فضل الصدقة من كسب، باب الصدقة قبل الرد، الحديث: ١٤١١، ج١، ص٤٧٦)
(صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب الترغيب في الصدقة... إلخ، الحديث: ١٠١١، ص٣٦٣)
(سنن النسائي، كتاب الزكاة، باب التحريض على الصدقة، الحديث: ٢٥٥٤، ج٣، الجزء٥، ص٨١)
(مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب الإنفاق و كراهية الإمساك، الحديث: ١٨٦٦، ج١، ص٣٥٤)
[2] (مرآة المناجيح شرح مشكاة المصابيح، ج٣، ص٧٢-٧٣)

سخی اللہ عزوجل، جنت اور لوگوں سے قریب اور جہنم سے دور ہوتا ہے، جبکہ بخیل اس کے برعکس، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلسَّخِيُّ قَرِيْبٌ مِّنَ اللّٰهِ، قَرِيْبٌ مِّنَ الْجَنَّةِ، قَرِيْبٌ مِّنَ النَّاسِ، بَعِيْدٌ مِّنَ النَّارِ، وَالْبَخِيْلُ بَعِيْدٌ مِنَ اللّٰهِ، بَعِيْدٌ مِّنَ الْجَنَّةِ، بَعِيْدٌ مِّنَ النَّاسِ، قَرِيْبٌ مِّنَ النَّارِ. وَلَجَاهِلٌ سَخِيٌّ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ مِنْ عَابِدٍ بَخِيْلٍ". [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور پاک، صاحب لولاک، سیّاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سخی اللہ کے قریب ہے، جنت کے قریب ہے، لوگوں کے قریب ہے، آگ سے دور ہے اور کنجوس اللہ سے دور ہے، جنت سے دور ہے، لوگوں سے دور ہے، آگ کے قریب ہے اور یقیناً جاہل سخی کنجوس عابد سے افضل ہے۔

حکیم الامّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: یہاں مرقات نے فرمایا کہ حقیقی سخی وہ ہے جو غنٰی پر رب تعالیٰ کی رضا کو ترجیح دے، اس کے تین قرب بیان ہوئے اور ایک دوری، اللہ تعالیٰ تو ہر ایک سے قریب ہے لیکن اس سے قریب کوئی کوئی ہے۔ شعر:

یار نزدیک تر از من بمن است ✲ دیں عجب بیں کہ من از وے دُورم

اس حدیث میں اشارۃً فرمایا گیا کہ سخاوتِ مال حسنِ مآل یعنی انجام بخیر کا ذریعہ ہے۔ سخی سے مخلوق خود بخود راضی رہتی ہے۔

مدینہ

[1] (سنن الترمذي، كتاب البر والصلة، باب ما جاء في السخاء، الحديث: ۱۹۶۱، ج۳، ص۹۲)
(مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب الإنفاق و كراهية الإمساك، الحديث: ۱۸۶۹، ج۱، ص۳۵۵)

حکایت: کسی عالم سے پوچھا گیا کہ سخاوت بہتر ہے یا شجاعت؟ فرمایا: خدا تعالیٰ جسے سخاوت دے، اُسے شجاعت کی ضرورت ہی نہیں، لوگ خود بخود اُس کے سامنے چت ہو جائیں گے۔

چونکہ صدقہ غضب کی آگ بجھاتا ہے اس لئے سخی دوزخ سے دور ہے۔

مذکورہ حدیث شریف میں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان: ''جاہل سخی کنجوس عابد سے افضل ہے'' کی تشریح فرماتے ہوئے حکیم الامّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رقم طراز ہیں: یہاں عابد سے مراد عالم عابد ہے جیسا کہ جاہل کے مقابلے سے معلوم ہو رہا ہے، یعنی جو شخص عالم بھی ہو عابد بھی مگر کنجوس کہ نہ زکوٰۃ دے نہ صدقات واجبہ ادا کرے وہ یقیناً سخی جاہل سے بدتر ہوگا کیونکہ وہ عالم حقیقتاً بے عمل ہے بخل بہت سے فسق پیدا کر دیتا ہے اور سخاوت بہت خوبیوں کا تخم ہے، بلکہ وہ عابد بھی کامل نہیں، کیونکہ عبادت مالی یعنی زکوٰۃ وغیرہ ادا نہیں کرتا، صرف جسمانی عبادت ذکر و فکر پر قناعت کرتا ہے جس میں کچھ خرچ نہ ہو۔[1]

مومن میں بداخلاقی اور کنجوسی ایک ساتھ نہیں پائی جاتیں۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''خَصْلَتَانِ لَا تَجْتَمِعَانِ فِي مُؤْمِنٍ: اَلْبُخْلُ وَسُوْءُ الْخُلُقِ''.[2]

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن میں دو خصلتیں کبھی جمع نہیں ہوتیں کنجوسی اور بدخلقی۔

مدینہ

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۳، ص۷۴۔۷۵)

[2] (سنن الترمذي، کتاب البر والصلة، باب ما جاء في البخيل، الحديث:۱۹۶۲، ج۳، ص۹۳)
(مشکاۃ المصابیح، کتاب الزکاۃ، باب الإنفاق وکراهية الإمساک، الحديث:۱۸۷۲، ج۱، ص۳۵۵)

فرمانِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم، ''دو خصلتیں کبھی جمع نہیں ہوتیں'' کی شرح میں حکیم الامّت مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: یعنی ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی کامل مومن بھی ہو اور ہمیشہ کا بخیل اور بد خُلق بھی، اگر اتفاقاً کبھی اس سے بخل یا بد خلقی صادر ہو جائے تو فوراً وہ پشیمان بھی ہو جاتا ہے اس کے ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ مومن نہ بخیل ہوتا ہے نہ بد خُلق، جس دل میں ایمان کامل جاگزیں ہو تو اس دل سے یہ دونوں عیب نکل جاتے ہیں (لمعات) خیال رہے کہ بد خُلقی اور ہے غصّہ کچھ اور، اللہ تعالٰی کے لئے غصّہ کرنا عبادت ہے رب تعالٰی فرماتا ہے: ﴿اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾ (الفتح: ۴۸/۲۹) ترجمہ: کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل (کنزالایمان)) ہماری اس شرح سے حدیث پر نہ یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ بعض مومن بخیل بھی ہوتے ہیں اور بد خلق بھی، کیونکہ وہ یا تو مومن کامل نہیں ہوتے یا اُن کے یہ عیب عارضی ہوتے ہیں، اور نہ یہ اعتراض رہا کہ یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے۔[1]

جنت میں فریبی، کنجوس اور احسان جتانے والوں کا داخلہ ممنوع ہے، حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي بَكْرِ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ خِبٌّ وَّلَا بَخِيلٌ وَّلَا مَنَّانٌ".[2]

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: شہنشاہِ خوش خصال، پیکرِ حسن و جمال، دافعِ رنج و ملال، صاحبِ جود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں نہ تو فریبی آدمی جائے گا نہ کنجوس نہ احسان جتانے والا۔

---

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۳، ص۷۵-۷۶)

[2] (سنن الترمذي، كتاب البر والصلة، باب ما جاء في البخيل، الحديث: ۱۹۷۰، ج۳، ص۹۴)
(مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب الإنفاق وكراهية الإمساك، الحديث: ۱۸۷۳، ج۱، ص۳۵۵)

اس حدیث کی شرح میں مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: یعنی جو اِن عیبوں پر مرجائے وہ جنتی نہیں کیونکہ وہ منافق ہے، مومن میں اوّلاً تو یہ عیب ہوتے نہیں اور اگر ہوں تو رب تعالیٰ مرنے سے پہلے توبہ نصیب کردیتا ہے یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ ایسا آدمی جنت میں پہلے نہ جائیگا، احسان جتانے سے طعنہ دینا مراد ہے ورنہ بعض صورتوں میں احسان جتانا عبادت ہے جبکہ اس سے سامنے والے کی اصلاح مقصود ہو، رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیۡکُمۡ اَنۡ هَدٰىكُمۡ لِلۡاِیۡمَانِ﴾ ''[الحجرات: ۱۷/۴۹] ترجمہ: بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمہیں اسلام کی ہدایت کی (کنزالایمان))۔[1]

امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی ایک بخیل شخص کی حکایت نقل فرماتے ہیں کہ حضرت اعمش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک پڑوسی تھا جوان کو مسلسل اپنے گھر آنے کی دعوت دیتا اور کہتا اگر آپ آئیں تو میں آپ کو روٹی کا ایک ٹکڑا اور نمک پیش کروں گا اعمش انکار کرتے اس نے ایک دن آپ کو پھر پیشکش کی اتفاق سے اس وقت آپ کو بھوک بھی لگی ہوئی تھی فرمایا: اچھا ہمیں لے چلئے آپ اس کے گھر میں داخل ہوئے تو اس نے روٹی کا ایک ٹکڑا اور نمک پیش کیا اتنے میں ایک سائل آیا تو گھر کے مالک نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے، اس نے پھر سوال کیا تو اس نے وہی جواب دیا جب تیسری مرتبہ سوال کیا تو اس نے کہا: جاتے ہو یا ڈنڈا لے کر آؤں، حضرت اعمش نے سائل کو آواز دی: بھائی چلے جاؤ میں نے اس شخص سے زیادہ سچا کسی کو نہیں دیکھا یہ وعدے کا پابند ہے یہ ایک مدت سے مجھے روٹی کے ٹکڑے اور نمک کی دعوت دیتا رہا خدا کی قسم! اس نے اس میں کچھ بھی اضافہ نہیں کیا۔[2]

---

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۳، ص۷۶۔۷۷)

[2] (إحیاء علوم الدین، کتاب ذم البخل وذم حب المال، حکایات البخلاء، ج۳، ص۳۴۳)

بخل کا علاج

امام ابو حامد غزالی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: جان لے کہ بخل کا سبب مال کی محبت ہے اور مال کی محبت کے دو سبب ہیں:

ایک: ایسی خواہشات کی محبت جن کا حصول بغیر مال اور لمبی امید کے ممکن نہیں، اگر انسان کو علم ہو جائے کہ ایک دن بعد مر جائے گا تو بسا اوقات وہ بخل نہیں کرے گا کیونکہ ایک دن، ایک مہینہ یا ایک سال کے لئے جس مقدار کی اس کو ضرورت ہوگی، وہ قریب ہے۔ اور اگر امید تو کم ہو مگر اس کی اولاد ہو تو زندگی کی امید کی جگہ اولاد لے لیگی کیونکہ وہ اولاد کی بقاء کو اپنی بقاء جانتا ہے لہٰذا ان کے لئے مال جمع کرتا پھرتا ہے، اسی لئے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اولاد بخل، بزدلی اور جہالت کا سبب ہوتی ہے۔ (امام غزالی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مزید فرماتے ہیں) پھر جب اسے فقر کا خوف لاحق ہو اور مزید رزق کی امید بھی کم ہو تو لامحالہ بخل بڑھے گا۔

مال کی محبت کا دوسرا سبب محض مال کی محبت ہے، کیونکہ بعض لوگوں کا حال یہ ہے کہ مال بقدرِ حاجت بقیہ عمر کے لئے کفایت کرسکتا ہے، جبکہ وہ اپنی عادت کے مطابق خرچ کرتا رہے بلکہ ہزاروں بچ جائیں، ساتھ ہی ساتھ وہ بوڑھا بھی ہوتا ہے نیز اولاد بھی نہیں ہوتی لیکن مال کی بے پناہ فراوانی کے باوجود اس کا نفس زکوٰۃ ادا کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا حتی کہ اگر بیمار ہو جائے تو اپنے علاج پر بھی خرچ نہیں کرتا اور (اپنی جان سے زیادہ) دیناروں سے محبت کرتا ہے اور اسے دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔

یہ مال کی محبت کے اسباب ہیں اور ہر بیماری کا علاج اس کی ضد سے ہوتا ہے۔ زیادہ مال کی محبت کا علاج تھوڑے مال پر قناعت اور صبر کے ذریعے ممکن ہے، لمبی امید

کا علاج تذکرۂ موت سے ہے، ساتھ ہی ساتھ ہم زمانہ لوگوں کی موت سے بھی درسِ عبرت حاصل کیا جائے۔

جو شخص اولاد کے لئے مال جمع کرتا ہے اس کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ انہیں اچھے حال میں چھوڑ کر مرے، لیکن بسا اوقات اس مال کے ذریعہ اولاد برائی کی طرف گامزن ہو جاتی ہے۔ اگر اولاد نیک ہو تو اللہ تعالیٰ کفایت فرماتا ہے اور فاسق ہو تو اس مال کے ذریعہ گناہ پر مدد ہی ملے گی اور اس کا وبال جمع کر کے چھوڑ جانے والے پر ہی ہوگا۔

دل کے علاج کا طریقہ یہ ہے کہ جو احادیث بُخل کی مذمت اور سخاوت کی مدحت میں وارد ہیں ان میں غور کرے اور کنجوسی کرنے پر جس عذاب سے ڈرایا گیا ہے اسے بھی یاد رکھے۔ (ملخصاً)[1]۔

جہنم کے دروازے پر نام

حضرت سیدنا ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، اللہ عزوجل کے محبوب دانائے غیوب، منزہ عن العیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا فرمان عبرت نشان ہے: مَنْ تَرَکَ صَلَاۃً مُتَعَمِّدًا کُتِبَ اسْمُہٗ عَلٰی بَابِ النَّارِ فِیْمَنْ یَدْخُلُھَا یعنی ''جو کوئی جان بوجھ کر ایک نماز بھی قضا کر دیتا ہے، اس کا نام جہنم کے اس دروازے پر لکھ دیا جائے گا جس سے وہ جہنم میں داخل ہوگا۔'' (حلیۃ الاولیاء، ج۷، ص ۲۹۹، حدیث ۱۰۵۹۰)

---

[1] (إحیاء علوم الدین، کتاب ذم البخل وذم حب المال، بیان علاج البخل، ج۳، ص ۳۴۹۔۳۵۱)

فضائلِ صدقات

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں اپنی راہ میں صدقہ وخیرات کرنے والوں کو ہدایت یافتہ ہونے کا مژدہ سُنایا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فِیۡہِ ۚۛ ھُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ ۙ﴿۲﴾ الَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ وَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ ﴿۳﴾ (البقرۃ: ۲/۲۔۳)

ترجمہ کنزالایمان: اس میں ہدایت ہے ڈروالوں کو وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں اور نماز قائم رکھیں اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں اُٹھائیں۔

''ہماری راہ میں اُٹھائیں'' اس کی تفسیر میں صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: راہِ خدا میں خرچ کرنے سے یا زکوٰۃ مراد ہے، جیسا دوسری جگہ فرمایا: یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ یا مطلق اِنفاق خواہ فرض وواجب ہو جیسے زکوٰۃ نذر اپنا اور اپنے اہل کا نفقہ وغیرہ خواہ مستحب جیسے صدقات نافلہ اور اموات کا ایصالِ ثواب۔ **مسئلہ:** گیارہویں، فاتحہ، تیجہ، چالیسواں بھی اس میں داخل ہیں کہ وہ سب صدقات نافلہ ہیں اور قرآن پاک وکلمہ شریف کا پڑھنا نیکی کیساتھ اور نیکی ملا کر اجر وثواب بڑھاتا ہے، **مسئلہ:** مِمَّا میں من تبعیضیہ اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ انفاق میں اسراف ممنوع ہے یعنی انفاق خواہ اپنے نفس پر ہو یا اپنے اہل پر یا کسی اور پر اعتدال کے ساتھ ہو اسراف نہ ہونے پائے۔ رَزَقۡنٰہُمۡ کی تقدیم اور رزق کو اپنی طرف نسبت فرما کر ظاہر فرمایا کہ مال تمہارا پیدا کیا ہوا نہیں ہمارا عطا فرمایا ہوا ہے اسکو اگر ہمارے حکم سے

ہماری راہ میں خرچ نہ کرو تو تم نہایت ہی بخیل ہو اور یہ بخل نہایت قبیح۔ [1]

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے صدقات کی مدّ میں اپنا عزیز مال خرچ کرنے کو بھلائی فرمایا:

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓىٕكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِیّٖنَۚ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِۙ وَ السَّآىٕلِیْنَ وَ فِی الرِّقَابِۚ (البقرۃ:۲/۱۷۷)

ترجمہ کنزالایمان: کچھ اصل نیکی یہ نہیں کہ منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو ہاں اصل نیکی یہ ہے کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیر اور سائلوں کو اور گردنیں چھڑانے میں۔

قرآن مجید میں راہِ خدا عزوجل میں خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَ اَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۚۛ وَ اَحْسِنُوْا ۚۛ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ(۱۹۵) (البقرۃ:۲/۱۹۵)

ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اور بھلائی والے ہو جاؤ بیشک بھلائی والے اللہ کے محبوب ہیں

مدینہ

[1] (خزائن العرفان)

صدرالافاضل فرماتے ہیں: راہِ خدا میں انفاق کا ترک بھی سبب ہلاک ہے اور اسراف بیجا بھی اور اسی طرح اور چیز بھی جو خطرہ و ہلاک کا باعث ہو ان سب سے باز رہنے کا حکم ہے۔[1]

اسی طرح راہِ خدا عزوجل میں صدقہ کرنے والوں کی ایک اور مقام پر تعریف فرمائی گئی:

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍؕ وَ اللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُؕ الآیة (البقرة: ۲/ ۲۶۱)

ترجمہ کنزالایمان: ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی طرح جس نے اوگائیں سات بالیں ہر بال میں سو دانے اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لئے چاہے۔

صدرالافاضل مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: خواہ خرچ کرنا واجب ہو یا نفل تمام ابواب خیر کو عام ہے خواہ کسی طالبِ علم کو کتاب خرید کر دی جائے یا کوئی شفاخانہ بنا دیا جائے یا اموات کے ایصال ثواب کے لئے تیجہ، دسویں، بیسویں، چالیسویں کے طریقہ پر مساکین کو کھانا کھلایا جائے۔[2]

صدرالافاضل مزید فرماتے ہیں: اگانے والا حقیقت میں اللہ ہی ہے دانہ کی طرف اس کی نسبت مجازی ہے۔ **مسئلہ:** اس سے معلوم ہوا اسناد مجازی جائز ہے جبکہ اسناد کرنے والا غیر خدا کو مستقل فی التصرف اعتقاد نہ کرتا ہو اسی لئے یہ کہنا جائز ہے کہ

مدینہ

[1] (خزائن العرفان)
[2] (خزائن العرفان)

یہ دوا نافع ہے، یہ مضر ہے، یہ درد کی دافع ہے، ماں باپ نے پالا، عالم نے گمراہی سے بچایا، بزرگوں نے حاجت روائی کی وغیرہ سب میں اسناد مجازی ہے اور مسلمانوں کے اعتقاد میں فاعل حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے باقی سب وسائل ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے خیرات کرنے والوں کے اعمال کی مثال قرآن مجید میں یوں بیان فرمائی گئی:

وَمَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِیْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَیْنِۚ فَاِنْ لَّمْ یُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّؕ الآیۃ (البقرۃ:۲/۲۶۵)

ترجمہ کنزالایمان: اور ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی رضا چاہنے میں خرچ کرتے ہیں اور اپنے دل جمانے کو اس باغ کی سی ہے جو بھوڑ پر ہو اس پر زور کا پانی پڑا تو دُونے میوے لایا پھر اگر زور کا مینہ اسے نہ پہنچے تو اوس کافی ہے۔

صدر الافاضل فرماتے ہیں: یہ مومن مخلص کے اعمال کی ایک مثال ہے کہ جس طرح بلند خطہ کی بہتر زمین کا باغ ہر حال میں خوب پھلتا ہے خواہ بارش کم ہو یا زیادہ ایسے ہی با اخلاص مومن کا صدقہ اور اِنفاق خواہ کم ہو یا زیادہ ہو اللہ تعالیٰ اس کو بڑھاتا ہے۔[2]

مدینہ

[1] (خزائن العرفان)

[2] (خزائن العرفان)

اور فرمایا:

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَاۤ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّ لَاۤ اَذًىۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ(۲۶۲) (البقرة:۲/۲۶۲)

ترجمہ کنزالایمان: وہ جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر دیئے پیچھے نہ احسان رکھیں نہ تکلیف دیں ان کا نیگ ان کے رب کے پاس ہے اور انہیں نہ کچھ اندیشہ ہو اور نہ کچھ غم

شانِ نزول: یہ آیت حضرت عثمان غنی وحضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حق میں نازل ہوئی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوۂ تبوک کے موقع پر لشکر اسلام کے لئے ایک ہزار اُونٹ مع سامان پیش کئے اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار ہزار درہم صدقہ کے بارگاہ رسالت میں حاضر کئے اور عرض کیا کہ میرے پاس کُل آٹھ ہزار درہم تھے نصف میں نے اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے رکھ لئے اور نصف راہِ خدا میں حاضر ہیں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تم نے دیئے اور جو تم نے رکھے اللہ تعالیٰ دونوں میں برکت فرمائے۔[1]

''نہ احسان رکھیں نہ تکلیف دیں'' اس کی وضاحت میں صدرالافاضل فرماتے ہیں: احسان رکھنا تو یہ کہ دینے کے بعد دُوسروں کے سامنے اظہار کریں کہ ہم نے تیرے ساتھ ایسے ایسے سلوک کئے اور ان کو مکدّر (یعنی شرمندہ) کریں اور تکلیف دینا یہ کہ اسکو عار دلائیں کہ تو نادار تھا مفلس تھا مجبور تھا نکمّا تھا ہم نے تیری خبر گیری کی یا اور

مدینہ

[1] (خزائن العرفان)

طرح دباؤ دیں یہ ممنوع فرمایا گیا۔[1]

ایک اور مقام پر فرمایا:

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۴﴾ (البقرۃ:۲/۲۷۴)

ترجمہ کنزالایمان: وہ جو اپنے مال خیرات کرتے ہیں رات میں اور دن میں چھپے اور ظاہر ان کے لئے ان کا نیگ (ثواب) ہے ان کے رب کے پاس ان کو نہ کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم۔

یعنی راہِ خدا میں خرچ کرنے کا نہایت شوق رکھتے ہیں اور ہر حال میں خرچ کرتے رہتے ہیں۔

شانِ نزول: یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حق میں نازل ہوئی جب کہ آپ نے راہ خدا میں چالیس ہزار دینار خرچ کئے تھے دس ہزار رات میں اور دس ہزار دن میں اور دس ہزار پوشیدہ اور دس ہزار ظاہر، ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی جب کہ آپ کے پاس فقط چار درہم تھے اور کچھ نہ تھا اور آپ نے ان چاروں کو خیرات کر دیا۔ ایک رات میں ایک دِن میں ایک کو پوشیدہ ایک کو ظاہر۔

فائدہ: آیت کریمہ میں نفقۂ لیل (رات میں خرچ کرنے) کو نفقۂ نہار (دن میں خرچ کرنے) پر اور نفقۂ سرّ (پوشیدہ خرچ کرنے) کو نفقۂ علانیہ (ظاہر کر کے خرچ کرنے)

مدینہ

[1] (خزائن العرفان)

پر مقدم فرمایا گیا اس میں اشارہ ہے کہ چھپا کر دینا ظاہر کر کے دینے سے افضل ہے۔[1]

یوں ہی خیرات کرنے والے کے لئے ایک اور بشارت ارشاد فرمائی گئی ہے:

یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ یُرْبِی الصَّدَقٰتِ ؕ الآیۃ (البقرۃ:۲/۲۷۶)

ترجمہ کنز الایمان: اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو۔

فرمان، ''بڑھاتا ہے خیرات کو'' کے تحت صدر الافاضل فرماتے ہیں، یعنی اس کو زیادہ کرتا ہے اور اس میں برکت فرماتا ہے دنیا میں اور آخرت میں اس کا اجر وثواب بڑھاتا ہے۔[2]

اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کرنے والوں کے لئے اجر وثواب کا مژدہ ہے:

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یُوَفَّ اِلَیْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۶۰﴾ (الأنفال:۸/۶۰)

ترجمہ کنز الایمان: اور اللہ کی راہ میں جو خرچ کرو گے تمہیں پورا دیا جائے گا اور کسی طرح گھاٹے میں نہیں رہو گے۔

صدر الافاضل فرماتے ہیں: اس کی جزا وافر ملے گی۔[3]

اسی طرح رب تعالیٰ نے اپنے بندوں کو پوشیدہ اور اعلانیہ اپنی راہ میں خرچ کرنے کے لئے فرمایا ہے:

---

[1] (خزائن العرفان)

[2] (خزائن العرفان)

[3] (خزائن العرفان)

قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ یُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَ لَا خِلٰلٌ ﴿۳۱﴾ (إبراهیم:۱۴/ ۳۱)

ترجمہ کنزالایمان: میرے ان بندوں سے فرماؤ جو ایمان لائے کہ نماز قائم رکھیں اور ہمارے دیئے میں سے کچھ ہماری راہ میں چھپے اور ظاہر خرچ کریں اس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ سوداگری ہوگی نہ یارانہ۔

اور خیرات کرنے والوں کو خوشخبری ہے:

وَ بَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ ﴿۳۴﴾ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَ جِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ الصّٰبِرِیْنَ عَلٰى مَاۤ اَصَابَهُمْ وَ الْمُقِیْمِی الصَّلٰوةِ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ (الحج:۲۲/ ۳۴۔۳۵)

ترجمہ کنزالایمان: اور اے محبوب خوشی سنادو ان تواضع والوں کو کہ جب اللہ کا ذکر ہوتا ہے ان کے دل ڈرنے لگتے ہیں اور جو افتاد پڑے اس کے سہنے والے اور نماز برپا رکھنے والے اور ہمارے دیئے سے خرچ کرتے ہیں۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَ الَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَاۤ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿۶۰﴾ اُولٰٓىٕكَ یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَ هُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿۶۱﴾ (المؤمنون:۲۳/ ۶۰۔۶۱)

ترجمہ کنزالایمان: اور وہ جو دیتے ہیں جو کچھ دیں اور ان کے دل ڈر رہے ہیں یوں کہ ان کو اپنے رب کی طرف پھرنا ہے یہ لوگ بھلائیوں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی سب سے پہلے انہیں پہنچے۔

''جو کچھ دیں'' کی تفسیر میں مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: زکوٰۃ و صدقات یا یہ معنی ہیں کہ اعمالِ صالحہ بجالاتے ہیں۔

ترمذی کی حدیث میں ہے کہ حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا اس آیت میں ان لوگوں کا بیان ہے جو شرابیں پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں فرمایا اے صدیق کی نورِ دیدہ ایسا نہیں یہ اُن لوگوں کا بیان ہے جو روزے رکھتے ہیں صدقے دیتے ہیں اور ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں یہ اعمال نامقبول نہ ہو جائیں۔

''یہی سب سے پہلے انہیں پہنچے'' اس کی وضاحت میں صدر الافاضل فرماتے ہیں: یعنی نیکیوں کو، معنی یہ ہیں کہ وہ نیکیوں میں اور امتوں پر سبقت کرتے ہیں۔[1]

اور فرمایا:

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ یَقْدِرُ لَهٗؕ وَ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗۚ وَ هُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۳۹﴾

ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ بیشک میرا رب رزق وسیع فرماتا ہے اپنے بندوں میں جس کے لئے چاہے اور تنگی فرماتا ہے جس کے لئے چاہے اور جو چیز تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو وہ اس کے بدلے اور دے گا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے (سبا: ۳۴/ ۳۹)

''اور دے گا'' کی وضاحت کرتے ہوئے صدر الافاضل فرماتے ہیں: دنیا میں یا آخرت میں بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خرچ کرو تم پر

---

[1] (خزائن العرفان)

خرچ کیا جائے گا۔ دُوسری حدیث میں ہے صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا، معاف کرنے سے عزّت بڑھتی ہے، تواضع سے مرتبے بلند ہوتے ہیں۔[1]

ایک اور مقام پر پوشیدہ اور اعلانیہ راہ خدا میں خرچ کرنے والوں کی تعریف فرمائی گئی ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً یَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿۲۹﴾ لِیُوَفِّیَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَ یَزِیْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۳۰﴾ (فاطر:۲۹/۳۵۔۳۰)

ترجمہ کنزالایمان: بیشک وہ جو اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں پوشیدہ اور ظاہر وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں ہرگز ٹوٹا نہیں تاکہ ان کے ثواب انہیں بھرپور دے اور اپنے فضل سے اور زیادہ عطا کرے بیشک وہ بخشنے والا قدر فرمانے والا ہے۔

نیز خیرات کرنے والوں کے لئے بڑا اجر ہے:

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْهِؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ اَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِیْرٌ ﴿۷﴾ (الحدید:۷/۵۷)

ترجمہ کنزالایمان: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی راہ میں کچھ خرچ کرو جس میں تمہیں اوروں کا جانشین کیا تو جو تم میں ایمان لائے اور اس کی راہ میں خرچ کیا ان کے لئے بڑا ثواب ہے۔

---

[1] (خزائن العرفان)

''اوروں کا جانشین کیا'' اس کے تحت صدرالافاضل فرماتے ہیں: جو تم سے پہلے تھے اور تمہارا جانشین کرے گا تمہارے بعد والوں کو معنی یہ ہیں جو مال تمہارے قبضے میں ہیں سب اللہ تعالیٰ کے ہیں اس نے تمہیں نفع اُٹھانے کے لئے دے دیئے ہیں تم حقیقۃً ان کے مالک نہیں ہو بمنزلہ نائب ووکیل کے ہو، انہیں راہِ خدا میں خرچ کرو اور جس طرح نائب اور وکیل کو مالک کے حکم سے خرچ کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوتا تو تمہیں بھی کوئی تامل وتردّد نہ ہو۔[1]

اور ایک مقام پر راہ خدا میں خرچ نہ کرنے والوں کو تنبیہ فرمائی گئی:

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ الآیة (الحدید:۵۷/۱۰)

ترجمہ کنزالایمان: اور تمہیں کیا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو حالانکہ آسمانوں اور زمین سب کا وارث اللہ ہی ہے۔

''سب کا وارث اللہ ہی ہے'' اس کی وضاحت کرتے ہوئے صدرالافاضل فرماتے ہیں: تم ہلاک ہو جاؤ گے اور مال اسی کی مِلک میں رہ جائیں گے اور تمہیں خرچ کرنے کا ثواب بھی نہ ملے گا اور اگر تم خدا کی راہ میں خرچ کرو تو ثواب بھی پاؤ۔[2]

اور راہِ خدا میں خیرات کرنے والوں کو قرضِ حسن دینے والا فرمایا اور ان کے لیے معزّز ثواب کی بشارت ہے۔

---

[1] (خزائن العرفان)

[2] (خزائن العرفان)

اِنَّ الْمُصَّدِّقِیْنَ وَ الْمُصَّدِّقٰتِ وَ اَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعَفُ لَهُمْ وَ لَهُمْ اَجْرٌ كَرِیْمٌ ﴿۱۸﴾ (الحدید:۱۸/۵۷)

ترجمہ کنزالایمان: بیشک صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور وہ جنہوں نے اللہ کو اچھا قرض دیا ان کے دونے ہیں اور ان کے لئے عزت کا ثواب ہے۔

''اچھا قرض دیا'' اس کی تفسیر میں صدرالافاضل فرماتے ہیں: یعنی خوشدلی اور نیت صالحہ کے ساتھ مستحقین کو صدقہ دیا اور راہِ خدا میں خرچ کیا۔[1]

''ان کے لئے عزت کا ثواب ہے'' اس کی تفسیر میں صدرالافاضل فرماتے ہیں: اور وہ جنت ہے۔[2]

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَ مَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَیْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا ؕ الآیۃ (المزمل:۲۰/۷۳)

ترجمہ کنزالایمان: اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو اچھا قرض دو اور اپنے لئے جو بھلائی آگے بھیجو گے اسے اللہ کے پاس بہتر اور بڑے ثواب کی پاؤ گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اس قرض سے مراد زکوٰۃ کے سوا راہِ خدا میں خرچ کرنا اور صلۂ رحمی میں اور مہمانداری میں اور یہ بھی کہا گیا کہ اس

---

[1] (خزائن العرفان)

[2] (خزائن العرفان)

سے تمام صدقات مراد ہیں جنہیں اچھی طرح مال حلال سے خوشدلی کے ساتھ راہ خُدا میں خرچ کیا جائے۔[1]

اسی طرح فضائل صدقات میں اللہ کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک فرمودات بھی بے شمار وارد ہیں، چنانچہ صدقہ کرنے والے کی روحانی طاقت کا کیا خوب بیان فرمایا:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْأَرْضَ جَعَلَتْ تَمِيْدُ وَتَكَفَّأُ فَأَرْسَاهَا بِالْجِبَالِ فَاسْتَقَرَّتْ فَعَجِبَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ شِدَّةِ الْجِبَالِ، فَقَالَتْ: يَا رَبَّنَا! هَلْ خَلَقْتَ خَلْقاً أَشَدَّ مِنَ الْجِبَالِ؟ قَالَ: نَعَمْ اَلْحَدِيْدَ، قَالُوْا: فَهَلْ خَلَقْتَ خَلْقاً أَشَدَّ مِنَ الْحَدِيْدِ؟، قَالَ: اَلنَّارَ. قَالُوْا: فَهَلْ خَلَقْتَ خَلْقاً أَشَدَّ مِنَ النَّارِ؟ قَالَ: اَلْمَاءَ.

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: سید المبلغین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا فرمایا تو وہ ہلنے لگی تو اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو اس میں گاڑ دیا جس سے زمین ٹھہر گئی، فرشتے پہاڑوں کی مضبوطی سے متعجب ہوئے اور عرض کیا: الٰہی! کیا تو نے پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت وشدید کوئی مخلوق پیدا فرمائی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں! وہ لوہا ہے۔ انہوں عرض کیا: الٰہی! کیا تو نے لوہے سے بھی زیادہ مضبوط کوئی مخلوق بنائی ہے؟ فرمایا: ہاں! وہ آگ ہے۔ فرشتوں نے عرض کیا: مولیٰ! کیا آگ سے بھی زیادہ قوی کوئی مخلوق پیدا فرمائی ہے؟ ارشاد ہوا: وہ پانی ہے۔

مدینہ

[1] (خزائن العرفان)

قَالُوا: فَهَلْ خَلَقْتَ خَلْقاً أَشَدَّ مِنَ الْمَاءِ؟، قَالَ: اَلرِّيحَ، قَالُوا: فَهَلْ خَلَقْتَ خَلْقاً أَشَدَّ مِنَ الرِّيحِ؟ قَالَ: اِبْنَ آدَمَ إِذَا تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ بِيَمِيْنِهِ فَأَخْفَاهَا مِنْ شِمَالِهِ".[1]	فرشتے عرض گزار ہوئے: اے رب! کیا کوئی مخلوق پانی سے بھی زیادہ طاقتور پیدا فرمائی ہے؟ ارشادفرمایا: وہ ہوا ہے۔ وہ پھر عرض کرنے لگے: اے پروردگار! کیا ہوا سے بھی زیادہ سخت کسی مخلوق کو پیدا فرمایا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں وہ انسان کہ جب داہنے ہاتھ سے صدقہ کرے تو اسے بائیں ہاتھ سے چُھپائے۔

حدیث مذکور کی تشریح میں حکیم الامّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: جیسے ہلکی کشتی و جہاز پانی پر ہلتا ہے اسی طرح زمین ہلتی تھی فرشتوں نے گمان کیا کہ اس سے لوگ نفع نہ اُٹھاسکیں گے۔[2]

حکیم الامت مزید فرماتے ہیں: مرقات نے فرمایا کہ پہلے بوقبیس پہاڑ پیدا ہوا پھر دوسرے پہاڑ، ان پہاڑوں سے زمین ایسی ٹھہر گئی جیسے جہاز میں وزن لاد دینے سے دریا پر ٹھہر جاتا ہے جنبش نہیں کرتا، پہاڑ زمین میں ایسے گڑھے ہیں جیسے زمین میں مضبوط درخت کہ پہاڑوں کی جڑیں دور تک پھیلی ہوتی ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاَلْقٰى فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ﴾ ([النحل:١٦/١٥] ترجمہ: اور اس

---

[1] (سنن الترمذي، كتاب تفسير القرآن، ٩٥۔ باب، الحديث: ٣٣٦٩، ج٥، ص ٢٩٤)
(مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب فضل الصدقة، الحديث: ١٩٢٣، ج١، ص٣٦٥)

[2] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج٣، ص ١١٣۔١١٤)

نے زمین میں لنگر ڈالے کہ کہیں تمہیں لے کر نہ کانپے (کنزالایمان)) (ملخصاً)

حکیم الامّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید فرماتے ہیں: فرشتوں کو حیرت یہ ہوئی کہ پہاڑوں نے اتنی بڑی زمین کو اس طرح دبوچ لیا کہ اسے ہلنے نہیں دیتے تو ان سے سخت تر مخلوق کون سی ہوگی، خیال رہے کہ پہاڑ زمین سے زیادہ وزنی نہیں مگر جیسے جہاز کا سامان جہاز کے وزن سے کہیں ہلکا ہوتا ہے مگر جہاز کو ہلنے نہیں دیتا اسی طرح پہاڑ کا معاملہ ہے۔

لوہے، آگ، پانی، ہوا، کے پہاڑ، لوہے، آگ، پانی سے زیادہ مضبوط ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

''کیونکہ لوہا پہاڑ کو توڑ دیتا ہے، پہاڑ لوہے کو نہیں توڑتا''۔

''آگ لوہے کو پگھلا دیتی ہے بلکہ زیادہ تیز ہو تو لوہے کو گلا کر پانی بنا دیتی ہے''۔

''پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، اگرچہ آگ پانی کو گرم بھی کر دیتی ہے اور جلا بھی دیتی ہے مگر کسی برتن کی مدد سے جبکہ پانی اس میں بند ہو، اگر آڑ ہٹا دی جائے تو پانی ہی آگ کو بجھاتا ہے لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں، پانی قید میں رہ کر جلتا ہے''۔

''ہوا پانی سے لدے بادلوں کو اُڑائے پھرتی ہے اور سمندر میں طلاطم پیدا کر دیتی ہے جس سے وہاں طوفان برپا ہو جاتا ہے''۔[1]

پوشیدہ سخاوت کرنے والے شخص کے ان تمام سے مضبوط ہونے کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ کیونکہ ایسا سخی اس سرکش نفس کو تابعدار کر لیتا ہے جو پہاڑ سے زیادہ سخت،

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۳، ص ۱۱۳-۱۱۴)

سمندر و ہوا سے زیادہ طوفانی ہے، نفس اولاً تو بخل سکھاتا ہے جب سخاوت کی جائے تو دکھلاوے کو پسند کرتا ہے، یہ خفیہ سخاوت کرنے والا نفس کی دونوں خواہشوں کو کچل دیتا ہے اور نفس کی آگ کو بجھا دیتا ہے لہٰذا بڑا بہادر ہے، نیز خفیہ صدقہ سے غضبِ الٰہی کی آگ بجھتی ہے، رضائے الٰہی حاصل ہوتی ہے، یہ نعمتیں پہاڑ، لوہے، آگ، پانی، ہوا سے حاصل نہیں ہوسکتیں، لہٰذا یہ صدقہ اُن سب سے بہتر۔

صوفیائے کرام رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم فرماتے ہیں کہ سخاوتِ مال سے سخاوتِ حال افضل ہے اور سخاوتِ حال سے سخاوتِ کمال بہتر کہ سخاوتِ مال میں فقیر کی اسی زندگی کے دو ایک دن سنبھل جاتے ہیں مگر حال و کمال کی سخاوت سے ہم جیسے مسکینوں کے دونوں جہان درست ہوجاتے ہیں، حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تا قیامت لوگوں کے دین و دنیا سنبھال دیئے، حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بڑے داتا ہیں، جیسے زمین پہاڑوں سے ٹھہری ایسے ہی ہمارے دل کسی کی نگاہِ کرم سے ٹھہر سکتے ہیں ورنہ دل کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔[1]

جو مال صدقہ کردیا جاتا ہے وہ اللہ تعالٰی کے فضل و کرم سے بقاء پاجاتا ہے یعنی اللہ تعالٰی کی محافظت میں داخل ہوجاتا ہے اور ان شاء اللہ بروزِ قیامت وہ اجر و ثواب کی صورت میں انسان کو نفع پہنچائے گا۔ حدیث شریف میں ہے:

مدینہ

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۳، ص ۱۱۳۔۱۱۴)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهُمْ ذَبَحُوا شَاةً، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا بَقِيَ مِنْهَا"؟ قَالَتْ: مَا بَقِيَ مِنْهَا إِلَّا كَتِفُهَا. قَالَ: "بَقِيَ كُلُّهَا غَيْرَ كَتِفِهَا".[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہ اہل بیت نے بکری ذبح کی تو اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اس میں سے کیا بچا؟ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے جواب دیا کہ کندھے کے سوا کچھ نہیں بچا حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کندھے کے سوا سب بچ گیا۔

''کندھے کے سوا کچھ نہیں بچا'' اس کی وضاحت کرتے ہوئے مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: یعنی سارا گوشت خیرات کر دیا گیا صرف شانہ بچا ہے۔ غالبًا یہ گھر کے خرچ کے لئے رکھا گیا ہوگا اور یہ بکری صدقہ کے لئے ذبح نہ کی گئی ہوگی کہ صدقہ کا گوشت گھر کے خرچ کے لئے نہیں رکھا جاتا۔

''کندھے کے سوا سب بچ گیا'' اس کے تحت مفتی صاحب فرماتے ہیں: یعنی جو راہ خدا میں صدقہ دے دیا گیا وہ باقی اور لازوال ہو گیا اور جو اپنے کھانے کے لیے رکھا گیا وہ ہضم ہو کر فنا ہو جائے گا، رب تعالٰی فرماتا ہے: ﴿مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ﴾ [النحل: ۱۶/ ۹۶] ترجمہ: جو تمہارے پاس ہے ہو چکے گا اور جو اللہ کے پاس ہے ہمیشہ رہنے والا ہے۔ (کنزالایمان))[2]

[1] (سنن الترمذي، كتاب صفة القيامة والرقائق والورع، ۳۳۔ باب، الحديث: ۲۴۷۰، ج۴، ص۲۶۸)
(مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب فضل الصدقة، الحديث: ۱۹۱۹، ج۱، ص۳۶۴)

[2] (مرآة المناجيح شرح مشكاة المصابيح، ج۳، ص۱۱۰)

ایک حدیث شریف میں ہے:

عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَامِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ إِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ وَلَا حِجَابٌ يَحْجُبُهُ فَيَنْظُرُ أَيْمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى إِلَّا مَا قَدَّمَ مِنْ عَمَلِهِ، وَيَنْظُرُ أَشْأَمَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى إِلَّا مَا قَدَّمَ، وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا يَرٰى إِلَّا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ، فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ".[1]

حضرت عدی ابن حاتم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: خاتم المرسلین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب رب العلمین، جناب صادق و امین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں ہے تم میں سے کوئی مگر اس سے اس کا رب کلام کرے گا اس کے اور رب کے درمیان نہ کوئی ترجمان ہوگا اور نہ پردہ جو اس کے لئے آڑ ہو تو وہ دائیں دیکھے گا تو نہ دیکھے گا مگر وہی جو اس نے آگے بھیجے اور اپنے بائیں دیکھے گا تو نہ دیکھے گا مگر وہی اعمال جو اس نے آگے بھیجے اور اپنے سامنے دیکھے گا تو آگ کے سوا نہ دیکھے گا تو تم آگ سے بچو! اگرچہ کھجور کی قاش ہی سے۔

مدینہ

[1] (صحیح البخاري، کتاب الرقاق، باب القصاص یوم القیامة، الحدیث:۶۵۳۹،ج۴،ص۲۱۸)
(صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب الحث علی الصدقة...إلخ،الحدیث:۱۰۱۶،ص۳۱۴)
(سنن الترمذي، کتاب صفة القیامة،الحدیث:۲۴۱۵،ج۳،ص۴۳۰)
(سنن ابن ماجه، المقدمة، الحدیث:۱۸۵،ج۱،ص۱۱۶)
(سنن النسائي، کتاب الزکاة، باب القلیل في الصدقة،الحدیث:۲۵۵۲،ج۳،الجزء۵،ص۷۸)
(مشکاة المصابیح، کتاب أحوال القیامة...إلخ، باب الحساب...إلخ، الحدیث:۵۵۵۰،ج۲،ص۳۱۴)

اس حدیث کی شرح میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ قیامت میں ہر ایک کو ربّ کا دیدار بھی ہوگا اور ہر ایک رب کا کلام بھی سنے گا مگر صالحین کو رحمت کا دیدار و کلام ہوگا بدکاروں سے غضب، قہر کا۔ قرآن مجید میں جو ارشاد باری ہے کہ ہم ان سے کلام نہ کریں گے ہم ان کو دیکھیں گے نہیں وہاں رحمت و کرم کا دیدار و کلام مراد ہے۔[1]

مزید فرماتے ہیں: ہر چہار طرف اعمال ہوں گے بیچ میں عامل ہوگا اپنے ہر عمل کا نظارہ کرے گا۔

''آگ کے سوا نہ دیکھے گا'' اس کے تحت فرماتے ہیں: یعنی حساب یہاں ہو رہا ہوگا اور دوزخ کی آگ سامنے سے نظر آرہی ہوگی کیسا بھیانک نظارہ ہوگا خدا کی پناہ۔

دوزخ سے بچنے کا اعلیٰ ذریعہ صدقہ و خیرات ہے صدقہ اگرچہ معمولی ہو لیکن اخلاص سے ہو، وہ بھی آگ سے بچالے گا وہاں صدقہ کی مقدار نہیں دیکھی جاتی وہاں صدقہ والے کی نیت پر نظر ہوتی ہے کھجور کی قاش کی ہی خیرات کردو شاید وہ ہی دوزخ سے بچالے یا یہ مطلب ہے کہ کسی کا معمولی حق بھی نہ مارو کہ وہ بھی دوزخ میں بھیج دے گا کسی کی کھجور کی قاش اس کی بغیر اجازت نہ لو۔[2]

علامہ بدر الدین عینی اور ملا علی قاری نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا کہ انسان جب پریشان ہوجاتا ہے تو دائیں بائیں نظریں دوڑاتا ہے تاکہ مدد حاصل کرسکے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا: اس کا دائیں بائیں پھرنا اس لئے بھی ہوسکتا ہے کہ

---

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۷، ص۳۸۳)

[2] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۷، ص۳۸۳)

آگ سے بچنے کی کوئی صورت پالے مگر وہ اس سے راہ فرار نہ پا سکے گا۔

''آگ سے بچو اگر چہ کھجور کی قاش کے ذریعہ'' یعنی جب تم بندے کی بروزِ قیامت اس حالت کو جان چکے تو اس سے بچنے کی سبیل کرو اور کسی پر ظلم نہ کرو اور صدقہ دیا کرو چاہے کھجور کی قاش کے ذریعہ ہو، آدھی کھجور کے ذریعہ یا تھوڑی ہی پر اکتفاء کرو، معنی یہ ہیں کہ جو بھی چیز (اگر چہ خفیف ہو) میسّر آجائے اسی سے صدقہ کرو کیونکہ یہ تمہارے اور آگ کے درمیان حائل ہونے والا پردہ ہوگی (جامع صغیر کی حدیث شریف ہے) بے شک صدقہ جنت ہے اور جنت کی طرف وسیلہ ہے۔[1]

ایک اور حدیث شریف میں ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا عَائِشَةُ! اِسْتَتِرِي مِنَ النَّارِ، وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَإِنَّهَا تَسُدُّ مِنَ الْجَائِعِ مَسَدَّهَا مِنَ الشَّبْعَانِ".[2]

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت، مخزنِ جود وسخاوت، پیکر عظمت و شرافت، محبوب رب العزت، محسن انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! آگ سے بچو اگر چہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعہ، یہ بھوکے کے لئے سیری کے برابر ہے۔

---

[1] (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، تحت الحديث: ۵۵۵۰)
(عمدة القاری شرح صحيح البخاري، تحت الحديث: ۶۵۳۹)

[2] (المسند للإمام أحمد بن حنبل، مسند السيدة عائشة رضي الله عنها، الحديث: ۲۵۰۰۶، ج۸، ص۱۲۰)

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ: اَلصَّلَاةُ بُرْهَانٌ، وَالصَّوْمُ جُنَّةٌ، وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيْئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ" (الحديث)[1]

حضرت کعب بن عُجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: سرکار والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روز شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز (ایمان کی) دلیل ہے اور روزہ (گناہوں سے) ڈھال ہے اور صدقہ کوتاہیوں کو یوں مٹا دیتا ہے جیسے آگ کو پانی۔

ایک اور حدیث میں فرمایا:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ".[2]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: آقائے مظلوم، سرور معصوم، حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب رب اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو بجھاتا ہے اور بُری موت کو دفع کرتا ہے۔

حکیم الامّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: یعنی خیرات کرنے والے سخی کی زندگی بھی اچھی ہوتی ہے کہ اوّلاً تو اس پر

---

[1] (سنن الترمذي، أبواب السفر، باب ما ذُكر في فضل الصلاة، الحديث: ٦١٤، ج ١، ص ٦٤٧)

[2] (سنن الترمذي، كتاب الزكاة، باب ما جاء في فضل الصدقة، الحديث: ٦٦٤، ج ١، ص ٤٧٨)
(مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب فضل الصدقة، الحديث: ١٩٠٩، ج ١، ص ٣٦٢)

دنیوی مصیبتیں آتی نہیں اور اگر امتحاناً آ بھی جائیں تو رب تعالیٰ کی طرف سے اسے سکون قلبی نصیب ہوتا ہے جس سے وہ صبر کر کے ثواب کما لیتا ہے غرض کہ اس کے لئے مصیبت معصیت لے کر نہیں آتی مغفرت لے کر آتی ہے، معصیت والی مصیبت خدا تعالیٰ کا غضب ہے اور مغفرت والی مصیبت اللہ عزوجل کی رحمت لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ سخیوں پر مصیبتیں آجاتی ہیں، عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے سخی بڑی بے دردی سے شہید کئے گئے۔

بری موت سے مراد خرابیٔ خاتمہ ہے یا غفلت کی اچانک موت یا موت کے وقت ایسی علامت کا ظہور ہے جو بعد موت بدنامی کا باعث ہو اور ایسی سخت بیماری ہے جو میت کے دل میں گھبراہٹ پیدا کر کے ذکر اللہ سے غافل کر دے، غرض کہ سخی بندہ ان تمام برائیوں سے محفوظ رہے گا، میرے پاک نبی سچے، اُن کا رب سچا، اللہ تعالیٰ اُنکے طفیل ہم سب کو سخاوت کی توفیق دے اور یہ نعمتیں عطا فرمائے۔[1]

عَنْ أَبِي كَبْشَةَ الْأَنْمَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "ثَلَاثٌ أُقْسِمُ عَلَيْهِنَّ، وَأُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا فَاحْفَظُوْهُ"، قَالَ: "مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِّنْ صَدَقَةٍ، وَلَا ظُلِمَ

حضرت ابو کبشہ انماری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی مکرم، نورِ مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ تین باتیں وہ ہیں جن پر میں قسم کھاتا ہوں اور ایک بات کی تمہیں خبر دیتا ہوں اسے یاد رکھو، فرمایا: کہ کسی بندے کا مال صدقہ کرنے سے کم

مدینہ

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۳، ص۱۰۳)

عَبْدٌ مَظْلَمَةً صَبَرَ عَلَيْهَا إِلَّا زَادَ اللّٰهُ عِزّاً، وَلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْأَلَةٍ إِلَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ، أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا، وَأُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثاً فَاحْفَظُوْهُ". قَالَ: "إِنَّمَا الدُّنْيَا لِأَرْبَعَةِ نَفَرٍ: عَبْدٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالاً وَعِلْماً فَهُوَ يَتَّقِي فِيْهِ رَبَّهُ، وَيَصِلُ فِيْهِ رَحِمَهُ، وَيَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيْهِ حَقّاً فَهٰذَا بِأَفْضَلِ الْمَنَازِلِ، وَعَبْدٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ عِلْماً وَلَمْ يَرْزُقْهُ مَالاً فَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ يَقُوْلُ: لَوْ أَنَّ لِي مَالاً لَعَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ بِنِيَّتِهِ فَأَجْرُهُمَا سَوَاءٌ، وَعَبْدٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالاًوَلَمْ يَرْزُقْهُ عِلْماً يَخْبِطُ فِيْ مَالِهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ، وَلَا يَتَّقِي فِيْهِ رَبَّهُ، وَلَا يَصِلُ فِيْهِ رَحِمَهُ، وَلَا يَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيْهِ حَقّاً فَهٰذَا بِأَخْبَثِ الْمَنَازِلِ،

نہیں ہوتا اور کوئی ظلم نہیں کیا جاتا جس پر صبر وہ کرے مگر اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھاتا ہے اور کوئی (اپنے لئے) مانگنے کا دروازہ نہیں کھولتا مگر اللہ تعالیٰ اس پر فقیری کا دروازہ کھول دیتا ہے اور تمہیں ایک اور بات بتا رہا ہوں اُسے یاد رکھو، فرمایا: دنیا چار قسم کے بندوں کی ہے۔ ﴿۱﴾ وہ بندہ جسے اللہ نے مال اور علم دیئے تو وہ اس میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا (اور نیک اعمال کرتا) ہے صلہ رحمی کرتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کا حق پہچانتا ہے (صدقہ وزکوۃ ادا کرتا ہے) یہ شخص بہترین درجہ میں ہے۔ ﴿۲﴾ وہ بندہ جسے اللہ نے علم دیا اور مال نہیں دیا وہ خلوص نیت کے ساتھ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں (پہلے شخص) کی طرح عمل کرتا، اسے اس کی نیت کا بدلہ ملے گا اور ان دونوں (پہلے اور دوسرے) کا ثواب برابر ہے۔ ﴿۳﴾ وہ بندہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور علم نہ دیا

وَعَبدٌ لَم یَرزُقهُ اللّٰهُ مَالًا وَلَا عِلماً فَهُوَ یَقُولُ: لَو أَنَّ لِي مَالًا لَعَمِلتُ فِیهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ بِنِیَّتِهِ، فَوِزرُهُمَا سَوَاءٌ". [1]

تو وہ اپنے مال میں بغیر سوچے سمجھے تصرف کرتا ہے، اس میں اپنے رب سے نہیں ڈرتا، صلہ رحمی نہیں کرتا اور نہ ہی اس میں حقوق اللہ کو پہچانتا ہے (صدقہ وزکوۃ ادا نہیں کرتا) یہ شخص بدترین درجہ میں ہے۔ ﴿۴﴾ وہ بندہ جسے اللہ تعالٰی نے نہ مال دیا اور نہ علم یہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں (تیسرے شخص) کی طرح تصرف کرتا اسے اس کی نیت کا بدلہ ملے گا اور ان دونوں (تیسرے اور چوتھے شخصوں) کا گناہ برابر ہے۔

حکیم الامّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: یعنی تین خبریں قسم سے بیان کرتا ہوں اور ایک خبر بغیر قسم کے، خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خبر خواہ قسم سے ہو یا بغیر قسم بالکل حق اور درست ہے۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خبر کا درست ہونا ایسا ہی لازم وضروری ہے جیسے اللہ تعالٰی کی خبر کا حق ہونا لازم ہے کہ رب تعالٰی کا جھوٹ بھی ناممکن ہے اور نبی کا جھوٹ بھی ناممکن۔ [2]

حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مزید فرماتے ہیں: یہاں صرف أُقسِمُ فرما کر قسم

---

[1] (سنن الترمذي، کتاب الزھد، باب ما جاء مثل الدنیا...إلخ، الحدیث:۲۳۲۵، ج۴، ص۲۹۵)
(سنن ابن ماجه، کتاب الزھد، باب النیة، الحدیث:۴۲۲۸، ج۴، ص۵۲۴)
(مشکاة المصابیح، کتاب الرقاق، باب استحباب المال والعمر للطاعة، الحدیث:۵۲۸۷، ج۲، ص۲۶۱)
[2] (مرآة المناجیح شرح مشکاة المصابیح، ج۷، ص۹۹-۱۰۱)

کھائی گئی وَاللّٰہِ یا بِاللّٰہِ نہیں فرمایا یہ بھی قسم کا ایک طریقہ ہے۔ صدقہ سے مراد ہر خیرات ہے فرضی ہو یا نفلی تجربہ شاہد ہے کہ خیرات سے مال بڑھتا ہے گھٹتا نہیں آزما کر دیکھ لو میرا رب سچا اور اس کے رسول سچے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صدقہ سے دنیا میں برکت آخرت میں ثواب ہے۔ فقیر کا تجربہ تو یہ ہے کہ صدقہ والے مال کو عموماً حاکم، حکیم، وکیل، چور، نہیں کھاتے دنیاوی نقصانات بھی بہت کم ہوتے ہیں۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ حدیث کی شرح میں مزید فرماتے ہیں:

یہاں صبر سے مراد اخلاقی صبر ہے نہ کہ مجبوری کا صبر۔

''اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھاتا ہے'' اس کے تحت مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: چنانچہ یوسف علیہ السلام نے اپنے دربار میں آئے ہوئے اپنے بھائیوں کو معافی دی۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقعہ پر تمام اہل مکہ کو معافی دے دی جن سے عمر بھر ظلم وستم دیکھے تھے دیکھ لو آج تک ان حضرات کی واہ واہ ہو رہی ہے۔ یہ ہے عزّت بڑھنا۔ ؎

صدقے اس انعام کے قربان اس اکرام کے
ہو رہی ہے دونوں عالم میں تمہاری واہ واہ

''اللہ تعالیٰ اس پر فقیری کا دروازہ کھول دیتا ہے'' اس کے تحت حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ تجربہ شاہد ہے کہ پیشہ ور بھکاریوں کے پاس اوّلاً تو مال جمع ہوتا ہی نہیں اگر ہو جاوے تو وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے جمع کر کے چھوڑ جاتے ہیں ان کے مال میں برکت نہیں ہوتی۔ مرقات میں ان کی مثال اس کتے سے دی ہے جو منہ میں ٹکڑا لئے شفاف وصاف نہر پر گزرے اس میں اپنے عکس کو دیکھ کر سمجھے کہ یہ دوسرا کتّا ہے اس سے ٹکڑا چھین لینے کے لئے اس پر منہ پھاڑ کر حملہ کرے اپنا ٹکڑا بھی کھو بیٹھے۔

”جسے اللہ نے مال اور علم دیئے“ اس کے تحت فرماتے ہیں: علم سے مراد علم دین ہے معلوم ہوا علم دین بھی اللہ تعالیٰ کی دنیاوی نعمتوں سے ایک اعلیٰ نعمت ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ مال سانپ ہے علم دین تریاق ہمیشہ تریاق کے ساتھ زہر مفید ہوتا ہے بغیر تریاق ہلاک کر دیتا ہے۔

حکیم الامّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اگرچہ بِحَقِّہٖ میں سارے سلوکِ صدقات داخل ہیں مگر چونکہ عزیزوں قرابت داروں کے حقوق ادا کرنا بہترین عبادت ہے اور تمام صدقات میں اعلیٰ وافضل اس لئے اس کا ذکر علیحدہ فرمایا گیا۔

پہلے شخص کے متعلق حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ ”وہ بہترین درجوں میں ہے“ اس کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اس لئے کہ یہ شخص دین ودنیا دونوں جگہ سرخرو شاد آباد رہے گا کیوں کہ وہ مال کمائے گا حکم الٰہی کے مطابق خرچ کرے گا اسی کے مطابق جمع کرے گا۔ اسی فرمان کے ماتحت مال کی آمد، جمع، خرچ سب شریعت کے مطابق چاہئے۔

حدیث شریف میں تیسرے شخص کے متعلق فرمایا گیا کہ ”وہ بغیر سوچے سمجھے تصرف کرتا ہے“ اس کی وضاحت میں مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: یعنی حرام وحلال طریقے سے مال کماتا ہے اور ہر حلال، حرام جگہ خرچ کرتا رہتا ہے نہ خود عالم ہے نہ علماء کی بات مانتا ہے جیسا کہ آج کل عام امیروں کا حال ہے۔

”صلہ رحمی نہیں کرتا“ اس کی شرح میں فرماتے ہیں: ایسے لوگ اگر کبھی اچھی جگہ خرچ بھی کرتے ہیں تو اپنی ناموری کے لئے خرچ کرتے ہیں مگر بے فائدہ بلکہ مضر۔

”یہ خبیث ترین درجہ میں ہے“ اس کی وضاحت کرتے ہوئے حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: کیونکہ اس کا مال اس کے لئے وبال ہے مال کی وجہ سے اس

پر گناہوں کے دروازے بہت کھل جاتے ہیں وہ مال کے نشہ میں نہ کرنے والے کام کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ عثمانی مال دے ابو جہلی مال سے بچائے۔ (آمین)

''ان دونوں کا گناہ برابر ہے'' اس کی تشریح میں حکیم الامت رقم طراز ہیں: یعنی یہ بدنصیب بغیر کچھ کئے سب کچھ کررہا ہے کرنے والوں کے ساتھ دوزخ میں جارہا ہے۔[1]

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ مِسْكِيناً سَأَلَهَا وَهِيَ صَائِمَةٌ، وَلَيْسَ فِيْ بَيْتِهَا إِلَّا رَغِيفٌ، فَقَالَتْ لِمَوْلَاةٍ لَّهَا: أَعْطِيهِ إِيَّاهُ، فَقَالَتْ: لَيْسَ لَكِ مَا تُفْطِرِيْنَ عَلَيْهِ، فَقَالَتْ: أَعْطِيهِ إِيَّاهُ. قَالَتْ: فَفَعَلْتُ، فَمَا أَمْسَيْنَا حَتّٰى أَهْدٰى لَهَا أَهْلُ بَيْتٍ، أَوْ إِنْسَانٌ مِمَّنْ كَانَ يَهْدِيْ لَنَا شَاةً وَكَفَنَهَا فَدَعَتْنِيْ عَائِشَةُ، فَقَالَتْ: كُلِيْ مِنْ هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ قُرْصِكِ.[2]	سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک مسکین نے آپ سے سوال کیا جبکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روزے سے تھیں اور گھر میں سوائے ایک روٹی کے کچھ نہ تھا۔ آپ نے اپنی باندی سے فرمایا: اسے وہ روٹی دے دو، تو باندی نے کہا: آپ کی افطاری کے لئے اسکے سوا کچھ نہیں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اسے وہ روٹی دے دو، باندی کہتی ہیں تو میں نے وہ روٹی اسے دیدی ابھی شام نہیں ہوئی تھی کہ اہل بیت نے یا کسی اور شخص نے جو ہدیہ دیا کرتا تھا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بطور ہدیہ ایک بکری بھجوائی لانے والا اس گوشت کو کپڑے میں ڈھانپے ہوئے لے کر آیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خادمہ کو بلا کر فرمایا: لو اس میں سے کھاؤ یہ تمہاری اس روٹی سے بہتر ہے۔

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۷، ص۹۹۔۱۰۱)

[2] (شُعَبُ الإیمان، باب في الزکاۃ، فصل فیما جاء فی الإیثار، الحدیث: ۳۴۸۲، ج۳، ص۲۶۰)

یہ اللہ والوں کی شان ہے کہ سائل کو تہی دست نہیں لوٹاتے اگرچہ دینے کے بعد کچھ بھی نہ بچے اسی کو جُود کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے توکل کے سبب اللہ تعالٰی انہیں بہتر سے بہتر عطا کرتا ہے۔

اپنے دور کے ابدال حضرت سیدنا ابوجعفر بن خطاب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: میرے دروازے پر ایک سائل نے صدا لگائی میں نے زوجہ محترمہ سے پوچھا: تمہارے پاس کچھ ہے؟ جواب ملا: چار انڈے ہیں۔ میں نے کہا: منگتا کو دے دو۔ انہوں نے تعمیل کی۔ سائل انڈے پا کر چلا گیا۔ ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ میرے پاس ایک دوست نے انڈوں سے بھری ہوئی ٹوکری بھیجی۔ میں نے گھر میں پوچھا: اس میں کل کتنے انڈے ہیں؟ انہوں نے کہا: تیس۔ میں نے کہا: تم نے تو فقیر کو چار انڈے دیئے تھے، یہ تیس کس حساب سے آئے! کہنے لگیں: تیس انڈے سالم ہیں اور دس ٹوٹے ہوئے۔ حضرت سیدنا شیخ علامہ یافعی یمنی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: بعض حضرات اس حکایت کے متعلق یہ بیان کرتے ہیں کہ سائل کو جو انڈے دیئے گئے تھے ان میں تین سالم اور ایک ٹوٹا ہوا تھا۔ رب تعالٰی نے ہر ایک کے بدلے دس دس عطا فرمائے۔ سالم کے عوض سالم اور ٹوٹے ہوئے کے بدلے ٹوٹا ہوا۔[1]

مدینہ

[1] (فیضان سنت، باب آداب طعام، ج ۱، ص ۵۱۳ بحوالہ روض الریاحین، ص ۱۵۱)

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "كُلُّ امْرِئٍ فِي ظِلِّ صَدَقَتِهِ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ أَوْ قَالَ يُحْكَمَ بَيْنَ النَّاسِ". قَالَ يَزِيْدُ: وَكَانَ أَبُو الْخَيْرِ يَعْنِيْ: لَا يَأْتِيْ عَلَيْهِ يَوْمٌ إِلَّا تَصَدَّقَ فِيْهِ، وَلَوْ بِكَعْكَةٍ أَوْ بِبَصَلَةٍ۔[1]

حضرت عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ شہنشاہ مدینہ، قرار قلب وسینہ، صاحب معطر پسینہ، باعث نزول سکینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر شخص (بروز قیامت) اپنے صدقہ کے سائے میں ہوگا یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ فرمادیا جائے۔ یزید کہتے ہیں: ابوالخیر کا معمول تھا کہ روزانہ بلاناغہ کچھ نہ کچھ صدقہ فرماتے اگرچہ روٹی کا ٹکڑا یا پیاز صدقہ کرکے۔

حضرت یزید بن ابوحبیب سے مروی ہے کہ حضرت مرثد بن ابوعبداللہ یزنی اہل مصر میں سے وہ پہلے شخص تھے جو شام کے وقت مسجد میں جایا کرتے تھے۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں آپ کو جب بھی مسجد جاتے دیکھتا تو آپ کے ہاتھ میں صدقہ کرنے کے لئے پیسے یا روٹی یا گیہوں کچھ نہ کچھ ہوتا حتیٰ کہ بسا اوقات میں انہیں پیاز اٹھائے ہوئے بھی دیکھتا تو میں کہتا کہ اے ابوالخیر! یہ پیاز آپ کے کپڑوں کو بدبودار کردیگا تو آپ فرماتے: اے ابوحبیب کے بیٹے! میں اپنے گھر میں اس کے سوا اور کوئی

---

[1] (المسند للإمام أحمد بن حنبل، مسند عقبة بن عامر، الحديث: ۱۷۴۶۶، ج۶، ص۱۲۶)
(السنن الکبری للبیهقي، کتاب الزکاة، جماع أبواب صدقة التطوع، باب التحریض علی الصدقة وإن قلت، الحدیث: ۷۷۵۱، ج۴، ص۲۹۷)
(شُعَبُ الإیمان، باب في الزکاة، التحریض علی صدقة التطوع، الحدیث: ۳۳۴۸، ج۳ ص۲۱۲)

چیز نہیں پاتا کہ جسے صدقہ کروں، مجھے ایک صحابیٔ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بیان کیا کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن کا دیا ہوا صدقہ بروز قیامت اس پر سایہ ہوگا''۔[1]

صدقہ دینے والوں کے لئے قبر کی گرمی سے حفاظت اور بروزِ قیامت حصولِ سایۂ رحمت کی بشارت ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ عَنْ أَهْلِهَا حَرَّ الْقُبُوْرِ، وَإِنَّمَا يَسْتَظِلُّ الْمُؤْمِنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيْ ظِلِّ صَدَقَتِهِ".[2]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور پاک، صاحب لولاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک صدقہ کرنے والوں کو صدقہ قبر کی گرمی سے بچاتا ہے، اور بلاشبہ مسلمان قیامت کے دن اپنے صدقہ کے سائے میں ہوگا۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے:

رُوِيَ عَنْ مَيْمُوْنَةَ بِنْتِ سَعْدٍ أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَفْتِنَا عَنِ الصَّدَقَةِ؟ فَقَالَ: "إِنَّهَا حِجَابٌ مِنَ النَّارِ لِمَنِ احْتَسَبَهَا يَبْتَغِيْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ عزوجل".[3]

حضرت میمونہ بنت سعد رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہ آپ نے عرض کی: یارسول اللہ! صدقہ کے بارے میں ہماری راہ نمائی فرمایئے! فرمایا: جو اللہ عزوجل کی رضا کی خاطر صدقہ کرے تو وہ (صدقہ) اس کے اور آگ کے درمیان پردہ بن جاتا ہے۔

مدینہ

1 (الترغيب والترهيب، كتاب الصدقات، الترغيب في الصدقة والحث عليها...إلخ، الحديث:٢٨، ج٢، ص١١)
2 (شُعَبُ الإيمان، باب الزكاة، التحريض على صدقة التطوع، الحديث:٣٣٤٧، ج٣، ص٢١٢)
3 (مجمع الزوائد، كتاب الزكاة، باب فضل الصدقة، ج٣، ص١١١)

ایک شخص خراسان سے بصرہ آیا اور اس نے حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس دس ہزار درہم بطورِ امانت رکھے اور کہا کہ آپ اس کے لئے بصرہ میں ایک گھر خریدیں تا کہ جب وہ مکہ سے لوٹے تو اس گھر میں رہے اسی دوران لوگوں کو آٹے کی مہنگائی کا سامنا کرنا پڑا تو حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُن درہموں سے آٹا خرید کر صدقہ کر دیا، اُن سے کہا گیا کہ اُس شخص نے تو آپ سے گھر خریدنے کے لئے کہا تھا! فرمایا: میں نے اُس کے لئے جنت میں گھر لے لیا ہے! اگر وہ اس پر راضی ہوگا تو ٹھیک، ورنہ میں اُسے دس ہزار درہم واپس دے دوں گا۔ پھر جب وہ لوٹا تو پوچھا: اے ابو محمد! رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیا آپ نے گھر خرید لیا؟ جواب دیا: ہاں! محلّات، نہروں اور درختوں کے ساتھ، تو وہ شخص بہت خوش ہوا پھر کہنے لگا: میں اس میں رہنا چاہتا ہوں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: میں نے وہ گھر اللہ تعالیٰ سے جنت میں خریدا ہے! یہ سن کر اُس شخص کی خوشی مزید بڑھ گئی، اس کی بیوی بولی: ان سے کہو کہ اپنی ضمانت کی ایک دستاویز لکھ دیں تو حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، جو گھر حبیب عجمی نے محلات، نہروں اور درختوں سمیت دس ہزار درہم میں اللہ تعالیٰ سے فلاں بن فلاں کے لئے جنت میں خریدا ہے یہ اس کی دستاویز ہے۔ اب اللہ عزوجل کے ذمہ کرم پر ہے کہ وہ حبیب عجمی کی ضمان کو پورا فرما دے۔ کچھ عرصہ بعد اس شخص کا انتقال ہو گیا۔ اس نے یہ وصیت کی تھی کہ میرے کفن میں یہ رقعہ ڈال دینا۔ (تدفین کے بعد) جب صبح ہوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ اس شخص کی قبر پر ایک رقعہ ہے جس میں لکھا تھا کہ یہ حبیب عجمی کے لئے اس مکان سے برأت نامہ ہے جو انہوں نے فلاں شخص کے لئے خریدا تھا اللہ عزوجل نے اس شخص کو وہ مکان عطا فرما دیا۔ اس مکتوب کو حبیب عجمی نے لے لیا

اور بہت روئے اور فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے میرے لئے برائت نامہ ہے۔[1]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک دھوبی تھا جو لوگوں کے کپڑے آپس میں تبدیل کر دیتا، لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس کے متعلق بتایا تو آپ علیہ السلام نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں عرض کی: اے اللہ! عزوجل اسے ہلاک فرمادے، ایک روز وہ دھوبی اپنے معمول کے مطابق نکلا، اس کے پاس تین روٹیاں تھیں ایک سائل آیا تو اس نے ایک روٹی اُسے دے دی، سائل نے دعا دی: اللہ تعالیٰ تجھ سے آفاتِ سماویہ کا شر دور فرمائے، دھوبی نے اس دعا سے متأثر ہو کر اسے ایک اور روٹی دے دی، اس پر سائل نے دعا دی: اللہ تعالیٰ تجھے جملہ آفتوں سے محفوظ رکھے تو اُس نے تیسری روٹی بھی دے دی، اس پر دعا دی: اللہ عزوجل تجھے توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ اسی دوران ایک بہت بڑا سانپ اس کے کپڑوں کی گٹھڑی میں داخل ہو چکا تھا۔ جب دھوبی نے کپڑے لینے کا ارادہ کیا تو اس سانپ نے اسے ڈسنا چاہا، ایک فرشتے نے اسی لمحے اس سانپ کو لوہے کی لگام ڈال دی اور دھوبی سلامتی کے ساتھ واپس آ گیا۔

لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا: یاروح اللہ! وہ دھوبی تو صحیح سلامت واپس آ گیا! آپ علیہ السلام نے اسے بلایا اور فرمایا: تو نے کونسی بھلائی کی ہے؟ تو اُس نے عرض کی: میں نے تین روٹیاں صدقہ کی ہیں۔ پھر آپ علیہ السلام نے اس سانپ سے پوچھا: تو نے اسے قتل کیوں نہ کیا؟ سانپ نے عرض کی: اے اللہ کے

---

[1] (نزهة المجالس، باب في فضل الصدقة...إلخ، ج ٢، ص ٦)

نبی! اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمالی اور مجھے اسے ہلاک کرنے کے لیے بھیجا مگر جب اس دھوبی نے سائل کو صدقہ دیا تو ایک فرشتے نے آکر مجھے لوہے کی لگام ڈال دی۔ لوگ اس بات سے بہت متعجب ہوئے اور دھوبی نے توبہ کرلی۔[1]

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلصَّدَقَةُ تَسُدُّ سَبْعِيْنَ بَاباً مِنَ السُّوْءِ".[2]

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: خاتم المرسلین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب رب العلمین، جناب صادق وامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ برائی کے ستّر دروازے بند کرتا ہے۔

حضرت منصور بن عمار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک روز وعظ فرما رہے تھے، کسی حقدار نے چار درہم کا سوال کیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اعلان فرمایا جو اس کو چار درہم دے گا میں اس کے لیے چار دعائیں کروں گا۔ اس وقت وہاں سے ایک غلام گزر رہا تھا ایک ولیٔ کامل کی رحمت بھری آواز سن کر اس کے قدم تھم گئے اور اس کے پاس جو چار درہم تھے وہ اس نے سائل کو پیش کردیئے۔ حضرت سیدنا منصور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: بتاؤ کون کون سی چار دعائیں کروانا چاہتے ہو؟ عرض کیا ﴿۱﴾ میں غلامی سے آزاد کردیا جاؤں ﴿۲﴾ مجھے ان دراہم کا بدلہ مل جائے ﴿۳﴾ مجھے اور میرے آقا کو توبہ نصیب ہو ﴿۴﴾ میری، میرے آقا کی، آپ کی اور تمام حاضرین کی بخشش ہو جائے۔

مدینہ

[1] (نزهة المجالس، باب في فضل الصدقة...إلخ، ج۲، ص۸)

[2] (المعجم الكبير للطبراني، الحديث: ۴۴۰۲، ج۳، ص۱۰۹)

حضرت سیدنا منصور بن عمار علیہ رحمۃ الغفار نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرما دی۔ غلام اپنے آقا کے پاس دیر سے پہنچا، آقا نے سببِ تاخیر دریافت کیا تو اس نے واقعہ کہہ سنایا۔ آقا نے پوچھا پہلی دعا کون سی تھی، غلام بولا میں نے عرض کیا دعا کیجئے میں غلامی سے آزاد کر دیا جاؤں، یہ سن کر آقا کی زبان سے بے ساختہ نکلا ''جا تو غلامی سے آزاد ہے۔'' پوچھا دوسری دعا کون سی کروائی، کہا جو چار درہم میں نے دے دیئے ہیں اس کا نعم البدل مل جائے آقا بول اٹھا میں نے تجھے چار درہم کے بدلے چار ہزار درہم دیئے۔ پوچھا تیسری دعا کیا تھی، بولا مجھے اور میرے آقا کو گناہوں سے توبہ کی توفیق نصیب ہو جائے۔ یہ سنتے ہی آقا کی زبان پر استغفار جاری ہو گیا اور کہنے لگا میں اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں۔ چوتھی دعا بھی بتا دو کہا میں نے التجا کی کہ میری، میرے آقا کی آپ جناب کی اور تمام حاضرینِ اجتماع کی مغفرت ہو جائے یہ سن کر آقا نے کہا تین باتیں جو میرے اختیار میں تھیں وہ کر لی ہیں چوتھی سب کی مغفرت والی بات میرے اختیار سے باہر ہے۔ اسی رات آقا نے خواب میں کسی کہنے والے کو سنا جو تمہارے اختیار میں تھا وہ تم نے کر دیا اور میں ارحم الراحمین ہوں، میں نے تمہیں تمہارے غلام کو منصور کو اور تمام حاضرین کو بخش دیا۔ [1]

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت،

[1] (فیضان سنت، باب فیضان بسم اللہ، ج ۱، ص ۱۱۴ ۔ بحوالہ روض الریاحین، ص ۲۲۲)

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "بَاکِرُوْا بِالصَّدَقَۃِ، فَإِنَّ الْبَلَاءَ لَا یَتَخَطَّی الصَّدَقَۃَ"۔[1]

مخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، محبوب رب العزت، محسن انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: صبح سویرے صدقہ دو کہ بلا صدقہ سے آگے قدم نہیں بڑھاتی۔

ایک شخص حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ میرا بیٹا سمندری سفر پر گیا ہے آپ اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے دعا فرمائیں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اس کی طرف سے صدقہ دو۔ اس وقت سمندر میں موجیں اُٹھ رہی تھیں اور جہاز ڈوبنے کے قریب تھا، جب اس شخص نے اس کی طرف سے صدقہ دیا تو ایک کہنے والے کو یہ کہتے سُنا گیا: اے سوارو! تمہارے لئے سلامتی ہے بے شک اللہ تعالیٰ نے فدیہ قبول فرما لیا۔ جب بیٹا سفر سے لوٹا تو والد صاحب کو تمام قصہ بیان کیا۔[2]

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "تَصَدَّقُوْا، فَإِنَّ الصَّدَقَۃَ فِکَاکُکُمْ مِنَ النَّارِ"۔[3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں، سرکار والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روز شمار، دو عالم کے مالک ومختار، حبیب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ دیا کرو بے شک صدقہ تمہارے لئے جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔

[1] (شُعَبُ الإیمان، باب في الزکاۃ،التحریض علی صدقۃ التطوع،الحدیث:۳۳۵۳،ج۳،ص۲۱۴)
[2] (نزھۃ المجالس، باب في فضل الصدقۃ...إلخ،ج۲،ص۱۴)
[3] (شُعَبُ الإیمان،باب في الزکاۃ،التحریض علی صدقۃ التطوع،الحدیث:۳۳۵۵ج۳،ص۲۱۴)

ایک اور حدیث میں ہے:

عَنِ الْحَارِثِ الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّی اللّٰـهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اللّٰـهَ اَمَرَ يَحْيَى بْنَ زَكَرِيَّا عَلَيْهِمَا الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ اَنْ يَّعْمَلَ بِهَا وَيَاْمُرَ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اَنْ يَّعْمَلُوْا بِهَا"، فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ اِلٰى اَنْ قَالَ فِيْهِ: "وَآمُرُكُمْ بِالصَّدَقَةِ، وَاِنَّ مَثَلَ ذٰلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ اَسَرَهُ الْعَدُوُّ، فَاَوْثَقُوْا يَدَهُ اِلٰى عُنُقِهِ، وَقَدَّمُوْهُ لِيَضْرِبُوْا عُنُقَهُ فَقَالَ: اَنَا اَفْدِيْهِ مِنْكُمْ بِالْقَلِيْلِ وَالْكَثِيْرِ فَفَدٰى نَفْسَهُ مِنْهُمْ". (الحديث)[1]

حضرت حارث اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِ اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے (اپنے نبی) حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما الصلوٰۃ والسلام کو پانچ باتوں کا حکم دیا کہ ان پر وہ خود بھی عمل کریں اور بنی اسرائیل کو بھی عمل پیرا ہونے کا حکم دیں۔ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان باتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا یہ فرمان بھی ذکر فرمایا اور میں تمہیں صدقہ کرنے کا حکم دیتا ہوں بے شک اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جسے دشمن نے قید کرلیا، پھر اس کے ہاتھ گردن سے باندھ دیئے اور اُسے گردن مارنے کے لئے آگے کیا تو اس نے کہا: میں تمہیں اپنا قلیل وکثیر سب فدیہ کے طور پر دیتا ہوں (کہ تم مجھے چھوڑ دو) اور اس طرح اس نے فدیہ دے کر خود کو ان سے چھڑا لیا۔

---

[1] (سنن الترمذي، كتاب الأمثال، باب ما جاء في مثل الصلاة والصيام والصدقة، الحديث: ۲۸۶۳، ج۳، ص۵۷۲)

حدیث شریف میں ہے:

وَعَنْ رَافِعِ بْنِ مَكِيثٍ،رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "حُسْنُ الْمَلَكَةِ يُمْنٌ وَسُوْءُ الْخُلُقِ شُؤْمٌ وَالصَّدَقَةُ تَمْنَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ، وَالْبِرُّ زِيَادَةٌ فِي الْعُمُرِ". اللفظ للمشكاة[1]

حضرت رافع بن مکیث سے روایت ہے کہ شہنشاہ مدینہ،قرار قلب وسینہ،صاحب معطر پسینہ، باعث نزول سکینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: خوش خلقی برکت ہے اور بدخلقی نحوست اور صدقہ بری موت سے بچاتا ہے اور نیکی عمر بڑھاتی ہے۔

اس حدیث کی شرح میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اس کا تجربہ بارہا ہوا کہ خوش خُلق کی دنیا دوست ہوتی ہے بد خُلق کے سب دشمن، گھر والے بھی اور باہر والے بھی، خوش خُلق کی گھر و باہر والے سب تعظیم اور خدمت کرتے ہیں، بد خُلق ہر جگہ سزا ہی پاتا ہے یہاں برکت ونحوست سے یہ ہی مراد ہے۔[2]

''صدقہ بری موت سے بچاتا ہے'' اس کی شرح میں حکیم الامت فرماتے ہیں: یعنی سخی آدمی اچانک اور غفلت کی موت سے یوں ہی بے صبری وفسق وفجور وظلم کی موت سے محفوظ رہتا ہے ان شاءاللہ، اس کی موت ذکر وفکر نیک اعمال کی حالت میں آتی ہے بعد موت لوگ اُسے اچھائی سے یاد کرتے ہیں، یوں ہی نیکیاں عمر بڑھاتی ہیں اس طرح کہ حکم الٰہی یوں ہے کہ فلاں بندہ اگر گناہ و بدکاری کرتا رہے تو اس کی عمر

مدینہ

[1] (سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في حق المملوك،الحديث:٥١٦٢،ج٥،ص٢٢٧)
(مشكاة المصابيح،كتاب النكاح، باب النفقات وحق المملوك، الحديث:٣٣٥٩،ج١،ص٦١٦)

[2] (مرآة المناجيح شرح مشكاة المصابيح،ج٥،ص١٦٧)

پچاس سال ہے اور اگر نیکیاں کرے تو اس کی عمر سو سال، یہ زیادتی عمر ایسی ہی ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ دوا مرض دفع کرتی ہے۔[1]

ایک اور حدیث شریف میں ہے:

عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ صَدَقَةَ الْمُسْلِمِ تَزِيْدُ فِي الْعُمُرِ، وَتَمْنَعُ مِيتَةَ السُّوْءِ، وَيُذْهِبُ اللّٰهُ الْكِبْرَ وَالْفَخْرَ".[2]

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحرو بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک مسلمان کا صدقہ عمر بڑھاتا ہے اور بُری موت کو روکتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے صدقہ دینے والے سے تکبر وتفاخر دور کر دیتا ہے۔

ایک اور حدیث شریف میں بیان فرمایا:

عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِيَدِهِ عَصاً، وَقَدْ عَلَّقَ رَجُلٌ قُنْوَ حَشَفٍ، فَجَعَلَ يَطْعَنُ فِي ذٰلِكَ الْقُنْوِ، فَقَالَ:

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: حضور پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دستِ اقدس میں لاٹھی لئے تشریف لائے تو دیکھا کہ ایک شخص نے (غرباء کے لئے بطور صدقہ) ردی کھجوروں کا ایک خوشہ لٹکا رکھا ہے، آپ

مدینہ

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۵، ص۱۶۷)

[2] (المعجم الکبیر للطبرانی، الحدیث: ۳۱، ج۱۷، ص۲۲)

"لَوْ شَاءَ رَبُّ هٰذِهِ الصَّدَقَةِ تَصَدَّقَ بِأَطْيَبَ مِنْ هٰذَا، إِنَّ رَبَّ هٰذِهِ الصَّدَقَةِ يَأْكُلُ حَشَفاً يَوْمَ الْقِيَامَةِ".[1]

اس خوشہ کو لاٹھی سے مارنے لگے اور فرمایا: اگر یہ صدقہ کرنے والا چاہتا تو اس سے بہتر صدقہ کرتا بے شک یہ صدقہ کرنے والا بروزِ قیامت ردی کھجوریں کھائے گا۔

بنی اسرائیل میں سے ایک شخص اور اس کے اہل نے تین دن تک کھانے کے لیے کچھ نہ پایا پھر اس کی زوجہ نے اسے ایک درہم دیا تاکہ وہ اس سے کھانا خریدے جب وہ باہر نکلا تو اس نے ایک شخص کو دوسرے سے اپنے درہم کا مطالبہ کرتے ہوئے پایا۔ اس نے اپنا درہم اس کو دے دیا۔ اور آکر اپنی بیوی کو بتایا تو اس نے کہا آپ نے اچھا کیا پھر اس نے اپنے شوہر کو اُون کاتنے کا تکلا دیا تو اسے شوہر نے بیچا اور اس سے ایک مچھلی خریدی جس میں سے ایک موتی نکلا اس نے وہ موتی کثیر مال کے بدلے بیچا پھر ایک روز اس کے پاس ایک سائل آیا تو اس شخص نے کہا: یہ لو میرا آدھا مال لے لو تو اس سائل نے کہا: تمہیں مبارکباد ہو تم اپنا مال اپنے پاس ہی رکھو میں تو ایک فرشتہ ہوں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے اُس ایک درہم کے ہر قیراط کے بدلے سو قیراط مقرر فرمائے ہیں اور (تمہاری یہ دولت) ان میں سے ایک ہی قیراط ہے جو تمہیں دنیا میں ملی ہے۔[2]

مدینہ

[1] (سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب ما لا يجوز من الثمرة في الصدقة، الحديث: ١٦٠٨، ج٢، ص١٧٨)
(سنن ابن ماجه، كتاب الزكاة، باب النهي أن يخرج في الصدقة شرّ ماله، الحديث: ١٨٢١، ج٢، ص٤٠٠)
(سنن النسائي، كتاب الزكاة، باب قوله عزوجل: ﴿وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ﴾، الحديث: ٢٤٩٢، ج٣، الجزء٥، ص٤٦)

[2] (نزهة المجالس، باب في فضل الصدقة..إلخ، ج٢، ص١٥)

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تَعَبَّدَ عَابِدٌ مِنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ، فَعَبَدَ اللّٰهَ فِيْ صَوْمَعَةٍ سِتِّيْنَ عَاماً، فَأُمْطِرَتِ الْأَرْضُ فَاخْضَرَّتْ، فَأَشْرَفَ الرَّاهِبُ مِنْ صَوْمَعَتِهِ، فَقَالَ: لَوْ نَزَلْتُ فَذَكَرْتُ اللّٰهَ، فَازْدَدْتُّ خَيْراً، فَنَزَلَ وَمَعَهُ رَغِيْفٌ، أَوْ رَغِيْفَانِ فَبَيْنَمَا هُوَ فِي الْأَرْضِ لَقِيَتْهُ امْرَأَةٌ فَلَمْ يَزَلْ يُكَلِّمُهَا وَتُكَلِّمُهُ حَتّٰى غَشِيَهَا، ثُمَّ أُغْمِيَ فَنَزَلَ الْغَدِيْرَ يَسْتَحِمُّ، فَجَاءَهُ سَائِلٌ، فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ أَنْ يَأْخُذَ الرَّغِيْفَيْنِ، ثُمَّ مَاتَ فَوُزِنَتْ عِبَادَةُ سِتِّيْنَ سَنَةً بِتِلْكَ الزَّنْيَةِ فَرَجَحَتِ الزَّنْيَةُ بِحَسَنَاتِهِ، ثُمَّ وُضِعَ الرَّغِيْفُ أَوِ الرَّغِيْفَانِ

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: سید المبلغین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل میں ایک بہت ہی عبادت گزار راہب تھا اس نے اپنے عبادت خانے میں ساٹھ برس تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی پھر ایک روز زمین پر بارش ہوئی جس سے زمین سرسبز ہوگئی راہب نے اپنی عبادت گاہ سے جھانکا تو اس نے سوچا کہ اگر میں نیچے اتر کر اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہو جاؤں تو اس طرح اپنی نیکیوں میں اضافہ کرلوں گا۔ چنانچہ وہ نیچے اُترا اس کے پاس ایک یا دو روٹیاں تھیں، اسی دوران اُسے ایک عورت ملی دونوں میں باتیں شروع ہوئیں حتی کہ اس نے اس عورت سے زنا کرلیا۔ پھر اُس پر غشی طاری ہوگئی افاقہ ہونے پر غسل کرنے کے لئے ایک تالاب میں اُترا تو ایک سائل آیا اس نے اشارہ کیا

مَعَ حَسَنَاتِهِ، فَرَجَحَتْ حَسَنَاتُهُ فَغُفِرَ لَهُ".[1]

کہ وہ دونوں روٹیاں لے جائے، پھر وہ راہب مرگیا، تو اس کی ساٹھ سالہ عبادت کا اس زنا سے موازنہ کیا گیا تو وہ زنا اس کی نیکیوں پر غالب ہوگیا پھر اس کی نیکیوں کے پلڑے میں وہ ایک یا دو روٹیاں (جو اس نے سائل کو صدقہ کی تھیں) رکھی گئیں تو اسکی نیکیاں غالب آگئیں اور (بفضل اللہ) اسکی مغفرت فرمادی گئی۔

صدقہ دینے میں بہتر یہ ہے کہ نیک پرہیزگار فقراء میں سے کسی کو دے، چنانچہ، امام غزالی نقل کرتے ہیں کہ ایک عالم کا معمول تھا کہ وہ صدقہ دینے میں صوفی فقراء کو ترجیح دیتے۔ ان سے عرض کی گئی کہ آپ اگر عام فقراء کو صدقہ دیں تو کیا وہ افضل نہیں؟ جواب دیا: یہ نیک لوگ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر وفکر میں رہتے ہیں اگر ان پر فاقہ یا کوئی مصیبت آئے تو ان کے مشاغل میں خلل آئے گا لہٰذا میرے نزدیک دنیا کے ہزار طلبگاروں کو دینے سے بہتر ہے کہ ایک سچے دیندار کو دوں۔

جب حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ بات بتائی گئی تو آپ نے اسے پسند فرمایا اور فرمایا کہ یہ شخص اللہ کے ولیوں میں سے ہے، میں نے آج تک اتنی اچھی بات نہ سُنی تھی۔

مدینہ

[1] (صحیح ابن حبان، ذکر الخبر الدال علی أن الحسنة الواحدة قد یرجی...إلخ، الحدیث:۳۷۸، ج۲، ص۱۰۲)
(موارد الظمآن، باب ما جاء في الصدقة، الحدیث:۸۲۰، ج۱، ص۲۰۹)
(لسان المیزان، الحدیث:۱۲۷۲، ج۴، ص۴۶۱)

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے عرض کی گئی کہ فلاں دکاندار کنگال ہوگیا ہے اور دُکان چھوڑنے کا ارادہ رکھتا ہے تو حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے انہیں کچھ مال بھیجا اور کہلوایا کہ یہ مال استعمال کریں اور دُکان بند نہ کریں کیوں کہ تجارت آپ جیسے لوگوں کے لئے نقصان دِہ نہیں۔ دراصل وہ شخص سبزی بیچتا تھا اور صوفیاءِ فقراء سے ان کے خریدے ہوئے مال کی قیمت نہ لیتا۔[1]

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ (جو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے خاص شاگرد اور فقہ حنفی کے آئمہ سے ہیں) اہلِ علم لوگوں کے ساتھ خاص طور پر بھلائی کرتے، ان سے عرض کی گئی: آپ سب کے ساتھ ایک سا معاملہ کیوں نہیں رکھتے؟ فرمایا میں انبیاء کے بعد (عام لوگوں سے نہ کہ صحابہ سے) علماء کے سوا کسی کے مقام کو بلند نہیں جانتا، ایک بھی عالم کا دھیان اپنی حاجات کی وجہ سے بٹے گا تو وہ صحیح طور پر خدمتِ دین نہ کرسکے گا اور دینی تعلیم پر اس کی درست توجہ نہ ہوسکے گی۔ لہٰذا انہیں علمی خدمت کے لئے فارغ کرنا افضل ہے۔[2]

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: دینے والے کی غرض ان باتوں کے سوا نہیں ہوتی کہ اس کا مقصد یا تو فقیر کا دل خوش کرنا اور اس کی محبت کا حصول ہوتا ہے اس صورت میں یہ دینا ہدیہ ہوگا، یا اس کا مقصد حصولِ ثواب ہوتا ہے اس صورت میں یہ صدقہ یا زکوٰۃ ہوگا یا پھر اس کا مقصد شہرت اور ریا کاری ہوگی، پھر یا تو صرف یہی (ریا ودکھاوا) مقصود ہوتا ہے یا اس میں دوسری (مذکورہ بالا) اغراض بھی شامل ہوتی ہیں۔

---

[1] (مکاشفۃ القلوب، ص۴۱۶۔۴۱۷)

[2] (مکاشفۃ القلوب، ص۴۱۷)

جہاں تک پہلی بات یعنی ہدیہ کا تعلق ہے تو اسے لینے میں کوئی حرج نہیں کیوں کہ ہدیہ قبول کرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے لیکن دینے والے کا مقصد احسان جتانا نہ ہو کیونکہ اگر احسان کے طور پر دیا تو (لینے والے کے لئے) ایسی چیز لینے سے چھوڑ دینا بہتر ہے اور اگر معلوم ہو کہ اس میں سے بعض مال پر احسان جتایا جارہا ہے بعض پر نہیں تو اُن بعض کو لوٹا دے جو بطور احسان دیئے جارہے ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں گھی، پنیر اور مینڈھا ہدیۃً پیش کئے گئے تو آپ نے گھی اور پنیر قبول فرمالئے اور مینڈھا لوٹا دیا۔[1]

امام اہلسنّت مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن متوفی ۱۳۴۰ھ فضائلِ صدقات کی احادیث ذکر فرما کر ان فضائل کا پچیس نِکات میں اس طرح احاطہ فرماتے ہیں:

ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ جو مسلمان اس عمل میں نیک نیت پاک مال سے شریک ہوں گے انہیں کرمِ الٰہی وانعام حضرت رسالت پناہی تعالیٰ ربہٗ وتکرّم وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پچیس فائدے ملنے کی اُمید ہے:

﴿۱﴾ بِاِذْنِہٖ تَعَالٰی بُری موت سے بچیں گے، ستّر دروازے بُری موت کے بند ہوں گے۔

﴿۲﴾ عُمریں زیادہ ہوں گی۔

﴿۳﴾ ان کی گنتی بڑھے گی۔

---

[1] (إحياء علوم الدين، كتاب الفقر والزهد، بيان آداب الفقير في قبول العطاء إذا جاءه بغير سؤال، ج ۴، ص ۲۷۶)

﴿۴﴾ رزق کی وسعت مال کی کثرت ہوگی، اس کی عادت سے کبھی محتاج نہ ہوں گے۔

﴿۵﴾ خیر و برکت پائیں گے۔

﴿۶﴾ آفتیں بلائیں دور ہوں گی، بری قضا ٹلے گی، ستر دروازے برائی کے بند ہوں گے، ستر قسم کی بلا دور ہوگی۔

﴿۷﴾ ان کے شہر آباد ہوں گے۔

﴿۸﴾ شکستہ حالی دور ہوگی۔

﴿۹﴾ خوفِ اندیشہ زائل اور اطمینان خاطر حاصل ہوگا۔

﴿۱۰﴾ مدد الٰہی شامل ہوگی۔

﴿۱۱﴾ رحمتِ الٰہی ان کے لیے واجب ہوگی۔

﴿۱۲﴾ ملائکہ اُن پر درود بھیجیں گے۔

﴿۱۳﴾ رضائے الٰہی کے کام کریں گے۔

﴿۱۴﴾ غضب الٰہی ان پر سے زائل ہوگا۔

﴿۱۵﴾ ان کے گناہ بخشے جائیں گے، مغفرت ان کے لئے واجب ہوگی، اُن کے گناہوں کی آگ بجھ جائے گی۔

﴿۱۶﴾ خدمتِ اہل دین میں صدقہ سے بڑھ کر ثواب پائیں گے۔

﴿۱۷﴾ غلام آزاد کرنے سے زیادہ اجر لیں گے۔

﴿۱۸﴾ ان کے ٹیڑھے کام درست ہوں گے۔

﴿۱۹﴾ آپس میں محبتیں بڑھیں گی جو ہر خیر و خوبی کی مُتّبع ہیں۔

﴿۲۰﴾ تھوڑے صَرف میں بہت کا پیٹ بھرے گا کہ تنہا کھاتے تو دونا اُٹھتا۔

﴿۲۱﴾ اللہ عزوجل کے حضور درجے بلند ہوں گے۔

﴿۲۲﴾ مولیٰ تبارک وتعالیٰ ملائکہ سے ان کے ساتھ مباہات فرمائیگا۔

﴿۲۳﴾ روزِ قیامت دوزخ سے امان میں رہیں گے، آتش دوزخ ان پر حرام ہوگی۔

﴿۲۴﴾ آخرت میں احسانِ الٰہی سے بہرہ مند ہوں گے کہ نہایتِ مقاصد وغایتِ مرادات ہے۔

﴿۲۵﴾ خدا نے چاہا تو اس مبارک گروہ میں ہوں گے جو حضور پُرنور سید عالم سرور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعل اقدس کے تصدق میں سب سے پہلے داخل جنّت ہوگا۔[1]

مسجد میں ہنسنے کی سزا

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضورِ پاک صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: **اَلضِّحْکُ فِی الْمَسْجِدِ ظُلْمَۃٌ فِی الْقَبْرِ** یعنی ''مسجد میں ہنسنا قبر میں اندھیرا (لاتا) ہے۔''

(الفردوس بمأثور الخطاب، ج۲، ص ۴۳۱، حدیث ۳۸۹۱)

جنت سے محروم

حضرت سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، نبی مکرم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کا فرمان عبرت نشان ہے: **لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَتَّاتٌ** یعنی ''چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' (صحیح البخاری، ص ۵۱۲، حدیث ۶۰۵۶)

[1] (فتاویٰ رضویہ، رسالہ: راڈُ القحط والوباء بدعوۃ الجیران ومواساۃ الفقراء، ج۲۳، ص ۱۵۲)

راہِ خدا عزوجل میں مال خرچ کرنا

اللہ تعالیٰ اپنی راہ میں خرچ کرنے کا حکم یوں فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَ لَا خُلَّةٌ وَّ لَا شَفَاعَةٌؕ الآیة (البقرۃ:۲/۲۵۴)

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ کی راہ میں ہمارے دیئے میں سے خرچ کرو وہ دن آنے سے پہلے جس میں نہ خرید فروخت ہے نہ کافروں کے لئے دوستی نہ شفاعت۔

راہِ خدا عزوجل میں کیا اور کس پر خرچ کریں؟، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یَسْــٴَـلُوْنَكَ مَا ذَا یُنْفِقُوْنَ۬ؕ قُلْ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَ الْاَقْرَبِیْنَ وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِؕ الآیة (البقرۃ:۲/۲۱۵)

ترجمہ کنزالایمان: تم سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں تم فرماؤ جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو تو وہ ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں اور تیموں اور محتاجوں اور راہ گیر کے لئے ہے۔

شانِ نزول: یہ آیت عمرو بن جموح کے جواب میں نازل ہوئی جو بوڑھے شخص تھے اور بڑے مالدار تھے انہوں نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا کہ کیا خرچ کریں اور کس پر خرچ کریں اس آیت میں انہیں بتادیا گیا کہ جس قسم کا اور جس قدر مال قلیل یا کثیر خرچ کرو اس میں ثواب ہے اور مصارف اس کے یہ ہیں،

مسئلہ: آیت میں صدقہ نافلہ کا بیان ہے ماں باپ کو زکوۃ اور صدقات واجبہ دینا

جائز نہیں (جمل وغیرہ)۔[1]

اور راہِ خدا عزوجل میں اخلاص کے ساتھ خرچ کرنے والے کے لئے بشارت ہے کہ اس کا مال ضائع نہیں ہوتا، اور اس ضمانت کو یوں بیان فرمایا کہ خرچ کئے ہوئے مال کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی جانب قرضِ حسن سے موسوم فرمایا:

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِیْرَةًؕ وَ اللّٰهُ یَقْبِضُ وَ یَبْصُۜطُ۪ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ﴿۲۴۵﴾ (البقرۃ:۲/۲۴۵)

ترجمہ کنزالایمان: ہے کوئی جو اللہ کو قرض حسن دے تو اللہ اس کے لئے بہت گنا بڑھا دے اور اللہ تنگی اور کشائش کرتا ہے اور تمہیں اسی کی طرف پھر جانا

یعنی راہِ خدا میں اخلاص کے ساتھ خرچ کرے راہِ خدا میں خرچ کرنے کو قرض سے تعبیر فرمایا یہ کمال لطف وکرم ہے بندہ اسکا بنایا ہوا اور بندے کا مال اس کا عطا فرمایا ہوا حقیقی مالک وہ اور بندہ اس کی عطا سے مجازی مِلک رکھتا ہے مگر قرض سے تعبیر فرمانے میں یہ دل نشین کرنا منظور ہے کہ جس طرح قرض دینے والا اطمینان رکھتا ہے کہ اس کا مال ضائع نہیں ہوا وہ اس کی واپسی کا مستحق ہے ایسا ہی راہِ خدا میں خرچ کرنے والے کو اطمینان چاہئے کہ وہ اس انفاق کی جزا بالیقین پائے گا اور بہت زیادہ پائے گا۔[2]

ایک اور مقام پر فرمایا:

مدینہ

[1] (خزائن العرفان)

[2] (خزائن العرفان)

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَ لَهٗۤ اَجْرٌ كَرِیْمٌ ﴿۱۱﴾ (الحدید:۵۷/۱۱)

ترجمہ کنزالایمان: کون ہے جو اللہ کو قرض دے اچھا قرض تو وہ اس کے لئے دونے کرے اور اس کو عزت کا ثواب ہے۔

یعنی خوشدلی سے اللہ کی راہ میں خرچ کرے اس اِنفاق کو اس مناسبت سے قرض فرمایا گیا کہ اس پر جنّت کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ میں مسلمانوں سے اپنا محبوب ترین مال خرچ کرنے کے متعلق ارشاد فرمایا، چنانچہ فرمان ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۬ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۹۲﴾ (ال عمران:۳/۹۲)

ترجمہ کنزالایمان: تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو اور تم جو کچھ خرچ کرو اللہ کو معلوم ہے۔

بِرّ سے تقویٰ و طاعت مراد ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہاں خرچ کرنا عام ہے تمام صدقات کا یعنی واجبہ ہوں یا نافلہ سب اس میں داخل ہیں حسن کا قول ہے کہ جو مال مسلمانوں کو محبوب ہو اور اُسے رضائے الٰہی کے لئے خرچ کرے وہ اس آیت میں داخل ہے خواہ ایک کھجور ہی ہو (خازن) عمر بن عبد العزیز شکر کی بوریاں خرید کر صدقہ کرتے تھے اُن سے کہا گیا اس کی قیمت ہی کیوں نہیں صدقہ کردیتے فرمایا شکر مجھے محبوب و مرغوب ہے یہ چاہتا ہوں کہ راہِ خدا میں پیاری

---

[1] (خزائن العرفان)

چیز خرچ کروں (مدارک)۔[1]

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

الَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ فِی السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ الۡکٰظِمِیۡنَ الۡغَیۡظَ وَ الۡعَافِیۡنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَ اللّٰہُ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۳۴﴾ (ال عمران:۳/۱۳۴)

ترجمہ کنزالایمان: وہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں خوشی میں اور رنج میں اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگذر کرنے والے اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔

یعنی ہر حال میں خرچ کرتے ہیں بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا خرچ کرو تم پر خرچ کیا جائیگا یعنی خدا کی راہ میں دو تمہیں اللہ کی رحمت سے ملے گا۔[2]

ایک نوجوان حضرت داؤد علیہ السلام کی صحبت میں تھا کہ مَلَکُ الموت علیہ السلام نے حضرت داؤد علیہ السلام کو خبر دی کہ یہ شخص تین روز بعد مر جائے گا تو اس بات نے حضرت داؤد علیہ السلام کو غمگین کیا، پھر آپ علیہ السلام نے اس شخص کو تین روز بعد صحیح سلامت پایا، اس کے بعد ایک ماہ تک ٹھیک ٹھاک رہا، حضرت داؤد علیہ السلام کو اس بات سے بہت تعجب ہوا، پھر آپ کے پاس مَلَکُ الموت علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی میں اُس شخص کے پاس روح قبض کرنے گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر تجلّی فرمائی اور فرمایا،

---

[1] (خزائن العرفان)

[2] (خزائن العرفان)

یہ شخص اپنی عمر پوری کرنے سے ایک روز قبل باہر نکلا اور ایک مسکین کو پایا اس نے اس مسکین کو بیس درہم دیئے تو اُس مسکین نے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تیری عمر میں برکت فرمائے پس اُس کی دعا قبول کرلی گئی اور میں نے اُسے ہر درہم کے بدلے ایک ایک سال عطا فرمادیا۔[1]

شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطارؔ قادری رضوی دامت برکاتہم العالیۃ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''فیضان سنت'' میں صدقہ کی فضیلت میں لکھتے ہیں:

حضرت سیدنا حبیب عجمی علیہ رحمۃ اللہ القوی کے دروازے پر ایک سائل نے صدا لگائی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زوجہ محترمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا گندھا ہوا آٹا رکھ کر پڑوس سے آگ لینے گئی تھیں تا کہ روٹی پکائیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وہی آٹا اٹھا کر سائل کو دے دیا۔ جب وہ آگ لے کر آئیں تو آٹا ندارد (یعنی غائب)۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، اسے روٹی پکانے کے لیے لے گئے ہیں۔ بہت پوچھا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خیرات کر دینے کا واقعہ بتایا، وہ بولیں سبحان اللہ! یہ تو بہت اچھی بات ہے مگر ہمیں بھی تو کچھ کھانے کے لیے درکار ہے اتنے میں ایک شخص ایک بڑی لگن میں بھر کر گوشت اور روٹی لے آیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا دیکھو تمہیں کس قدر جلد لوٹا دیا گیا گویا روٹی بھی پکادی اور گوشت کا سالن مزید بھیج دیا! (روض الریاحین، ص۱۵۲) اللہ عزوجل کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔

مدینہ

[1] (نزهة المجالس، باب في فضل الصدقة، ج ۲، ص ۷)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے! راہ خدا عزوجل میں دی جانے والی چیز ہرگز ضائع نہیں ہوتی آخرت میں اجر وثواب کی حق داری تو ہے ہی، بعض اوقات دنیا میں بھی اضافے کے ساتھ ہاتھوں ہاتھ اس کا نعم البدل عطا کیا جاتا ہے۔[1]

راہ خدا عزوجل میں دینے سے بڑھتا ہے گھٹتا نہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِّنْ مَّالٍ، وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْداً بِعَفْوٍ إِلَّا عِزّاً، وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ".[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے کی وجہ سے بندے کی عزت ہی بڑھاتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر انکساری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بلندی عطا فرماتا ہے۔

---

[1] (فیضان سنت، باب آداب طعام، ج ۱، ص ۴۰۴)

[2] (صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب استحباب العفو والتواضع، الحديث: ٦٩ـ(٢٥٨٨) ص ١٠٠٢)

(سنن الترمذي، كتاب البر والصلة، باب ما جاء في التواضع، الحديث: ٢٠٢٩، ج ٣، ص ١٢٥ـ١٢٦)

(سنن الدارمي، كتاب الزكاة، باب في فضل الصدقة، الحديث: ١٦٧٦، ص ٤٩٢)

(المؤطا للإمام مالك، كتاب الصدقة، باب ما جاء في التعفف عن المسألة، الحديث: (١٨٨٥)ـ٢، ص ٥٨٨، ١)

(مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب فضل الصدقة، الفصل الأول، الحديث: ١٨٨٩، ج ١، ص ٣٥٩)

حدیث کے اس حصہ ''صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا'' کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، ''زکوٰۃ دینے والے کی زکوٰۃ ہر سال بڑھتی ہی رہتی ہے تجربہ ہے جو کسان کھیت میں بیج پھینک آتا ہے وہ بظاہر بوریاں خالی کرلیتا ہے لیکن حقیقت میں مع اضافہ کے بھرلیتا ہے، گھر کی بوریاں چوہے، سُسری وغیرہ کی آفات سے ہلاک ہوجاتی ہیں یا یہ مطلب ہے کہ جس مال میں سے صدقہ نکلتا رہے اس میں سے خرچ کرتے رہو، ان شاء اللہ بڑھتا ہی رہے گا، کنوئیں کا پانی بھرے جاؤ، تو بڑھے ہی جائے گا۔[1]

امام جلال الدین سیوطی شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، عزت بڑھانے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں اس کا مقام بلند کردے گا۔[2]

علامہ زرقانی نے فرمایا، عزت بڑھانے سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں جو کوئی اسے جانتا ہوگا خندہ پیشانی سے ملے گا اور ملنے والوں کے دلوں میں اس کی عزت بھی ہوگی نیز آخرت میں عزّت افزائی سے مراد زیادتیٔ ثواب ہے اور حدیث شریف میں فرمایا کہ جو بندہ اللہ کی رضا کی خاطر انکساری اختیار کرتا ہے یعنی غلام کی طرح اس کی بندگی کرتا ہے، اس کے احکام کی بجا آوری کو معمول بنالیتا ہے اور ممنوعات سے اجتناب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ لوگوں میں اس کی تعظیم وتوقیر بڑھاتا ہے۔ (حدیث شریف میں) لفظِ عَبْد (یعنی بندہ) فرمانے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آگے اس کی شان غلام ہی کی سی ہے۔ تو جو اللہ کی رضا کی خاطر انکساری کرتا ہے تو اللہ

---

1 (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۳، ص۹۳)

2 (تنویر الحوالک شرح علی المؤطا للإمام مالک، تحت الحدیث المذکور، ص۷۲۲)

تعالیٰ اس کی عزّت ہی بڑھاتا ہے یعنی دنیا میں اس طرح عزّت افزائی ہوتی ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اس کے لئے محبت پیدا فرمادی جاتی ہے اور دنیا میں تواضع کے باعث آخرت میں بھی اس کے لئے بلندیٔ مرتبت کا مژدہ ہے۔علامہ قرطبی نے فرمایا کہ تواضع اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا کی خاطر یا حاکم عادل یا عالم صالح کے لئے ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں بلندیٔ درجات عطا فرمائے گا اور اگر دیگر لوگوں کے ساتھ انکساری سے پیش آئے گا اور اگر اس صورت میں اللہ کی رضا مقصود ہوگی تو اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں اس کی قدر بڑھائے گا اور ان کی زبانوں کو اس کی تعریف سے سرشار کردے گا اور آخرت میں بھی اس کو فراز حاصل ہوگا۔اور جو فقط دنیا، دکھاوے اور ریاکاری کی غرض سے تواضع اختیار کرے گا تو دنیا و آخرت میں اس کے لئے کوئی اعزاز نہیں۔[1] (ملخصاً)

انکساری جو خودداری کے ساتھ ہو وہ بڑی بہتر ہے اس کا انجام بلندیٔ درجات ہے مگر بے عزّتی کی انکساری، انکساری نہیں بلکہ احساس پستی ہے، جہاد میں کفر کے مقابل فخر کرنا عبادت ہے، مسلمان بھائی کے سامنے جھکنا ثواب: ﴿اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ﴾[2] ([الفتح:۴۸/ ۲۹] ترجمہ: کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل (کنز الایمان))۔

جو بدلہ پر قادر ہو، پھر مجرم کو معافی دیدے تو اس سے مجرم کے دل میں اس کی اطاعت اور محبت پیدا ہوجاتی ہے اور اگر بدلہ لیا جائے تو اُسکے دل میں بھی انتقام کی

مدینہ

[1] (شرح الزرقاني على المؤطا،تحت الحديث المذكور،ج۴،ص۵۰۰)
[2] (مرآة المناجيح شرح مشكاة المصابيح، ج۳،ص۹۳)

آگ بھڑک جاتی ہے۔ فتح مکّہ کے دن کی عام معافی سے سارے کفار مسلمان ہوکر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطیع فرمان ہوگئے، معافی سے دلوں پر قبضے ہوجاتے ہیں مگر معافی اپنے حقوق میں چاہئے نہ کہ شرعی حقوق میں، قومی، ملکی دینی مجرموں کو کبھی معاف نہ کرو، اپنے مجرم کو معاف کردو۔[1]

حدیث شریف میں ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا رَفَعَهُ قَالَ: "مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِّنْ مَّالٍ، وَمَا مَدَّ عَبْدٌ يَدَهُ بِصَدَقَةٍ إِلَّا أُلْقِيَتْ فِي يَدِ اللّٰهِ قَبْلَ أَنْ تَقَعَ فِي يَدِ السَّائِلِ، وَلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْأَلَةٍ لَّهُ عَنْهَا غِنًى إِلَّا فَتَحَ اللّٰهُ لَهُ بَابَ فَقْرٍ".[2]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا اور جب کوئی شخص صدقہ دینے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے تو وہ مالِ صدقہ سائل کے ہاتھ میں پہنچنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں پہنچ جاتا ہے (یعنی صدقہ جلد قبول ہوتا ہے) اور جو شخص خود پر بلا حاجت سوال کا دروازہ کھولتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ فقر کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے:

---

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۳، ص۹۳)

[2] (مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب فضل الصدقۃ، ج۳، ص۱۱۰)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَقُوْلُ الْعَبْدُ مَالِيْ مَالِيْ، وَإِنَّمَا لَهُ مِنْ مَّالِهِ ثَلَاثٌ: مَا أَكَلَ فَأَفْنٰى، أَوْ لَبِسَ فَأَبْلٰى، أَوْ أَعْطٰى فَاقْتَنٰى مَا سِوٰى ذٰلِكَ فَهُوَ ذَاهِبٌ وَتَارِكُهُ لِلنَّاسِ".[1]	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ کہتا ہے، میرا مال میرا مال حالانکہ اُس کے مال صرف تین ہیں، جو کھا کر ختم کر دے، یا پہن کر گلا دے، یا دے کر جمع کر دے جو اُن کے علاوہ ہے وہ تو جانے والا ہے، اور وہ اُسے لوگوں کے لئے چھوڑتا ہے۔

یعنی فخر وتکبر کے انداز میں کہتا رہتا ہے کہ یہ میرا مکان ہے، یہ میری جائیداد ہے یہ میرا کنواں ہے یہ میرا فلاں مال ہے، یہ برا ہے۔ انسان کو چاہئے کہ یقین رکھے کہ میں اور میرا مال سب اللہ تعالیٰ کی مِلک ہے میرے پاس چندروزہ ہے عارضی ہے خیال رہے کہ جسے انسان اپنا مال کہے اس کا مال یعنی انجام نرا وبال ہے اور جو مال ذریعہ عبادت ہے وہ ذریعہ آمال ہے جس سے بہت امیدیں وابستہ ہیں۔

حدیث شریف میں ''اُس کے مال صرف تین ہیں'' سے مراد: ''یعنی جو مال انسان کے کام آویں (آئیں) وہ صرف تین ہیں ان کے علاوہ سب دوسروں کے کام آتے ہیں۔''[2]

مدینہ

[1] (صحیح مسلم، کتاب الزهد والرقائق، الحدیث: ۴۔(۲۹۵۹)، ص۱۱۳۳)
(سنن الترمذي، کتاب الزهد، الحدیث: ۲۳۴۲، ج۴، ص۳۰۳)
(مشکاة المصابیح، کتاب الرقاق، الفصل الأول، ۵۱۶۶، ج۲، ص۲۴۳)

[2] (مرآة المناجیح شرح مشکاة المصابیح، ج۷، ص۱۰)

بصرہ کے قراء حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے ان دنوں آپ بصرہ کے حاکم تھے انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے پڑوس میں ایک شخص رہتا ہے جو روزہ دار اور رات کو نماز پڑھنے والا ہے اور ہم میں سے ہر ایک اس کی مثل ہونا چاہتا ہے اس نے اپنی بیٹی کا رشتہ اپنے بھتیجے کو دیا ہے اور وہ ایک فقیر آدمی ہے اس کے پاس بیٹی کو جہیز دینے کے لئے کچھ نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کھڑے ہوئے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں گھر کے اندر لے گئے ایک صندوق کھولا اور اس سے چھ تھالیاں نکالیں اور فرمایا ان کو اٹھالو، انہوں نے وہ تھالیاں اٹھائیں تو آپ نے فرمایا ہم نے انصاف نہیں کیا ہم نے اسے جو کچھ دیا ہے وہ اسے رات کے قیام اور روزے سے دور کرے گا ہمارے ساتھ چلو ہم اس لڑکی کے جہیز کے سلسلے میں اس شخص کے مددگار بنیں دنیا کی اتنی حیثیت نہیں کہ وہ کسی مومن کو عبادتِ خداوندی سے روک دے اور ہم میں بھی اتنا تکبر نہیں ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی مدد نہ کریں چنانچہ آپ نے ان سب کے ساتھ مل کر جہیز تیار کر کے دیا۔[1]

حدیث شریف میں ہے:

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ	حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے کسے اپنے وارث کا

---

[1] (إحیاء علوم الدین، کتاب ذم البخل و ذم حب المال، حکایات الأسخیاء، ج۴، ص۳۳۳)

وَسَلَّمَ: "أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ"؟، قَالُوا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ. قَالَ: "فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ، وَمَالُ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ". [1]

مال اپنے مال سے زیادہ پیارا ہے؟، صحابہ علیہم الرضوان نے عرض کی، یارسول اللہ ہم میں سے ہر ایک کو اپنے وارث کی بنسبت اپنا مال زیادہ عزیز ہے، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تو اُس کا مال وہ ہے جو آگے بھیج دے، اور اُس کے وارث کا مال وہ ہے جو چھوڑ جائے۔

یعنی کون چاہتا ہے کہ میرے پاس مال نہ ہو میرے عزیزوں کے پاس مال ہو وہ سب امیر ہوں میں فقیر کنگال ہوں اس فرمان کا یہ مقصد ہے (اشعہ) لہٰذا اس فرمان عالی پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض لوگوں کو دوسروں کا مال بڑا پسند ہوتا ہے یا یہ مقصد ہے کہ ایسا کون ہے جو دوسروں کا مال ان کے لئے سنبھال کر رکھے اپنا مال برباد کردے یا برباد ہونے دے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مال دوسروں کا ہے اعمال اپنے ہیں جو مال خیرات کردیا جائے وہ اعمال بن گیا اور جو جمع کر کے چھوڑ گیا وہ نرا مال رہا۔ اور جس مال کی زکوٰۃ نہ دی وہ اپنے لئے وبال، وارثوں کے لئے مال ہوا، خیال رہے کہ مال سے صدقات وخیرات کرتے رہنا پھر اللہ ورسول کی رضا کے لئے وارثوں کو غنی کرنے کے لئے مال چھوڑنا یہ بھی عبادت ہے۔ [2]

---

[1] (صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب ما قدّم من ماله فهو له، الحديث: ٦٤٤٢، ج٤، ص١٩٥) (مشكاة المصابيح، كتاب الرقاق، الفصل الأول، الحديث: ٥١٦٨، ج٢، ص٢٤٤)

[2] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۷، ص۱۱-۱۲)

حضرت ابوالحسن مدائنی فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسن، حضرت امام حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم حج کے لئے تشریف لے گئے راستے میں اپنے سامان سے بچھڑ گئے تو بھوک اور پیاس محسوس ہوئی اس دوران ایک بوڑھی عورت کے پاس سے گزرے جو اپنے خیمہ میں تھی فرمایا کیا پینے کے لئے کچھ ہے؟ اس نے عرض کی جی ہاں، وہ سواریوں سے اترے تو اس کے پاس خیمہ کے کنارے میں صرف ایک چھوٹی سی بکری تھی۔ اس خاتون نے کہا اس کو دوہ کر اس کا دودھ نوش فرمائیں۔ چنانچہ ان تینوں حضرات نے اسی طرح کیا پھر اس عورت سے فرمایا کچھ کھانے کو ہے؟ اس نے کہا اس بکری کے سوا کچھ نہیں آپ میں سے کوئی ایک اسے ذبح کر دے تا کہ میں آپ کے کھانے کے لئے اسے تیار کروں تینوں حضرات میں سے ایک کھڑے ہوئے اور اسے ذبح کر کے اس کی کھال اتاری پھر اس نے ان کے لئے کھانا تیار کیا تینوں حضرات نے کھایا اور دھوپ کی شدت کم ہونے تک ٹھہرے رہے جب جانے لگے تو فرمایا ہم قریش کے لوگ ہیں حج کے لئے جارہے ہیں اگر صحیح سلامت واپس آ گئے تو ہمارے پاس آنا ہم تم سے اچھا سلوک کریں گے۔ پھر چلے گئے اس عورت کا خاوند آیا تو اس نے ان حضرات اور بکری کا معاملہ ذکر کیا اس شخص کو غصّہ آیا اس نے کہا تیرے لئے ہلاکت ہو تو نے ان لوگوں کے لئے بکری ذبح کر ڈالی جن کے بارے میں تجھے کوئی علم نہیں کہ کون ہیں پھر تو کہتی ہے کہ وہ قریش کے کچھ لوگ تھے۔

راوی کہتے ہیں پھر کچھ مدت کے بعد ان دونوں میاں بیوی کو مدینہ طیبہ جانے کی ضرورت پڑی وہ وہاں پہنچے اور اونٹوں کی مینگنیاں بیچ کر گزارہ کرنے لگے۔ وہ خاتون مدینہ طیبہ کی ایک گلی سے گزر رہی تھی تو دیکھا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ

عنہ اپنے گھر کے دروازے میں بیٹھے ہوئے ہیں آپ نے اس عورت کو پہچان لیا لیکن وہ آپ کو پہچان نہ سکی آپ نے غلام کو بھیج کر خاتون کو بلوایا اور فرمایا اے اللہ کی بندی! مجھے پہچانتی ہو؟ اس نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا میں فلاں فلاں دن تمہارے پاس مہمان تھا بوڑھی عورت نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ وہی ہیں؟ فرمایا ہاں، پھر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا تو صدقہ کی بکریوں میں سے ایک ہزار بکریاں خرید کر اور مزید ایک ہزار دینار اسے دے کر اپنے غلام کے ہمراہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا انہوں نے پوچھا میرے بھائی نے تمہیں کیا دیا؟ اس نے عرض کیا ایک ہزار بکریاں اور ایک ہزار دینار۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسی قدر مال دینے کا حکم دیا پھر اسے اپنے غلام کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا تو حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے دو ہزار بکریاں اور دو ہزار دینار دیئے اور فرمایا اگر تم پہلے میرے پاس آتیں تو میں تمہیں اتنا دیتا کہ ان دونوں کے لئے مشکل ہو جاتا۔ وہ خاتون چار ہزار بکریاں اور چار ہزار دینار لے کر اپنے خاوند کی طرف واپس آئیں۔[1]

ایک اور حدیث شریف:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی
عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى	ہے، فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَثَلُ	وسلم نے فرمایا، کنجوس اور سخی کی مثال ان دو

---

[1] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، حكايات الأسخياء، ج ۳، ص ۳۳۳)

الْبَخِيلِ وَالْمُتَصَدِّقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ، عَلَيْهِمَا جُنَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ، قَدِ اضْطُرَّتْ أَيْدِيهِمَا إِلَى ثُدِيِّهِمَا وَتَرَاقِيهِمَا، فَجَعَلَ الْمُتَصَدِّقُ كُلَّمَا تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ انْبَسَطَتْ عَنْهُ حَتَّى تَغْشَى أَنَامِلَهُ، وَتَعْفُوَ أَثَرَهُ، وَجَعَلَ الْبَخِيلُ كُلَّمَا هَمَّ بِصَدَقَةٍ قَلَصَتْ، وَأَخَذَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ بِمَكَانِهَا".[1]

شخصوں جیسی ہے جن پر لوہے کی دو زرہ ہوں اور ان کے ہاتھ ان کے سینوں اور گردنوں سے جکڑے ہوئے ہوں سخی جب خیرات کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو زرہ پھیل جاتی ہے یہاں تک کہ اس کے پوروں کو ڈھانپ لیتی ہے اور اس کے نشانات مٹا دیتی ہے اور کنجوس جب خیرات کا ارادہ کرتا ہے تو زرہ تنگ ہو جاتی ہے اور ہر کڑی اپنی جگہ چمٹ جاتی ہے۔

یہ تشبیہ مرکّب ہے جس میں دو شخصوں کی پوری حالتوں کو دوسرے دو شخصوں کے پورے حال سے تشبیہ دی گئی ہے یعنی کنجوس اور سخی کی حالتیں ان دو شخصوں کی سی ہیں جن کے جسم پر لوہے کی زرہیں ہیں، انسان کی خلقی اور پیدائشی محبتِ مال اور خرچ کرنے کو دل نہ چاہنے کو زرہوں سے تشبیہ دی گئی کہ جیسے زرہ جسم کو گھیرے اور چمٹی ہوتی ہے ایسی محبتِ مال انسان کے دل کو چمٹی ہوتی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾۔([الحشر: ۹/۵۹] ترجمہ: اور جو اپنے

[1] (صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب مثل المتصدق والبخيل، الحديث: ۱۴۴۳، ج ۱، ص ۳۵۳)
(صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب مثل المنفق والبخيل، الحديث: ۷۵-(۱۰۲۱)، ص ۳۶۶)
(مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب الإنفاق وكراهية الإمساك، الحديث: ۱۸۶۴، ج ۲، ص ۳۵۴)

نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں (کنز الایمان))۔

تراقی، ترقوت کی جمع ہے، ترقوت وہ ہڈی ہے جو سینہ سے اوپر اور گردن کے نیچے ہے، چونکہ یہ ہڈیاں گردن کے دو طرفہ ہوتی ہیں اس لئے دو آدمیوں کی چار ہڈیاں ہوں گی، اس لحاظ سے تراقی جمع ارشاد ہوا، اُضْطُرَّتْ مجہول فرما کر اشارۃً یہ بتایا کہ انسان کا یہ بخل قدرتی ہے اختیاری نہیں۔

حدیث شریف میں فرمایا، زرہ مزید تنگ ہو جاتی ہے اور ہر کڑی اپنی جگہ چمٹ جاتی ہے،'' سبحان اللہ کیا نفیس تشبیہ ہے یعنی بخیل بھی کبھی خیرات کرنے کا ارادہ کرتا ہے مگر اُس کے دل کی ہچکچاہٹ اس کے اِرادہ پر غالب آجاتی ہے اور وہ خیرات نہیں کرتا، اور سخی کو بھی خیرات کرتے وقت ہچکچاہٹ ہوتی ہے مگر اس کا ارادہ اس پر غالب آجاتا ہے، اسی غلبہ پر سخی ثواب پاتا ہے، پھر سخاوت کرتے کرتے نفس امارہ اتنا دب جاتا ہے کہ اس کو کبھی خیرات پر ہچکچاہٹ پیدا ہی نہیں ہوتی، یہ بہت بلند مقام ہے جہاں پہنچ کر انسان کھلے دل سے صدقہ کرنے لگتا ہے، ہر عبادت کا یہی حال ہے کہ پہلے نفس امارہ روکا کرتا ہے مگر جب اس کی نہ مانی جائے تو روکنا چھوڑ دیتا ہے، نفس کی مثال شیر خوار بچّے کی سی ہے جو دودھ چھوڑتے وقت ماں کو بہت پریشان کرتا ہے، مگر جب ماں اس کی ضد کی پرواہ نہیں کرتی تو وہ پھر دودھ نہیں مانگتا۔[1]

حُجّۃ الاسلام امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی نقل فرماتے ہیں، حضرت عبداللہ بن عامر بن کریز مسجد سے اکیلے گھر جانے کے لئے نکلے تو قبیلہ ثقیف سے ایک لڑکا آپ کے پیچھے ہو گیا اور آپ کے ساتھ ساتھ چلنے لگا حضرت عبداللہ نے فرمایا اے لڑکے تمہیں کوئی

مدینہ

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۳، ص ۷۱، ۷۲)

حاجت ہے؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو فلاح و درستگی عطا فرمائے مجھے کوئی کام نہیں میں نے آپ کو اکیلے چلتا دیکھا تو میں نے سوچا آپ کی حفاظت کروں اور میں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں کہ آپ کو کوئی مکروہ بات پہنچے۔ حضرت عبد اللہ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے ساتھ گھر لے گئے پھر ایک ہزار دینار منگوا کر اس لڑکے کو دیئے اور فرمایا یہ خرچ کرو تمہارے گھر والوں نے تمہاری بہت اچھی تربیت کی ہے۔[1]

یونہی قریش میں سے ایک شخص سفر سے واپس آیا تو راستے میں ایک دیہاتی کو دیکھا جو مفلس اور بیمار تھا اس نے کہا ہمارے ان حالات کے پیش نظر ہماری مدد کرو اس آدمی نے اپنے غلام سے کہا جو کچھ ہمارے پاس خرچ سے بچا ہو وہ اس شخص کو دے دو تو غلام نے اس آدمی کی جھولی میں چار ہزار درہم ڈال دیئے۔[2]

ایک اور حدیث شریف:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "قَالَ رَجُلٌ: لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ سَارِقٍ فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلٰى سَارِقٍ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ لَكَ	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص نے کہا میں صدقہ کروں گا وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور اسے ایک چور کے ہاتھ میں دے دیا صبح کو لوگوں میں چرچا ہوا کہ آج رات چور کو صدقہ دیا گیا اس شخص نے کہا اے اللہ

[1] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، حكايات الأسخياء، ج۴، ص۳۳۳)
[2] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، حكايات الأسخياء، ج۴، ص۳۳۴)

الْحَمْدُ عَلٰی سَارِقٍ لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ زَانِيَةٍ فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلٰى زَانِيَةٍ. فَقَالَ: اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى زَانِيَةٍ، لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِيْ يَدِ غَنِيٍّ فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلٰى غَنِيٍّ. فَقَالَ: اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى سَارِقٍ وَزَانِيَةٍ وَغَنِيٍّ فَأُتِيَ فَقِيلَ لَهُ: أَمَّا صَدَقَتُكَ عَلٰى سَارِقٍ: فَلَعَلَّهُ أَنْ يَّسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِهِ، وَأَمَّا الزَّانِيَةُ: فَلَعَلَّهَا أَنْ تَسْتَعِفَّ عَنْ زِنَاهَا، وَأَمَّا الْغَنِيُّ: فَلَعَلَّهُ يَعْتَبِرُ فَيُنْفِقُ مِمَّا أَعْطَاهُ اللّٰهُ"۔[1]

چور کو صدقہ دینے پر تیرے لیے حمد ہے میں صدقہ کروں گا پھر وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور ایک زانیہ کو دے دیا صبح کو لوگوں نے چرچا کیا کہ آج رات ایک زانیہ کو صدقہ دیا گیا اس نے کہا اے اللہ زانیہ کو صدقہ دینے پر تیرے لیے حمد ہے میں صدقہ کروں گا پھر وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور ایک مالدار کو دے دیا صبح کو چرچا ہوا مال دار کو صدقہ دیا گیا اس نے کہا اے اللہ تیرے لیے حمد ہے چور اور زانیہ اور مال دار کو صدقہ دینے پر تو اس کے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا چور کو صدقہ دینے کا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ چوری چھوڑ دے اور زانیہ کو صدقہ دینے سے یہ ہے کہ وہ زنا سے آئندہ بچے اور مال دار کو دینے سے یہ ہے کہ وہ عبرت حاصل کرے اللہ عزوجل کے دیے ہوئے میں سے خرچ کرے۔

---

[1] (صحیح البخاري، کتاب الزکاۃ، باب إذا تصدق علی غنيّ وھو لا یعلم، الحدیث: ۱۴۲۱، ج ۱، ص ۴۸ ۳)
(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب المنفق والبخیل، الحدیث: ۷۸۔(۱۰۲۲)، ص ۳۶۶)
(مشکاۃ المصابیح، کتاب الزکاۃ، باب الإنفاق وکراھیة الإمساک، الفصل الثالث، الحدیث: ۱۸۷۶، ج ۱، ص ۳۵۶)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، کہ امام احمد نے اپنی مسند میں زیادتی فرمائی کہ وہ شخص بنی اسرائیل سے تھا۔[1]

اور علامہ نورالدین سندھی نے فرمایا کہ اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سابقہ شریعتوں میں جو حکم مشروع ہوں جب تک منسوخ نہ ہوئے، ہمارے لئے بھی مشروع ہی رہے کیونکہ وہ شخص بنی اسرائیل سے تھا جیسا کہ امام احمد نے اپنی مسند میں فرمایا اور اس شخص کا حمد بیان کرنا تعجب کے لئے بھی ہوسکتا ہے (یعنی اس نے متعجب ہوکر اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کہا) جیسا کہ تعجب کے وقت سُبْحَانَ اللہ کہا جاتا ہے۔[2]

اور حکیم الامت مفتی محمد احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث شریف کی شرح میں فرماتے ہیں، یعنی تم سے پہلے ایک بنی اسرائیلی نے اپنے دل میں کہا یا اپنے دوستوں یا گھر والوں پر اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا یا رب تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ آج میں خیرات دوں گا، ظاہر یہ ہے کہ خیرات سے نفلی صدقہ مراد ہے ممکن ہے اُس نے کوئی نذر مانی ہو جس کے پورا کرنے کا ارادہ کیا۔

اور رات کے اندھیرے میں اکیلے میں ایک شخص کو فقیر جان کر وہ خیرات دے دی، اُس نے لوگوں میں پھیلا دیا کہ مجھے ایک آدمی خیرات دے گیا، جیسا کہ آوارہ لوگوں کا طریقہ ہے کہ دھوکا دینے پر فخر کرتے ہیں اور دھوکا کھانے والے کا مذاق

---

[1] (حاشية العلامة السيوطي على سنن النسائي، كتاب الزكاة، باب إذا أعطاها غنياً... إلخ، الحديث: ۲۵۲۲، الجزء۵، ج۳، ص۵۹)

[2] (حاشية العلامة السندي على سنن النسائي، كتاب الزكاة، باب إذا أعطاها غنياً... إلخ، الحديث: ۲۵۲۲، الجزء۵، ج۳، ص۵۹)

اُڑاتے ہیں، اس کا لوگوں میں چرچہ ہوگیا، مرقات نے فرمایا ممکن ہے کہ لوگوں کو یہ خبر الہامِ الٰہی سے معلوم ہوئی ہو، اور ہوسکتا ہے کہ کوئی فرشتہ شکل انسانی میں آکر لوگوں سے یہ کہہ گیا ہو، غرض کہ اس کا چرچہ ہوگیا۔

اور چور پر صدقہ کرنے کے باوجود حمد کرنا، یہ کلمہ تعجب کا ہے یعنی وہ شخص صدقہ ضائع ہونے پر دل تنگ نہیں ہوا بلکہ خدا کا شکر ہی کیا، اور تعجب کے طور پر یہ کہا، اللہ کے مقبول بندے مصیبت پر بھی شکر ہی کرتے ہیں۔

اور وہ کہنا کہ اب پھر صدقہ کروں گا، یعنی میرا وہ صدقہ تو بیکار گیا کیونکہ صحیح مَصرف پر نہ پہنچا جیسے کھاری زمین میں دانہ اسکی جگہ اور صدقہ دوں گا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر صدقہ صحیح جگہ نہ پہنچے، تو واپس نہ لے بلکہ اسکی بجائے اور صدقہ دے، چونکہ آج بھی صدقہ چھپانے کیلئے اندھیری رات ہی میں نکلا تھا، اس لئے ایک فاسقہ زانیہ عورت کو مسکین جان کر خیرات دے دی اور دھوکا کھا گیا۔

مالدار کو فقیر سمجھ کر یا یہ مالدار کوئی کنجوس تھا جو پھٹے پرانے کپڑے پہنے تھا اور حریص بھی کہ جانتے ہوئے خیرات لے لی، جیسا کہ آج کل بھی کنجوسوں کو دیکھا جاتا ہے، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ دینے والے نے دھوکا کیسے کھایا اور لینے والے نے غنی ہونے کے باوجود خیرات لے کیوں لی، موجودہ زمانہ کے حالات دیکھتے ہوئے ان اعتراضوں کی گنجائش ہی نہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ غنی نے خود کسی سے نہ کہا ہوگا کہ کنجوس حریص ان باتوں کا چرچا نہیں کرتے بلکہ چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اور بندے کو جواب دیئے جانے کا خلاصہ یہ ہے کہ تیرے یہ تینوں صدقے کارآمد ہیں کوئی بیکار نہ گیا، چور اور زانیہ کے لئے تو گناہوں سے بچنے کا ذریعہ بنے گا

اورغنی کے لئے سخاوت کی تبلیغ ہوگا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر غلطی سے زکوٰۃ غیر مَصرف پر خرچ کردی مثلاً کسی کو فقیر سمجھ کر زکوٰۃ دی، پھر پتہ لگا وہ غنی ہے، تو زکوٰۃ ادا ہوجائے گی اس کا اعادہ واجب نہیں، طرفین (یعنی امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما) کا یہی قول ہے، ان کی دلیل یہ حدیث بھی ہے کیونکہ یہاں اسے چوتھی بار صدقہ دینے کا حکم نہیں دیا گیا مگر تمام ائمہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں صدقہ واپس نہ لے ہاں اس میں اختلاف ہے کہ خود لینے والے کو یہ مال حلال ہے یا نہیں قوی یہ ہے کہ اگر اس نے غلطی سے لے لیا ہے تو حلال ہے، دانستہ لیا ہے تو حرام، اسکی دلیل حضرت معن ابن یزید کی وہ حدیث ہے جو بخاری نے روایت کی کہ فرماتے ہیں میرے والد نے صدقہ کے کچھ دینار مسجد میں رکھے میں نے اُٹھا لئے، پھر یہ واقعہ بارگاہ نبوی میں پیش ہوا، تو حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، اے یزید تمہارے لئے تمہاری نیت اور اے معن جو تم نے لیا وہ تمہارا ہے (فتح القدیر و مرقات)۔[1]

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''احیاء علوم الدین'' میں اللہ عزوجل کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب وفضائل میں بیان فرماتے ہیں: ہارون الرشید نے حضرت مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پانچ سو دینار بھیجے حضرت لیث بن سعد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے آپ کی خدمت میں ایک ہزار دینار بھیج دیئے۔ ہارون الرشید کو غصّہ آیا اس نے حضرت لیث سے کہا میں نے پانچ سو دینار دیئے اور آپ نے ایک ہزار دینار دیئے حالانکہ آپ میری رعایا میں شامل ہیں انہوں نے فرمایا اے امیر المومنین! مجھے ہر روز ایک ہزار دینار کی آمدنی ہوتی ہے تو میں نے

مدینہ

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۳، ص۷۸تا۸۰)

شرم محسوس کی کہ ایک دن کی آمدنی سے کم دوں۔

منقول ہے کہ حضرت لیث بن سعد پر زکوٰۃ کبھی واجب نہیں ہوئی حالانکہ ان کی یومیہ آمدنی ایک ہزار دینار تھی۔

منقول ہے کہ ایک عورت نے حضرت لیث بن سعد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کچھ شہد مانگا تو انہوں نے ایک مَشک شہد دینے کا حکم دیا کہا گیا کہ اس کا کام اس سے کم کے ساتھ بھی چل سکتا تھا آپ نے فرمایا اگرچہ اس نے اپنی ضرورت کے مطابق مانگا ہے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں باکثرت دیا ہے لہٰذا ہم نے بھی اسے اس کی ضرورت سے زائد دیا۔

حضرت لیث بن سعد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روزانہ جب تک تین سو ساٹھ مسکینوں کو صدقہ نہ دے دیتے اس وقت تک کلام نہ کرتے۔[1]

اور حدیث قدسی ہے:

عَنِ الْحَسَنِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَا یَرْوِیْ عَنْ رَبِّہٖ عزوجل اَنَّہُ یَقُوْلُ: "یَا ابْنَ آدَمَ اَفْرِغْ مِنْ کَنْزِکَ عِنْدِیْ وَلَا حَرَقَ، وَلَا غَرَقَ، وَلَا سَرَقَ اُوْفِیْکَہُ اَحْوَجَ مَا تَکُوْنُ اِلَیْہِ".[2]

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث قدسی بیان فرمائی، رب تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابنِ آدم! اپنا خزانہ (صدقہ کرکے) میرے سپرد کردے نہ جلے گا نہ ڈوبے گا اور نہ چوری ہوگا تیری شدید حاجت کے وقت (بروز قیامت) تجھے لوٹا دوں گا۔

---

[1] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، بيان فضيلة السخاء، حكايات الأسخياء، ج٣، ص٣٣٤)

[2] (الترغيب والترهيب، كتاب الصدقات، الترغيب في الصدقة والحث عليها...إلخ، الحديث:٣٠، ج٢، ص١١)

بزرگانِ دین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین اپنے مال ومتاع رِضائے ربُ العُلٰی عزوجل کے حصول کی خواہش میں خرچ کرتے اور اللہ عزوجل سے بڑے اجر کی امید رکھتے، امام غزالی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت سعید بن عاص سے کچھ مانگا تو انہوں نے ایک لاکھ درہم دینے کا حکم دیا وہ شخص رو پڑا سعید بن عاص نے رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا میں اس بات پر رو رہا ہوں کہ زمین تم جیسے لوگوں کو بھی کھالے گی انہوں نے اسے مزید ایک لاکھ درہم دینے کا حکم دیا۔

حضرت ربیع بن سلیمان فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ (کی سواری) کی رکاب پکڑی تو آپ نے فرمایا اے ربیع اسے چار درہم دے دو اور میری طرف سے معذرت بھی کرو۔

حضرت اعمش رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں میری ایک بکری بیمار ہوگئی تو حضرت خیثمہ بن عبدالرحمٰن صبح وشام اس کی عیادت کے لئے آتے اور مجھ سے پوچھتے کیا وہ گھاس اچھی طرح کھاتی ہے اور بچے اس کے دودھ کے بغیر کس طرح گزارہ کرتے ہوں گے؟ میں جس گدے پر بیٹھا کرتا تھا اس کے نیچے وہ کچھ رقم رکھ دیا کرتے اور جاتے وقت فرماتے گدے کے نیچے جو کچھ ہے لے لو حتی کہ بکری کی بیماری کے دوران مجھے تین سو سے زیادہ دینار دے گئے۔[1]

ایک اور حدیث شریف:

---

[1] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، بيان فضيلة السخاء، حكايات الأسخياء، ج۳، ص۳۳۴)

عربی	اردو
عَـنْ اَنَسٍ رَضِـيَ اللّٰـهُ تَـعَالٰى عَنْهُ	حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی
قَـالَ: كَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَكْثَرَ الْاَنْصَارِ	ہے فرماتے ہیں، حضرت ابوطلحہ مدینہ
بِالْـمَدِيْـنَةِ مَـالًا مِّنْ نَخْلٍ، وَكَانَ	میں تمام انصار سے زیادہ باغوں کے
اَحَـبَّ اَمْوَالِهِ اِلَيْهِ بَيْرَحَاءُ، وَكَانَتْ	مالک تھے اور انہیں زیادہ پیارا باغ
مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ رَسُوْلُ	بیرحاء تھا جو مسجد شریف کے سامنے تھا
اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں
يَدْخُلُهَـا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّـاءٍ فِيْهَـا	تشریف لیجاتے تھے اور وہاں کا
طَيِّـبٍ. قَالَ اَنَسٌ: فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ	بہترین پانی پیتے تھے حضرت انس
الْاٰيَةُ: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى	رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ
تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ [آل	آیت ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى
عمران:۳/۹۲]. قَامَ اَبُوْ طَلْحَةَ اِلٰى	تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ [آل
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ	عمران:۳/۹۲] نازل ہوئی تو حضرت
وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ	ابوطلحہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ: ﴿لَنْ تَنَالُوا	بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی،
الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾،	یارسول اللہ! رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ
وَاِنَّ اَحَبَّ اَمْوَالِيْ اِلَيَّ بَيْرَحَاءُ،	''تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب
وَاِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ تَعَالٰى اَرْجُوْ بِرَّهَا	تک راہ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ
وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ	خرچ کرو'' (کنزالایمان) اور مجھے
اللّٰـهِ حَيْثُ اَرَاكَ اللّٰهُ. قَالَ: فَقَالَ	اپنے مالوں سے پسندیدہ مال باغ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "بَخٍ، ذٰلِکَ مَالٌ رَابِحٌ، ذٰلِکَ مَالٌ رَابِحٌ. وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ، وَإِنِّي أَرٰی اَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِیْنَ". فَقَالَ أَبُوْ طَلْحَةَ: أَفْعَلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! فَقَسَّمَهَا أَبُوْ طَلْحَةَ فِيْ أَقَارِبِہٖ وَبَنِيْ عَمِّہٖ.[1]

بیرحاء ہے اب وہ اللہ کے لئے صدقہ ہے میں اللہ کے پاس اس کا ثواب اور اس کا ذخیرہ چاہتا ہوں۔ یا رسول اللہ آپ اسے وہاں خرچ کریں جہاں رب تعالیٰ آپ کی رائے قائم فرمائے راوی فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا خوب یہ تو بڑا نفع کا مال ہے جو تم نے کہا میں نے سن لیا میری رائے ہے کہ تم اسے اپنے اہل قرابت میں وقف کردو، ابوطلحہ بولے یا رسول اللہ میں یہی کرتا ہوں پھر اسے ابوطلحہ نے اپنے عزیزوں اور چچازادوں میں تقسیم کردیا۔

بیرحاء حضرت طلحہ کے ایک باغ کا نام ہے، اس نام کے محدّثین نے آٹھ معنی کئے ہیں جن میں سے ایک: حاء ایک آدمی کا نام تھا جس نے کنواں کھدوایا تھا چونکہ یہ کنواں اس باغ میں تھا، لہٰذا باغ بھی یہ ہی ہوا، وہ کنواں اب تک موجود ہے (حکیم الامّت مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں) فقیر نے اُس کا پانی

مدینہ

[1] (سنن الدارمي، کتاب الزکاۃ، باب أي الصدقة أفضل؟، الحدیث: ۱۶۵۵، ص ۴۸۴)
(صحیح البخاري، کتاب الزکاۃ، باب الزکاۃ علی الأقارب، الحدیث: ۱۴۶۱، ج ۱، ص ۴۹۳)
(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقة والصدقة... إلخ، الحدیث: ۴۲ـ(۹۹۸) ص ۳۶۰)
(مشکاۃ المصابیح، کتاب الزکاۃ، باب أفضل الصدقة، الفصل الثالث، الحدیث: ۱۹۴۵، ج ۱، ص ۳۶۸)

پیاہے، دوسرے یہ کہ بیرحاء بروزن فعیل ہے ایک ہی لفظ ہے براح سے مشتق بمعنی کھلی زمین، پہلی صورت میں اس کے معنی ہوں گے حاء کا کنواں، دوسری صورت میں معنی ہونگے کھُلا باغ۔

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی یہاں کا پانی بہت محبوب تھا، اسی لئے حجاج باخبر ضرور اس کا پانی برکت کے لئے پیتے ہیں۔

حضرت ابوطلحہ کے اس عرض ومعروض کا مقصد یہ تھا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپکے اس عمل خیر پر گواہ ہوجائیں اور مسلمانوں میں اس وقف کا اعلان ہوجائے۔ خیال رہے کہ دوسرے نفلی صدقات اکثر خفیہ دینا بہتر ہیں مگر وقف کا ہر طرح اعلان کردینا سخت ضروری ہے تاکہ آئندہ اس موقوف چیز پر کوئی قبضہ نہ کرسکے حتّٰی کہ مسجد کی عمارت میں مینار گُنبد وغیرہ ایسے نشانات قائم کردیئے جائیں جس سے وہ دُور سے ہی مسجد معلوم ہو اس میں ریا نہیں بلکہ وقف کا باقی رکھنا ہے نیز آپ کا اپنا دلی اخلاص ظاہر کرنا ریاء کے لئے نہ تھا بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دعا حاصل کرنے کے لئے تھا لہٰذا حدیث پاک پر کوئی اعتراض نہیں۔

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں باغ پیش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جہاں چاہیں اس باغ کی آمدنی لگادیں کہ وہاں خرچ ہوتی رہے چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چاہنا اپنے نفس کی طرف سے نہیں ہوتا بلکہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اسی لئے اس طرح عرض کیا حَیۡثُ اَرَاکَ اللّٰہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے صدقے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک سے خرچ کراتے تھے تاکہ اس ہاتھ کی برکت سے قبول ہوجائیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿خُذۡ

﴿مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّيۡهِمۡ بِهَا﴾ ([التوبة: ۹/ ۱۰۳]ترجمہ:اے محبوب ان کے مال میں سے زکوۃ تحصیل کرو جس سے تم اُنہیں ستھرا اور پاکیزہ کردو (کنزالایمان)) یعنی آپ ان کے مالوں کے صدقے وصول فرمالیں اوران کے ذریعہ انہیں پاک وصاف فرمادیں آج مسلمان ختم وفاتحہ میں عرض کرتے ہیں نذر اللہ، نیاز رسول اللہ اس کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے''[1] عربی میں نہایت خوشی کے وقت کہا جاتا ہے بَخٍ بَخٍ یعنی خوب خوب، رَابِحٌ، رِبْحٌ سے بنا بمعنی نفع، رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَمَا رَبِحَتۡ تِّجَارَتُهُمۡ﴾ ([البقرۃ: ۲/ ۱۶] ترجمہ: تو ان کا سودا کچھ نفع نہ لایا (کنزالایمان)) یعنی (حدیث شریف میں جو تذکرہ ہوا کہ) یہ مال بہت نفع والا ہے جیسے لابن دودھ والا اور تامر چھواروں والا یعنی اے ابوطلحہ تمہیں اس باغ کے وقف سے بہت نفع ہوگا معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اعمال کی قبولیت کی بھی خبر ہے اور یہ بھی کہ کس کا کونسا عمل کس درجہ کا قبول ہے یہ باغ کیوں قبول نہ ہوتا باغ بھی اچھا تھا وقف کرنے والے بھی اچھے یعنی صحابی اور جن کی طفیل وقف کیا گیا وہ اچھوں کے شہنشاہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس باغ کو اہلِ قرابت کے لئے وقف کرنے کا فرمایا، یعنی اپنے عزیز واقارب فقراء کو اس کا مَصرف بنادو کہ ہمیشہ وہ اس کی آمدنی کھایا کریں تاکہ تمہیں صدقہ کے ساتھ اہل قرابت کے حقوق ادا کرنے کا بھی ثواب ملتا رہے خیال رہے کہ بعض اوقاف وہ ہوتے ہیں جن سے امیر وغریب حتی کہ وقف کرنیوالا بھی نفع حاصل کرسکتا ہے جیسے کنواں، مسجد، قبرستان، مسافرخانہ''۔[2]

---

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۳، ص۱۲۶)

[2] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۳، ص۱۲۶)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں میں ہمیشہ حضرت حماد بن ابی سلیمان سے محبت کرتا ہوں کہ ان کی طرف سے مجھے ایک بات پہنچی ہے وہی اس محبت کا باعث ہے وہ یہ کہ وہ ایک دن اپنے دراز گوش پر سوار تھے انہوں نے اسے حرکت دی تو اس کا تسمہ ٹوٹ گیا وہ ایک درزی کے پاس سے گزرے تو ارادہ کیا کہ اتر کر اس تسمے کو ٹھیک کروائیں درزی نے قسم دے کر کہا کہ آپ نہ اتریں چنانچہ اس نے خود ہی کھڑے ہو کر تسمہ درست کر دیا انہوں نے ایک تھیلی نکالی جس میں دس دینار تھے اور وہ درزی کے حوالے کر دی اور معذرت کی کہ یہ رقم کم ہے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے یہ شعر پڑھے:

يَـالَهْفَ قَلْبِيْ عَلٰى مَالٍ أَجُوْدُ بِهٖ
عَلَى الْمُقِلِّيْنَ مِنْ أَهْلِ الْمُرُوْءَاتِ

إِنَّ اعْتِذَارِيْ إِلٰى مَنْ جَاءَ يَسْأَلُنِيْ
مَا لَيْسَ عِنْدِيْ لَمِنْ اِحْدَى الْمُصِيْبَاتِ

میرا دل اس مال پر افسردہ ہے جسے میں اہل مروت پر خرچ کرتا ہوں اور جو میرے پاس آ کر مجھ سے وہ چیز مانگتا ہے جو میرے پاس نہیں تو اس سے میرا معذرت کرنا یہ بھی میرے لیے ایک مصیبت ہے۔[1]

ایک اور حدیث شریف:

---

[1] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، بيان فضيلة السخاء حكايات الأسخياء، ج٣، ص٣٣٦)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ"، قَالَ: وَمَنْ أَعُوْلُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "امْرَأَتُكَ تَقُوْلُ: أَطْعِمْنِي إِلَّا فَارِقْنِي، خَادِمُكَ يَقُوْلُ: أَطْعِمْنِي وَاسْتَعْمِلْنِي، وَلَدُكَ يَقُوْلُ: إِلٰى مَنْ تَتْرُكُنِي"۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں، کہ آپ نے فرمایا، بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد محتاجی نہ پیدا ہو اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے، اور خرچ کرنے میں ان سے ابتدا کر جو تیرے زیرِ کفالت ہیں، راوی نے عرض کی، میری کفالت میں کون ہیں یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا: تمہاری بیوی جو کہے کہ مجھے کھانا کھلاؤ ورنہ طلاق دو، تمہارا خادم جو کہے کہ مجھے کھانا کھلاؤ اور مجھ سے کام لو، اور تمہارا بیٹا جو کہے مجھے کس کے رحم و کرم پر چھوڑتے ہو؟

ایک شخص اپنے دوست کے دروازے پر گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا اس نے پوچھا کیسے آنا ہوا؟ اس نے کہا مجھ پر چار سو درہم قرض ہیں اس نے چار سو درہم تول کر اس کے حوالے کر دیئے اور روتا ہوا واپس آیا بیوی نے کہا اگر تجھے ان درہموں کا دینا شاق تھا تو نہ دیتے اس نے کہا میں تو اس لئے رو رہا ہوں کہ مجھے اس کا حال اس کے بتائے بغیر معلوم نہ ہو سکا حتی کہ وہ میرا دروازہ کھٹکھٹانے پر مجبور ہوا۔[2]

---

[1] (سنن الدار قطني، كتاب النكاح، باب المهر، الحديث: ۳۷۳۸، ج۲، ص۲۰۵)

[2] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، بيان فضيلة السخاء، حكايات الأسخياء، ج۳، ص۳۳۷)

ایک اور حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: "جَهْدُ الْمُقِلِّ، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ". [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے عرض کیا، یارسول اللہ کونسا صدقہ زیادہ بہتر ہے؟ فرمایا غریب آدمی کی مشقت اور (دینے میں) ان سے شروع کرو جن کی پرورش کرتے ہو۔

جہدِ مقلّ کی شرح میں علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں جھد المقلّ جیم کے ضمّہ (پیش) کے ساتھ قلیل مال کی مقدار مراد ہے یہ بھی معنی ہیں کہ وسعت اور طاقت مراد ہے اور جیم کے فتحہ (زبر) کے ساتھ مشقت مراد ہے۔ معنی یہ ہوئے کہ افضل صدقہ غریب کی مشقت کی کمائی کا ہے یا غریب آدمی کی مشقت کی کمائی افضل صدقہ ہے۔ [2]

''یعنی غریب آدمی محنت مزدوری کرے پھر اس میں سے خیرات بھی کرے، اس کا بڑا درجہ ہے خیال رہے کہ بعض لحاظ سے غنی کی خیرات افضل ہے جبکہ وہ توکّل میں کامل نہ ہو اور بعض لحاظ سے فقیر کی خیرات افضل ہے جب کہ وہ اور اس کے گھر والے صبر وتوکل میں کامل ہوں۔ لہٰذا یہ حدیث (اُس حدیث) کے خلاف نہیں کہ صدقہ

---

[1] (سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب في الرخصة في ذلك، الحديث: ١٦٧٧، ج٢، ص٢١٣)
(مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب أفضل الصدقة، الفصل الثاني، الحديث: ١٩٣٨، ج١، ص٣٦٨)

[2] (شرح سنن أبي داود للعيني، كتاب الزكاة، باب في الرخصة في ذلك، ج٦، ص ٤٣١، مكتبة الرشد، المملكة العربية)

غنٰی (یعنی غنی ہوتے ہوئے صدقہ کرنا) بہتر ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر ہاتھ کا فقیر دل کا غنی تھوڑی سی خیرات کر لے تو ہاتھ کے غنی کی بہت سی خیرات سے افضل ہے لہٰذا وہاں غنی والی حدیث میں دل کی غنا مراد ہو سکتی ہے تب بھی احادیث میں تعارض نہیں''۔

''کوئی شخص اپنے بال بچوں کو بھوکا رکھ کر خیرات نہ کرے، پہلے اُن کا پیٹ بھرو، تن ڈھکو، پھر خیرات کرو یہ مطلب نہیں کہ اپنی زکوۃ پہلے اپنے بال بچّوں کو دو، پھر دوسروں کو، کیونکہ اپنی زکوۃ اپنی اولاد اور بیوی پر نہیں لگتی''۔[1]

مروی ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پچاس ہزار درہم تھے ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد کی طرف تشریف لے گئے تو حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آپ کا مال تیار ہے قبضہ کیجئے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے آپ کو دے دیئے تا کہ آپ کو مروّت (سخاوت) پر مدد حاصل ہو۔

حضرت سُعْدٰی بنت عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئی تو ان کی طبیعت کو بوجھل دیکھ کر پوچھا آپ کو کیا ہوا؟ انہوں نے فرمایا میرے پاس مال جمع ہو گیا ہے جس کی وجہ سے میں غمگین ہوں میں نے پوچھا آپ کو کیا غم ہے اپنی قوم کو بلا کر تقسیم کر دیں چنانچہ انہوں نے اپنے غلام کو بھیج کر اپنی قوم کو بلایا اور وہ مال ان میں تقسیم کر دیا میں نے خادم سے پوچھا کہ کتنا مال تھا؟ اس نے کہا چار لاکھ۔[2]

[1] (مرآۃ المناجیح، ج۳، ص۱۲۲)

[2] (إحیاء علوم الدین، کتاب ذم البخل وذم حب المال، بیان فضیلۃ السخاء، حکایات الأسخیاء، ج۳، ص۳۳۷)

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "سَبَقَ دِرْهَمٌ مِائَةَ أَلْفِ دِرْهَمٍ، قَالُوْا: وَكَيْفَ؟ قَالَ: "كَانَ لِرَجُلٍ دِرْهَمَانِ تَصَدَّقَ بِأَحَدِهِمَا، وَانْطَلَقَ رَجُلٌ إِلٰى عُرْضِ مَالِهِ فَأَخَذَ مِنْهُ مِائَةَ أَلْفِ دِرْهَمٍ فَتَصَدَّقَ بِهَا". [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک درہم ایک لاکھ درہم سے سبقت لے گیا، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی، وہ کیسے؟ فرمایا (وہ یوں) کہ ایک شخص کے پاس فقط دو درہم تھے اس نے ان میں سے ایک درہم صدقہ کردیا اور ایک (مالدار) شخص اپنے مال کی طرف گیا اور اس میں سے اس نے ایک لاکھ درہم لے کر صدقہ کردیا۔

کیونکہ مالدار شخص نے اگرچہ پہلے کی بانسبت ایک لاکھ گُنا زیادہ صدقہ کیا مگر اس کے ایک لاکھ پر پہلے شخص کا ایک درہم غالب آگیا، وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنا نصف مال راہِ خدا میں صدقہ کیا جبکہ مالدار نے نصف سے کم کیا۔

چنانچہ علامہ سندھی فرماتے ہیں، حدیث کے ظاہر معنی یہ ہیں کہ اجر، دینے والے کے حال کے مطابق ہوتا ہے نہ کہ مال کے۔ کہ دو درہم والے نے اپنا نصف مال دیا جبکہ غنی نے (اگرچہ ایک لاکھ درہم دیئے مگر) نصف سے کم دیا تھا۔ [2]

---

[1] (سنن النسائي، كتاب الزكاة، باب جهد المقل، الحديث: ٢٥٢٦، الجزء٥، ج٣، ص٦٢)

[2] (حاشية العلامة السندي على سنن النسائي، كتاب الزكاة، باب جهد المقل، الحديث: ٢٥٢٦، الجزء٥، ج٣، ص٦٢)

حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا، اگر تیرے پاس دنیا آجائے تو اسے خرچ کر اس لئے کہ خرچ کیا ہوا فنا نہیں ہوگا اور اگر دنیا تجھ سے دور ہو جائے پھر بھی اسے خرچ کرنے سے دریغ نہ کرنا کیوں کہ وہ باقی نہیں رہے گی۔[1]

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروّت، بہادری اور کرم کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواباً فرمایا مروّت یہ ہے کہ انسان اپنے دین کی حفاظت کرے نفس کو بچا بچا کر رکھے مہمان کی مہمان نوازی اچھی طرح کرے اور اگر جھگڑے اور مکروہ کام میں داخل ہونا پڑے تو اچھے طریقے اختیار کرے۔ دلیری اور بڑائی یہ ہے کہ ہمسایہ کی مصیبت دور کرے اور صبر کی جگہوں میں صبر کرے، اور کرم یہ ہے کہ کسی کے مانگنے سے پہلے خود اپنی طرف سے نیکی کا سلوک کرے، ضرورت مند کو کھانا کھلائے اور سائل کو کچھ دینے کے ساتھ ساتھ اس سے مہربانی اور رحمت کا سلوک کرے۔[2]

اور رحمت کا سلوک کرنے کے متعلق امام غزالی بہت اچھی حکایت بیان کرتے ہیں:

ایک شخص نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت میں ایک درخواست پیش کی آپ نے فرمایا تمہاری حاجت پوری کردی گئی عرض کیا گیا اے نواسۂ رسول! آپ اس کا رقعہ پڑھتے اور پھر اس کے مطابق جواب دیتے آپ نے فرمایا وہ میرے سامنے ذلت کے ساتھ کھڑا رہتا تو پھر اس کے بارے میں اللہ تعالٰی مجھ سے پوچھتا۔[3]

---

[1] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، بيان فضيلة السخاء، الآثار، ج٣، ص ٣٢٩)
[2] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، بيان فضيلة السخاء، الآثار، ج٣، ص ٣٣٠)
[3] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، بيان فضيلة السخاء، الآثار، ج٣، ص ٣٣٠)

سبحان اللہ! معنی یہ ہیں کہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خشیتِ الٰہی کو اپنے مال پر مقدّم رکھا اور اسی میں فلاح ہے کہ مال کی محبت اللہ کی محبت پر غالب نہیں آنی چاہیے۔

مال سے اگر چہ گردنیں خریدی جاسکتی ہیں مگر دل نہیں! چنانچہ:

حضرت ابن سماک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں مجھے اس شخص پر تعجب ہوتا ہے جو مال خرچ کر کے غلام خریدتا ہے لیکن نیکی کے ذریعہ لوگوں (کے دلوں) کو نہیں خریدتا۔[1]

کسی دیہاتی سے پوچھا گیا کہ تمہارا سردار کون ہے؟ اس نے کہا وہ شخص جو ہماری گالیوں کو برداشت کرے ہمارے مانگنے والوں کو عطا کرے اور ہمارے جاہلوں سے درگزر کرے۔[2]

حضرت علی بن حسین (امام زین العابدین) رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں جو شخص مانگنے والوں کو دیتا ہے وہ سخی نہیں ہے بلکہ سخی وہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی اِطاعت کرنے والوں کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے حقوق کو خود بخود پورا کرتا ہے۔ اور شکریہ کی لالچ نہیں رکھتا کیونکہ وہ مکمل ثواب کے حصول کا یقین رکھتا ہے۔[3]

اسی طرح ایک اور حدیث میں راہِ خدا عزوجل میں خرچ کرنے کی تلقین کی گئی ہے:

---

[1] (إحیاء علوم الدین، کتاب ذم البخل وذم حب المال، بیان فضیلة السخاء، الآثار، ج۳، ص ۳۳۰)

[2] (إحیاء علوم الدین، کتاب ذم البخل وذم حب المال، بیان فضیلة السخاء، الآثار، ج۳، ص ۳۳۰)

[3] (إحیاء علوم الدین، کتاب ذم البخل وذم حب المال، بیان فضیلة السخاء، الآثار، ج۳، ص ۳۳۰)

عَنْ أُمِّ بُجَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ الْمِسْكِيْنَ لَيَقُوْمُ عَلٰى بَابِيْ فَمَا أَجِدُ لَهُ شَيْئاً أُعْطِيْهِ إِيَّاهُ، فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنْ لَّمْ تَجِدِيْ شَيْئاً تُعْطِيْنَهُ إِيَّاهُ إِلَّا ظِلْفاً مُحْرَقاً فَادْفَعِيْهِ إِلَيْهِ فِيْ يَدِهِ"۔[1]

حضرت ام بجید رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں، میں نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم میرے دروازے پر کوئی مسکین آتا ہے اور میں اسے دینے کے لیے کوئی چیز نہیں پاتی تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، اگر تمہارے پاس اُسے دینے کے لئے جلے ہوئے کُھر کے سوا کچھ نہ ہو تو وہی اسے دیدو۔

یعنی کوشش ہونی چاہئے کہ خالی ہاتھ نہ لوٹے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت احنف بن قیس رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ایک شخص کو دیکھا جس کے ہاتھ میں درہم تھا انہوں نے پوچھا یہ درہم کس کا ہے؟ اس نے کہا میرا ہے انہوں نے فرمایا اس وقت ہوگا جب تیرے ہاتھ سے نکل جائے گا اسی مفہوم میں کہا گیا ہے۔

أَنْتَ لِلْمَالِ إِذَا أَمْسَكْتَهُ

فَإِذَا أَنْفَقْتَهُ فَالْمَالُ لَکَ

مدینہ

[1] (المؤطا للإمام مالک، کتاب صفة النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، باب ما جاء في المسكين، الحديث:[۱۷۱۴]۔۸ ج ۱، ص ۵۱۵)
(سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب حق السائل، الحديث: ۱۶۶۷، ج ۲، ص ۲۱۰)
(سنن الترمذي، كتاب الزكاة، باب ما جاء في حق السائل، الحديث: ۶۶۵، ج ۱، ص ۴۷۸۔۴۷۹)
(سنن النسائي، كتاب الزكاة، باب رد السائل، الحديث: ۲۵۶۴، الجزء ۵، ج ۳، ص ۸۶)

یعنی، جب تک تو مال کو روک کر رکھے تو تُو مال کا ہے اور جب تو اسے خرچ کردے تو مال تیرا ہے۔[1]

اللہ والے اس کی راہ میں خرچ کرنے کو ہی پسند کرتے ہیں اسی لئے خرچ کرنے کے بعد بھی دیا ہوا کم لگتا ہے، چنانچہ:

عبدالملک بن مروان نے حضرت اسماء بن خارجہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے کہا کہ مجھے آپ کی چند اچھی عادات کی خبر پہنچی ہے مجھ سے بیان کیجئے انہوں نے فرمایا کہ میرے بجائے کسی دوسرے آدمی سے سنتے تو زیادہ بہتر ہوتا عبدالملک نے کہا میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ ہی مجھے سنائیں۔

انہوں نے فرمایا اے امیر المومنین! میں نے اپنے ہمنشیں کے سامنے کبھی پاؤں نہیں پھیلائے اور جب بھی لوگوں کے لئے کھانا پکایا اور ان کو دعوت دی تو میں نے احسان کے بجائے اپنے اوپر ان کا احسان سمجھا اور جب کبھی کسی شخص نے مجھ سے سوال کیا تو میں نے جو کچھ اسے دیا اسے زیادہ خیال نہیں کیا۔[2]

ایک روایت میں ہے کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ جب مصر میں مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو فرمایا فلاں آدمی سے کہنا کہ وہ مجھے غسل دے جب آپ کا انتقال ہوا اور اس شخص کو آپ کی وفات کا علم ہوا تو وہ حاضر ہوا اور کہنے لگا ان کے اخراجات کا رجسٹر لاؤ جب رجسٹر لایا گیا تو اس نے اس میں دیکھا کہ حضرت امام شافعی

---

[1] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، بيان فضيلة السخاء، الآثار، ج٣، ص٣٣٠)

[2] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، بيان فضيلة السخاء، الآثار، ج٣ ص٣٣٤۔٣٣٥)

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر ستر ہزار درہم قرض ہیں اس نے وہ اپنے نام پر کرکے ادا کردیئے اور فرمایا کہ میرا ان کو غسل دینا یہی تھا اور ان کی مراد بھی یہی تھی (کہ میں قرض کی میل کچیل سے ان کو پاک کردوں)۔[1]

اور حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَوْ كَانَ لِيْ مِثْلُ أُحُدٍ ذَهَباً، لَسَرَّنِيْ أَنْ لَّا يَمُرَّ عَلَيَّ ثَلَاثُ لَيَالٍ وَعِنْدِيْ مِنْهُ شَيْءٌ، إِلَّا شَيْءٌ أُرْصِدُهُ لِدَيْنٍ".[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر میرے پاس اُحُد پہاڑ برابر بھی سونا ہوتو یہ بات مجھے پسند نہیں کہ اس پر تین راتیں گزر جائیں اور کچھ بھی اس میں سے میرے پاس رہے سوائے اس کے کہ جو میں قرض ادا کرنے کے لیے رکھ چھوڑوں۔

''حدیث کا مطلب بالکل ظاہر ہے، یہ گفتگو ظاہر کے لحاظ سے ہے، ورنہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر چاہتے تو آپ کے ساتھ سونے کے پہاڑ چلا کرتے، جیسا کہ دوسری حدیث میں صراحۃً مذکور ہے اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ مقروض نفلی صدقہ نہ دے بلکہ پہلے قرض ادا کرے، نیز اتنی عظیم الشان سخاوت وہ کرسکتا ہے جس کے بال بچّے بھی صابر شاکر ہوں ورنہ انہیں بھُوکا مار کر نفلی خیرات نہ کرو حضرت صدیق اکبر رضی

مدینہ

[1] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، بيان فضيلة السخاء الآثار، ج٣، ص٣٣٥)

[2] (صحيح البخاري، كتاب في الاستقراض... الخ، باب أداء الديون، الحديث: ٢٣٨٩، ج٢، ص٩٥)

(صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب تغليظ عقوبة من لا يؤدي الزكاة، الحديث: ٣١-(٩٩١)، ص٣٥٧)

(سنن ابن ماجة، كتاب الزهد، باب في المكثرين، الحديث: ٤١٣٢، ج٤، ص٤٨٠)

اللہ تعالٰی عنہ نے سب کچھ خیرات کر دیا اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے گھر والے بھی صابرین کے سردار تھے لہٰذا یہ حدیث کے خلاف نہیں کہ تم پر تمہاری بیوی کا حق بھی ہے اور تمہارے بچوں کا بھی، کیونکہ وہاں ہم جیسوں کے لئے قانون کا ذکر ہے اور یہاں ان حضور داتا کے خصوصی کرم کا''۔[1]

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں موجود چیز کو پوری محنت اور محبت کے ساتھ خرچ کرنا جُود وسخاوت کی انتہا ہے۔ کسی دانا سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سے کون شخص آپ کے نزدیک پسندیدہ ہے؟ انہوں نے فرمایا جس نے مجھے زیادہ دیا ہو۔ پوچھا گیا اگر ایسا نہ ہو تو؟ فرمایا جس کو میں نے زیادہ دیا ہو۔[2]

خلیفہ مہدی نے شبیب بن شبہ سے پوچھا کہ آپ نے میرے گھر میں لوگوں کو کیسا پایا؟ انہوں نے جواب دیا امیر المؤمنین لوگ وہاں امید لے کر جاتے ہیں اور راضی ہو کر واپس آتے ہیں ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن جعفر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے سامنے یہ دو شعر پڑھے۔

إِنَّ الصَّنِيْعَةَ لَا يَكُوْنُ صَنِيْعَةً ۔۔۔ حَتّٰى يُصَابَ بِهَا طَرِيْقُ الْمَصْنَعِ

فَإِذَا اصْطَنَعْتَ صَنِيْعَةً فَاعْمِدْ بِهَا ۔۔۔ لِلّٰهِ أَوْ لِذَوِي الْقَرَابَةِ أَوْدَعِ

احسان تو اس وقت احسان ہوتا ہے جب وہ موقع محل کے مطابق ہو تو جب تم کوئی احسان کرنے لگو تو اللہ تعالٰی کی راہ میں دو یا قرابت داروں کو دو یا چھوڑ دو۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا یہ دو شعر تو لوگوں کو بخیل

---

[1] (مرآۃ المناجیح، ج۳، ص۶۹)

[2] (إحیاء علوم الدین، کتاب ذم البخل وذم حب المال، بیان فضیلۃ السخاء الآثار، ج۳، ص۳۳۰)

بنادیں گے لیکن میں تو موسلا دھار بارش کی طرح نیکی کروں گا اگر وہ اچھے لوگوں تک پہنچ گئی تو وہ اس کے مستحق ہیں اور اگر برے لوگوں تک پہنچی تو میں اس کا اہل ہوں۔[1]

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "بَيْنَا رَجُلٌ بِفَلَاةٍ مِنَ الْأَرْضِ فَسَمِعَ صَوْتاً فِي سَحَابَةٍ، اسْقِ حَدِيْقَةَ فُلَانٍ، فَتَنَحّٰى ذٰلِكَ السَّحَابُ فَأَفْرَغَ مَاءَهُ فِي حَرَّةٍ، فَإِذَا شَرْجَةٌ مِنْ تِلْكَ الشِّرَاجِ قَدِ اسْتَوْعَبَتْ ذٰلِكَ الْمَاءَ كُلَّهُ، فَتَتَبَّعَ الْمَاءَ فَإِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِي حَدِيْقَتِهِ، يُحَوِّلُ الْمَاءَ بِمِسْحَاتِهِ، فَقَالَ لَهُ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ مَا اسْمُكَ؟ فَقَالَ: فُلَانٌ؛ الِاسْمُ الَّذِي سَمِعَ فِي السَّحَابَةِ، فَقَالَ لَهُ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ! لِمَ تَسْأَلُنِي عَنِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک شخص کسی زمین کے جنگل میں تھا اُس نے بادل میں آواز سنی کہ فلاں کے باغ کو سیراب کر یہ بادل ایک طرف گیا اور پتھریلی زمین پر پانی برسایا تو نالیوں میں سے ایک نالی نے یہ سارا پانی جمع کرلیا تب یہ شخص اس پانی کے پیچھے چل دیا دیکھا کہ ایک شخص اپنے باغ میں کھڑا ہوا بیلچے سے پانی باغ میں پھیر رہا ہے اُس سے پوچھا کہ اے اللہ کے بندے تیرا نام کیا ہے؟ وہ بولا فلاں یعنی وہی نام جو اس نے بادل میں سُنا تھا اُس نے پوچھا اے اللہ کے بندے تو میرا نام کیوں پوچھتا ہے تو یہ

مدینہ

[1] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، بيان فضيلة السخاء، الآثار، ج٣، ص ٣٣٠ـ ٣٣١)

اسْمِيْ؟ فَقَالَ: إِنِّيْ سَمِعْتُ صَوْتاً فِي السَّحَابِ الَّذِيْ هٰذَا مَاؤُهُ، وَيَقُوْلُ: اسْقِ حَدِيْقَةَ فُلَانٍ لِاسْمِكَ، فَمَا تَصْنَعُ فِيْهَا؟ قَالَ: أَمَّا إِذْ قُلْتَ هٰذَا؛ فَإِنِّيْ أَنْظُرُ إِلٰى مَا يَخْرُجُ مِنْهَا فَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهِ وَآكُلُ أَنَا وَعِيَالِيْ ثُلُثاً، وَأَرُدُّ فِيْهَا ثُلُثَهُ".[1]

بولا کہ میں نے اُس بادل میں جس کا یہ پانی ہے، ایک آواز سُنی تھی کہ کوئی تیرا نام لے کر کہہ رہا تھا کہ فلاں کے باغ کو سیراب کرو، تو تُو اس میں کیا نیکی کرتا ہے وہ بولا کہ جب تو پوچھتا ہے تو بتاتا ہوں کہ میں اس باغ کی پیداوار میں غور کرتا ہوں تہائی تو خیرات کر دیتا ہوں اور تہائی میں اور میرے بال بچے کھاتے ہیں اور تہائی اس میں دوبارہ خرچ کر دیتا ہوں۔

"سبحان اللہ اس نیک بندے کی کیسی عزّت افزائی کی گئی کہ پانی ایک پتھریلے علاقہ پر برسایا گیا، پھر اُسے ایک نالی میں جمع کیا گیا، اُس نالی کے ذریعہ اس کے باغ میں پانی پہنچایا گیا خود بادل اس باغ پر نہ برسایا گیا، جیسے کہ وہ گنہگار جو ایک بستی میں کسی عالم کے پاس توبہ کرنے جا رہا تھا رستہ میں مرگیا رب تعالیٰ نے حکم دیا کہ یہ جس بستی سے قریب ہوا اسی کے احکام اس پر جاری کئے جائیں، ناپا گیا تو بالکل بیچ میں تھا۔ تو گناہ کی بستی پیچھے ہٹائی گئی اور توبہ کی بستی آگے بڑھائی گئی، خود اس کی لاش کو حرکت نہ دی گئی اس کے احترام کی وجہ سے، اس نالہ کے کنارے والے کھیتوں کو بھی اس کے طفیل پانی مل گیا ہوگا"۔[2]

مدینہ

[1] (مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب الإنفاق وكراهية الإمساك، الفصل الثالث، الحديث: ١٨٧٧، ج ١، ص ٣٥٦)

[2] (مرآة المناجيح، ج ٣، ص ٨٠)

حضرت واقد بن محمد واقدی فرماتے ہیں مجھ سے میرے والد نے بیان کیا کہ انہوں نے خلیفہ مامون کو ایک رقعہ لکھا جس میں لکھا کہ مجھ پر بہت زیادہ قرض ہے اوراب مجھ سے صبر نہیں ہوسکتا مامون نے رقعہ کی پشت پرلکھا کہ تم ایسے آدمی ہو جس میں دو خصلتیں یعنی سخاوت اور حیا جمع ہیں۔ سخاوت نے تمہارے ہاتھ میں کچھ نہیں چھوڑا اور حیا کی وجہ سے تم نے اپنی حالت ہم سے بیان نہیں کی لہٰذا میں تمہارے لئے ایک لاکھ درہم کا حکم دیتا ہوں اگر میری یہ کارروائی ٹھیک اور مناسب ہے تو خوب ہاتھ پھیلاؤ (سخاوت کرو) اور اگر ٹھیک نہ ہو تو تمہارا اپنا قصور ہے تم ہارون الرشید کے زمانے میں قاضی تھے تو تم نے مجھے ایک حدیث سنائی تھی کہ حضرت محمد بن اسحٰق نے حضرت زہری سے انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا،

اے زبیر! جان لو بے شک بندوں کے رزق کی چابیاں عرش کے بالمقابل ہیں اللہ تعالیٰ ہر بندے کے خرچ کے مطابق اس کی طرف بھیجتا ہے جو زیادہ خرچ کرتا ہے اسے زیادہ دیتا ہے اور جو کم خرچ کرتا ہے اس کی طرف کم بھیجتا ہے۔

اور آپ جانتے ہیں، واقدی نے فرمایا اللہ کی قسم مامون کا مجھ سے حدیث کے بارے میں ذکر کرنا اس انعام سے جو ایک لاکھ درہم پر مشتمل ہے، زیادہ پسندیدہ ہے۔[1]

سخاوت جنت کا درخت ہے، چنانچہ:

مدینہ

[1] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، بيان فضيلة السخاء، حكايات الأسخياء، ج٣،ص ٣٣١-٣٣٢)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلسَّخَاءُ شَجَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ، فَمَنْ كَانَ سَخِيّاً أَخَذَ بِغُصْنٍ مِّنْهَا فَلَمْ يَتْرُكْهُ الْغُصْنُ حَتّٰى يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ. وَالشُّحُّ شَجَرَةٌ فِي النَّارِ، فَمَنْ كَانَ شَحِيحاً أَخَذَ بِغُصْنٍ مِّنْهَا، فَلَمْ يَتْرُكْهُ الْغُصْنُ حَتّٰى يُدْخِلَهُ النَّارَ".[1]	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے،فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، سخاوت جنت میں ایک درخت ہے جوسخی ہوااس نے اس درخت کی شاخ پکڑلی وہ شاخ اُسے نہ چھوڑے گی حتی کہ اُسے جنت میں داخل کردے گی اوربخل آگ میں درخت ہے جو بخیل ہوا اُس نے اسکی شاخ پکڑی وہ اُسے نہ چھوڑے گی حتی کہ آگ میں داخل کرے گی

''یعنی سخاوت کی جڑ جنت میں ہےاوراس کی شاخیں دنیامیں، چونکہ سخاوت کی قسمیں بہت ہیں اسلئے فرمایا گیا کہ اس درخت کی دنیامیں شاخیں بہت پھیلی ہوئی ہیں، جیسے قرآن کریم فرماتاہے کہ کلمہ طیبہ کی جڑ مسلمان کے قلب میں ہےاور شاخیں آسمان میں ہمیشہ اپنے پھل دیتاہےاس آیت میں بھی تمثیل ہےاس حدیث میں بھی''۔

''شریعت میں سخاوت کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان فرض صدقے ادا کرے، اورطریقت میں ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ صرف فرض پر قناعت نہ کرے نوافل صدقے بھی دے، حقیقت ومعرفت والوں کے ہاں اس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اپنی ضروریات پر دوسروں کی ضروریات کوترجیح دے ان میں سے ہر درجہ کے صدقہ کے نتیجے مختلف

مدینہ

[1] (شعب الإیمان،باب في الجود والسخاء،الحدیث: ۱۰۸۷۷،ج۷،ص۴۳۵)
(مشکاۃ المصابیح،کتاب الزکاۃ، باب الإنفاق وکراهیة الإمساک، الفصل الثالث،الحدیث: ۱۸۸۶،ج ۱،ص۳۵۸)

ہیں''۔[1]

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا کہ سخاوت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، سخاوت یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنا مال خرچ کرے۔[2]

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں عقل سے زیادہ مددگار کوئی مال نہیں جہالت سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں مشورہ سے بڑھ کر کوئی پشت پناہ نہیں سنو! اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں جواد و کریم ہوں کسی بخیل کے لیے مجھ سے راہ فرار نہیں اور بخل کفر (ناشکری) سے ہے اور کفار (نافرمان) جہنم میں جائیں گے جب کہ جُود و کرم ایمان کا حصہ ہے اور اہلِ ایمان جنت میں جائیں گے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں بہت سے دین میں نافرمانی کرنے والے جو اپنی معیشت میں تنگی کا شکار ہوتے ہیں لیکن وہ سخاوت کی وجہ سے جنت میں جائیں گے۔[3]

حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا کہ سخاوت کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا (مسلمان) بھائیوں سے نیکی کا سلوک کرنا اور مال عطا کرنا سخاوت ہے فرمایا میرے والد ماجد کو وراثت میں پچاس ہزار درہم ملے تو انہوں نے تھیلیاں بھر بھر کر اپنے بھائیوں کو تقسیم کر دیں اور فرمایا کہ میں نماز میں اللہ تعالیٰ سے اپنے بھائیوں کے لئے جنت کا سوال کیا کرتا تھا تو مال میں ان سے بخل کیوں کروں؟[4]

---

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج٣، ص ٩١)

[2] (إحیاء علوم الدین، کتاب ذم البخل وذم حب المال، بیان فضیلۃ السخاء الآثار، ج٣، ص ٣٣٠)

[3] (إحیاء علوم الدین، کتاب ذم البخل وذم حب المال، بیان فضیلۃ السخاء الآثار، ج٣، ص ٣٣٠)

[4] (إحیاء علوم الدین، کتاب ذم البخل وذم حب المال، بیان فضیلۃ السخاء، الآثار، ج٣، ص ٣٣٠)

پوشیدہ صدقات اور اس کے فضائل

اللہ تبارک وتعالیٰ خُفیہ خیرات کرنے والوں کی یوں تعریف بیان فرماتا ہے:

اِنۡ تُبۡدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا ہِیَ ۚ وَ اِنۡ تُخۡفُوۡہَا وَ تُؤۡتُوۡہَا الۡفُقَرَآءَ فَہُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ ؕ وَ یُکَفِّرُ عَنۡکُمۡ مِّنۡ سَیِّاٰتِکُمۡ ؕ الآیۃ (البقرۃ:۲/۲۷۱)

ترجمہ کنز الایمان: اگر خیرات علانیہ دو تو وہ کیا ہی اچھی بات ہے اور اگر چھپا کر فقیروں کو دو یہ تمہارے لئے سب سے بہتر ہے اور اس میں تمہارے کچھ گناہ گھٹیں گے۔

''صدقہ خواہ فرض ہو یا نفل جب اخلاص سے اللہ کے لئے دیا جائے اور ریا سے پاک ہو تو خواہ ظاہر کر کے دیں یا چھپا کر دونوں بہتر ہیں، **مسئلہ:** لیکن صدقہ فرض کا ظاہر کر کے دینا افضل ہے اور نفل کا چھپا کر۔ **مسئلہ:** اور اگر نفل صدقہ دینے والا دوسروں کو خیرات کی ترغیب دینے کے لئے ظاہر کر کے دے تو یہ اظہار بھی افضل ہے (مدارک)''۔[1]

امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علانیہ طور پر صدقہ دینے کے بارے میں فرماتے ہیں، ظاہری طور پر دینا اس جگہ مناسب ہے جہاں حال کا تقاضا یہی ہو کہ علانیہ دیا جائے اور اس کی حکمت یا تو دوسرے لوگوں کو ترغیب دلانا ہوگی یا اس لئے ظاہر کیا جائے گا کہ مانگنے والے نے لوگوں کے ہجوم میں مانگا۔ لہٰذا ایسے وقت علانیہ دینے کی وجہ سے جس ریا کے پیدا ہونے کا خوف متوقع ہے، اس کے باعث صدقہ

مدینہ

[1] (خزائن العرفان)

دینے سے اجتناب مناسب نہیں بلکہ صدقہ دے اور جس قدر ممکن ہو خود کو ریا کاری سے بچائے اور یہ اس لئے ہے کہ علانیہ دینے میں احسان جتانے اور ریا کاری کے علاوہ ایک اور تیسری بات بھی ممنوع ہے اور وہ فقیر کا پردہ کھولنا ہے کیونکہ بسا اوقات محتاجی کی صورت میں نظر آنا اس کے لئے تکلیف کا موجب ہوتا ہے البتہ جو سوال کرتا ہے تو اس نے تو اپنا پردہ خود ہی کھول دیا، لیکن علانیہ دینے میں یہ تیسری خرابی ممنوع نہ رہے گی جیسا کہ ایک شخص کے پوشیدہ گناہ کو ظاہر کرنا ممنوع ہے اور اس کے تجسس میں لگنا اور اس کے تذکرہ کو معمول بنالینا بھی ممنوع ہے۔ مگر جو آدمی (خود) علانیہ فسق کرتا ہے تو اس پر حد قائم کرنا ظاہر کرنا ہی ہے لیکن اس کا سبب وہ خود ہے اسی کی مثل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جو آدمی حیا کا لبادہ پھینک دے اس کی غیبت، غیبت نہیں۔[1]

ایک اور مقام پر امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، جہاں تک اذیت پہنچانے کا تعلق ہے تو اس کی ظاہری صورتیں یہ ہیں: سائل کو جھڑکنا، اسے عار دلانا، سخت کلامی، تُرش روئی سے پیش آنا، صدقے کو جتا کر سائل کی عزت پامال کرنا، اسی طرح دیگر وہ ذرائع اختیار کرنا جس کے سبب لوگوں میں اس سائل کا وقار مجروح ہو۔

اور باطنی اذیت کا منبع دو باتیں ہیں، ایک یہ کہ مال کا اپنے ہاتھ سے نکل جانا اس پر شدید ناگوار گزرتا ہے اور لامحالہ یہ بات مخلوق کے لیے تنگی کا سبب ہے۔

دوسری یہ کہ وہ اپنے آپ کو سائل سے بہتر خیال کرتا ہے اور اس کی محتاجی کی وجہ سے اسے خود سے کم تر سمجھتا ہے۔ یہ دونوں باتیں جہالت پر مبنی ہیں کیونکہ صدقہ

مدینہ

[1] (إحياء علوم الدين، كتاب أسرار الزكاة، بيان دقائق الآداب الباطنة في الزكاة، الوظيفة الرابعة، ج ۱، ص ۳۰۳۔۳۰۴)

کا مال فقیر کے حوالے کرنے کو ناپسند کرنا حماقت ہے اس لئے کہ جو ایک ہزار درہم کی چیز پر ایک درہم خرچ کرنے کو پسند نہ کرے تو وہ نرا احمق ہے۔ جبکہ خرچ کرنے والا اپنا مال یا تو اللہ عزوجل کی رضا اور دارِ آخرت میں ثواب پانے کے لئے خرچ کرے گا اور یہ سب سے افضل ہے، یا اپنے نفس کو بخل کی گندگی سے پاکیزہ کرنے یا پھر نعمتوں کے شکرانے کے طور پر خرچ کرے گا تاکہ اس پر نعمتیں زیادہ ہوں۔ ان میں سے کسی بھی نیت کے ساتھ مال خرچ کرنے میں ناپسندیدگی کی کوئی وجہ نہیں۔[1]

قرآن مجید میں ہے:

وَالَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ الآیۃ (النساء:۴/۳۸)

ترجمہ کنزالایمان: اور وہ جو اپنے مال لوگوں کے دکھاوے کو خرچ کرتے ہیں

بخل کے بعد صرفِ بیجا کی بُرائی بیان فرمائی کہ جو لوگ محض نمود و نمائش اور نام آوری کے لئے خرچ کرتے ہیں اور رضائے الٰہی انہیں مقصود نہیں ہوتی جیسے کہ مشرکین و منافقین یہ بھی انہیں کے حکم میں ہیں۔[2]

حضرت سفیان فرماتے ہیں، جو شخص احسان جتائے اس کا صدقہ فاسد ہو جاتا ہے، عرض کی گئی: احسان جتانا کسے کہتے ہیں؟ فرمایا اسکا تذکرہ کرنا اور اسکا بیان کرنا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ احسان جتانا دے کر خدمت لینا بھی ہے اور فقیر کو اسکی محتاجی پر عار دلانا اذیت ناک ہوتا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دیئے ہوئے مال کی وجہ

---

[1] (إحياء علوم الدين، كتاب أسرار الزكاة، بيان دقائق الآداب الباطنة في الزكاة، الوظيفة الخامسة، ج ۱، ص ۳۰۵)

[2] (خزائن العرفان)

سے بڑائی مارے تو یہ بھی احسان جتانا ہے اور مانگنے پر جھڑک دینا اور بے عزتی کرنا اذیت پہنچانا ہے۔[1]

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ بَهْزِبْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ صَدَقَةَ السِّرِّ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ".[2]

حضرت بہز بن حکیم اپنے والد اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے فرماتے ہیں، بے شک مخفی صدقہ رب تعالیٰ کے غضب کو بجھاتا ہے۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ أَبَا ذَرٍّ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الصَّدَقَةُ؟ قَالَ: "أَضْعَافٌ مُّضَاعَفَةٌ، وَعِنْدَ اللّٰهِ الْمَزِيْدُ"، ثُمَّ قَرَأَ: "﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً﴾[البقرة:۲/۲۴۵]

حضرت ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، ابوذر نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم صدقہ کیا ہے؟ فرمایا، وہ چند در چند (دُونا دون) ہے اور اللہ کے ہاں زیادتی علاوہ ہے پھر تلاوت فرمائی، ہے کوئی جو اللہ کو قرضِ حسن دے تو اللہ اُس کے لئے بہت گُنا بڑھا دے (کنزالایمان)

---

[1] (إحياء علوم الدين، كتاب أسرار الزكاة، بيان دقائق الباطنة في الزكاة، الوظيفة الخامسة، ج ١، ص ٣٠٤)

[2] (المعجم الكبير للطبراني، الحديث: ١٠١٨، ج ١٩، ص ٤٢١)
(مجمع الزوائد، باب صدقة السر، ج٣، ص ١١٥)
(تلخيص الجبير، باب صدقة التطوع، الحديث: ١٤٢٨، ج٣، ص ١١٤)

قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: "سِرٌّ إِلٰى فَقِيرٍ أَوْ جُهْدٌ مِّنْ مُقِلٍّ"، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ﴾.[1] [البقرة:۲/ ۲۷۱] الآية.

تو عرض کی گئی یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کونسا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا، چھپا کر فقیر کو دیا جائے یا محنت کی کمائی کا ہو پھر تلاوت فرمائی، اگر خیرات علانیہ دو تو وہ کیا ہی اچھی بات ہے (کنز الایمان)۔

چند در چند، "اس جملے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ صدقہ کی برکتیں دنیا میں تو چند در چند ہیں، اور کل قیامت میں جو زیادتیاں ہونگی وہ ہمارے حساب سے وراء ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ﴾ [البقرة:۲/ ۲۷۶] (ترجمہ: اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو (کنز الایمان)) تجربہ بھی ہے کہ صدقہ سے مال بہت بڑھتا ہے دوسرے یہ کہ قیامت میں صدقہ کا ثواب دس سے سات سو گنا تک ہے، اور جو زیادتیاں رب عطا فرمائے گا، وہ حساب سے زیادہ ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ [البقرة:۲/ ۲۶۱] (ترجمہ: اور اللہ اس سے زیادہ بڑھائے جس کے لئے چاہے (کنز الایمان))"۔[2]

سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سایۂ رحمت میں رکھے گا، چنانچہ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں، میں نے حضور پاک، صاحب لولاک، سیّاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا،

[1] (مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب فضل الصدقة، الحديث: ۱۹۲۸، ج۱، ص۳۶۵)
(مجمع الزوائد، باب أي الصدقة أفضل، ج۳، ص۱۱۵)

[2] (مرآة المناجيح شرح مشكاة المصابيح، ج۳، ص۱۱۶)

يَقُوْلُ: "سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: الإِمَامُ الْعَادِلُ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِيْ عِبَادَةِ اللّٰهِ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ، اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَجَمَالٍ، فَقَالَ: إِنِّيْ أَخَافُ اللّٰهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِياً فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ". [1]

سات اشخاص وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سایۂ رحمت میں رکھے گا جب اس کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا، عادل بادشاہ، وہ جوان جو اللہ کی عبادت میں جوانی گزارے، وہ شخص جس کا دل مسجدوں میں لگا رہے، وہ دو اشخاص جو اللہ کی رضا کے لئے محبت کریں، جمع ہوں تو اسی محبت پر اور جدا ہوں تو اسی پر، اور وہ شخص جسے خاندانی حسین عورت (برائی کے لئے) بلائے وہ (شخص) کہے میں اللہ سے ڈرتا ہوں، اور وہ شخص جو چھپ کر خیرات کرے حتی کہ اس کا بایاں ہاتھ نہ جانے کہ داہنا ہاتھ کیا دے رہا ہے، اور وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے تو اس کی آنکھیں بہیں۔

---

[1] (الموطا للإمام مالک، کتاب الشعر، باب ما جاء في التحاربين في اللّٰه،الحديث: ۱۸۲۲، ص ۵۳۱)
(صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب من جلس في المسجد ينتظر الصلاة وفضل المسجد،الحديث: ۶۶۰ ج ۱، ص ۱۶۰)
(صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل إخفاء الصدقة،الحديث: ۹۱-(۱۰۳۱)، ص ۳۷۰)
(سنن الترمذي، كتاب الزهد، باب ما جاء في الحبّ في اللّٰه،الحديث: ۲۳۹۱، ج ۴، ص ۳۲۸)
=

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں رکھے گا'' کے تحت فرماتے ہیں، ''یعنی اپنی رحمت میں یا عرش اعظم کے سایہ میں تاکہ قیامت کی دھوپ سے محفوظ رہے''۔

عادل بادشاہ سے مراد ہے وہ مومن بادشاہ اور حکّام جو رعایا میں انصاف کرتے ہیں۔ کیونکہ دنیا ان کے سایہ میں رہتی تھی لہٰذا یہ قیامت میں رب تعالیٰ کے سایۂ رحمت میں رہے گا۔ یہ ان تمام سے افضل ہے اس لئے اس کا ذکر سب سے پہلے ہوا۔ عادل حکّام بھی اس بشارت میں داخل ہیں''۔

''جو اللہ کی عبادت میں جوانی گزارے'' کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، ''یعنی جوانی میں گناہوں سے بچے اور رب کو یاد رکھے چونکہ جوانی میں اعضاء قوی اور نفس گناہوں کی طرف مائل ہوتا ہے اس لئے اس زمانہ کی عبادت بڑھاپے کی عبادت سے افضل ہے،

؎ درجوانی توبہ کردن سنت پیغمبری است ٭ وقت پیری گرگ ظالم میشود پرہیز گار''

(یعنی جوانی میں اللہ کی بارگاہ میں رجوع کرنا پیغمبروں کا طریقہ ہے اور بڑھاپے کے وقت تو ظالم بھیڑیا بھی پرہیز گار بن جاتا ہے)۔

مدینہ

= (سنن النسائي، كتاب آداب القُضاةِ، باب الإمام العادل، الحديث: ۵۳۸۰، ج۴، الجزء الثامن، ص۲۱۳)

(مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة، الحديث: ۷۰۱، ج۱، ص۱۴۸)

(تاريخ مدينة الدمشق لابن عساكر، ج۵، ص۲۱۵)

(تلخيص الحبير للإمام العسقلاني، باب صدقة التطوع، الحديث: ۱۴۲۸، ج۳، ص۱۱۴-۱۱۵)

''صوفیاء کہتے ہیں کہ مومن مسجد میں ایسے ہوتا ہے جیسے مچھلی پانی میں اور منافق ایسا جیسے چڑیا پنجرے میں اسی لئے نماز کے بعد بلاوجہ فوراً مسجد سے بھاگ جانا اچھا نہیں خدا توفیق دے تو مسجد میں پہلے آؤ اور بعد میں جاؤ۔ اور جب باہر آؤ تو کان اذان کی طرف لگے رہیں کہ کب اذان ہو اور مسجد کو جائیں''۔

اللہ کے لئے محبت کرنے سے مراد ''کہ جس کی محبت سے رب راضی ہو اس سے محبت کریں اور جس کی نفرت سے رب راضی ہو اس سے نفرت کریں بے دین اور بدعمل اولاد سے نفرت، متقی اجنبی سے محبت عبادت ہے،

؎ ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد ❁ فدائے یک تن بیگانہ کآشنا باشد

(ہزاروں اپنے، خدا سے بیگانے ہیں اور اس ایک بیگانے پر فِدا جو خدا سے آشنا ہو)۔

یونہی گہرے دوست کی بدعقیدگی پر واقف ہو کر اس سے الگ ہو جانا اور جانی دشمن کے تقویٰ پر خبردار ہو کر اس کا دوست بن جانا بہترین عمل ہے''۔

''خوفِ خدا یا عشقِ جنابِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں روئے، تنہائی کی قید اس لئے لگائی کہ سب کے سامنے رونے میں ریاء کا اندیشہ ہے''۔

خاندانی عورت بلائے، ''یعنی خود ایسی عورت اس سے بدفعلی کی خواہش کرے اور یہ اس نازک موقعہ پر محض خوفِ خدا سے بچ جائے یہ بہت مشکل ہے۔ اسی لئے رب تعالٰی نے یوسف علیہ السلام کے اس فعل شریف کی تعریف قرآن میں فرمائی۔ اللہ (ایسا تقویٰ) نصیب کرے، خیال رہے کہ ایسے نازک موقعہ پر عورت سے یہ کہہ دینا

ریاءنہیں تبلیغ ہے یعنی میں رب تعالیٰ سے ڈرتا ہوں تو بھی ڈر"۔

دائیں ہاتھ سے دے اور بائیں کو خبر نہ ہو سے، "یہاں صدقہ نفلی مراد ہے صدقۂ فرض اور چندے کے موقعہ پر صدقۂ نفل علانیہ دینا مستحب ہے لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں: ﴿ اِنۡ تُبۡدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ ﴾ "[1] [البقرۃ:۲/۲۷۱]

ترجمہ: اگر خیرات علانیہ دو تو کیا ہی اچھی بات ہے (کنزالایمان))۔

امام محمد بن عبدالباقی زرقانی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اللہ کے سائے سے مراد یہ ہے کہ وہ سایہ اللہ کی ملکیت میں ہے کیونکہ ہر سایہ (چاہے کسی بھی چیز کا ہو) اللہ ہی کی مِلک ہے یہی قاضی عیاض (صاحبِ شفاءشریف) کا بھی قول ہے یا اس سایہ کی اللہ تعالیٰ کی جانب اضافت کا مقصد اس سایہ کی بلندیٔ شان کا اظہار ہے جیسا کہ کعبہ کو بیت اللہ (اللہ کا گھر) کہا جاتا ہے حالانکہ تمام مساجد اللہ ہی کی ملکیت ہیں اور یہ بھی کہا گیا کہ سایہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے فلاں، بادشاہ کے زیرِ سایہ ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سایہ سے مُنَزَّہ ہے کیونکہ سایہ تو جسم کا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ جسمانیت سے پاک ہے۔

اور دائیں ہاتھ سے دے کہ بائیں کو خبر نہ ہو کی شرح میں علامہ زرقانی فرماتے ہیں، یعنی لوگوں سے چھپائے اور اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم فرض اور نفل دونوں صدقات کو شامل ہے لیکن امام نووی نے علماء سے نقل کیا کہ فرض صدقہ کو ظاہر کر کے دینا بہتر ہے۔[2] ملخصاً

---

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج ۱، ص ۴۳۵۔۴۳۶)

[2] (شرح الزرقاني علی المؤطا للإمام مالک، تحت الحدیث المذکور، ج ۴، ص ۴۰۰۔۴۰۱)

تین شخصوں کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے اور تین کو مبغوض، چنانچہ:

عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "ثَلَاثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللّٰهُ، وَثَلَاثَةٌ يُبْغِضُهُمُ اللّٰهُ، فَأَمَّا الَّذِيْنَ يُحِبُّهُمُ اللّٰهُ: فَرَجُلٌ أَتٰى قَوْماً فَسَأَلَهُمْ بِاللّٰهِ، وَلَمْ يَسْأَلُهُمْ بِقَرَابَةٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمْ فَمَنَعُوْهُ فَتَخَلَّفَ رَجُلٌ بِأَعْقَابِهِمْ فَأَعْطَاهُ سِرّاً لَا يَعْلَمُ بِعَطِيَّتِهِ إِلَّا اللّٰهُ وَالَّذِيْ أَعْطَاهُ.[1] (الحدیث)

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، کہ سید المبلغین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تین شخصوں کو اللہ عزوجل محبوب رکھتا ہے اور تین شخصوں کو مبغوض۔ جن کو اللہ عزوجل محبوب رکھتا ہے، ان میں ایک یہ ہے کہ ایک شخص کسی قوم کے پاس آیا اور اُن سے اللہ عزوجل کے نام پر سوال کیا، اس قرابت کے واسطے سے سوال نہ کیا، جو سائل اور قوم کے درمیان ہے، انھوں نے نہ دیا، اُن میں سے ایک شخص چلا گیا اور سائل کو چھپا کر دیا کہ اس کو اللہ عزوجل جانتا ہے اور وہ شخص جس کو دیا اور کسی نے نہ جانا۔

صدقہ کو چھپانا بہتر ہے یا ظاہر کرنا؟ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

اس معاملہ میں اخلاص کے شیدائیوں کا طریقہ اور ہے ایک قوم کے نزدیک چھپانا افضل ہے جبکہ دوسری اظہار کو بہتر جانتی ہے ہم ان دونوں کے معانی اور آفات کے رموز کی جانب راہنمائی کرتے ہیں پھر حقیقت سے پردہ بھی اُٹھائیں گے:

جہاں تک پوشیدگی کی بات ہے تو اس میں پانچ معانی ہیں:

---

[1] (الترغیب والترهیب، کتاب الصدقات، الترغیب في صدقة السر، الحدیث:۷، ج۲، ص۱۷)

﴿۱﴾ اس طرح لینے والے کا پردہ رہ جاتا ہے کیونکہ ظاہری طور پر لینے سے اس کی عزت ووقار کا پردہ اٹھ جاتا ہے، حاجت سامنے آجاتی ہے اور اس عفت کی صورت سے خارج ہوجاتا ہے جو پسندیدہ ہے اور اس سے متصف شخص کو بے خبر مالدار سمجھتے ہیں کیونکہ وہ مانگنے سے پرہیز کرتا ہے۔

﴿۲﴾ چھپا کر دینے سے فقیر، لوگوں کے دلوں (کے گمان) اور زبانوں (کے چرچے) سے محفوظ رہ جاتا ہے کیونکہ وہ بسا اوقات یا تو اس سے حسد کر بیٹھتے ہیں یا اس کے لینے پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں اور ان کا گمان یہ ہوتا ہے کہ وہ بے نیاز ہوتے ہوئے لے رہا ہے یا اس کی نسبت زیادہ لینے کی طرف کرتے ہیں حالانکہ حسد، بدگمانی اور غیبت گناہ کبیرہ ہیں اور ان لوگوں کو ان برائیوں سے بچائے رکھنا ہی بہتر ہے۔ حضرت ایوب سختیانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، میں نئے کپڑے نہیں پہنتا کہ کہیں میرا ہمسایہ مجھ سے حسد نہ کرے۔ایک زاہد نے فرمایا کہ میں نے بسا اوقات اپنے بھائیوں کے (تنقید کرنے کے) خوف سے کسی چیز کے استعمال کو چھوڑ دیا کہ کہیں وہ یہ نہ کہہ بیٹھیں کہ یہ اس کے پاس کہاں سے آئی؟ حضرت ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کے جسم پر ایک نئی قمیص نظر آئی تو ان کے ایک بھائی نے پوچھا یہ آپ کے پاس کہاں سے آئی ہے؟ انہوں نے فرمایا مجھے یہ حضرت خیثمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پہنائی ہے اور اگر مجھے معلوم ہوتا کہ ان کے گھر والے اس کے متعلق جان جائیں گے تو کبھی اسے قبول نہ کرتا۔

﴿۳﴾ چھپا کر صدقہ دینا، دینے والے کے عمل کو راز رکھنے میں معاون ثابت ہوتا ہے کیونکہ ظاہر کر کے دینے کے مقابلہ میں چھپا کر دینا افضل ہے اور نیکی کی تکمیل میں

معاونت بھی نیکی ہے اور چھپانا دونوں (لینے والے اور دینے والے) کے ذریعہ ہی ممکن ہوگا کہ جب بھی ظاہر کیا جائے گا تو دینے والے کا راز کھل جائے گا۔

ایک شخص نے کھلے عام کسی عالم کو کوئی چیز دی تو انہوں نے اسے واپس کر دیا پھر کسی نے پوشیدہ طور پر دی تو انہوں نے قبول کر لی ان سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ دوسرے نے اپنا صدقہ چھپا کر دینے میں ادب سے کام لیا تو میں نے قبول کیا جبکہ پہلے نے اپنے عمل میں بے ادبی کی لہٰذا میں نے اس کا عطیہ لوٹا دیا۔

کسی شخص نے ایک صوفی بزرگ کو مجلس میں کوئی چیز دی تو انہوں نے واپس کر دی اس نے کہا آپ نے اللہ عزوجل کا عطیہ کیوں واپس کر دیا؟ تو انہوں نے جواب دیا تو نے خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر خرچ کی جانے والی چیز میں اس کے غیر کو شریک کیا اور اللہ عزوجل پر قناعت نہ کی تو میں نے تیرا شرک (یعنی لوگوں پر اظہار کر کے نہ کہ معاذ اللہ عبادت میں شرک) واپس کر دیا۔

ایک عارف باللہ بزرگ نے پوشیدگی میں وہی چیز قبول کر لی جو علانیہ دیئے جانے پر لوٹا دی تھی۔ اس پر ان سے پوچھا گیا تو جواباً فرمایا تم علانیہ دے کر اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہوئے تو میں اس معصیت پر تمہارا معاون نہ ہوا مگر جب خفیہ طور پر دے کر تم اللہ تعالیٰ کے مطیع ہوئے تو میں نے تمہاری اس بھلائی میں مدد کی۔

حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں اگر مجھے یقین ہو جاتا کہ وہ لوگ اپنے صدقہ کا تذکرہ نہیں کریں گے اور نہ کسی سے چرچا کریں گے تو میں ان کا صدقہ ضرور قبول کرتا۔

﴿۴﴾ (چھپا کر دینا اس لئے بھی بہتر ہے) کیونکہ ظاہری طور پر لینے میں ذلّت اور توہین

ہے اور مومن اپنے نفس کو ذلیل نہیں کرتا ایک عالم پوشیدہ طور پر لے لیتے تھے جبکہ ظاہر کر کے دیا جاتا تو نہ لیتے اور فرماتے ، اس کے اظہار میں علم کی ذلت اور علماء کی اِہانت ہے، تو میں علم کو پست کر کے اور اہل علم کو ذلیل کر کے کسی دنیوی چیز کو برتری نہیں دیتا۔

﴿۵﴾(چھپا کر صدقہ دینے سے) شرکت کے شبہ سے بچاؤ ہوتا ہے، اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس آدمی کو کوئی تحفہ دیا جائے جبکہ اس کے پاس اور بھی لوگ موجود ہوں تو وہ سب اس تحفہ میں شریک ہیں۔'' پھر اگر وہ دی جانے والی شے چاندی یا سونا بھی ہو (یعنی کتنی ہی قیمتی شے ہو) تو بھی تحفہ کے زمرے سے خارج نہ ہوگا۔

شہنشاہ خوش خصال، پیکر حسن و جمال، دافع رنج وملال، صاحب جود ونوال، رسول بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: افضل ہدیہ جو کوئی اپنے بھائی کو بھیجے چاندی ہے یا کھانا کھلانا۔ حدیث میں چاندی کو بھی ہدیہ فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ مجلس میں کسی خاص شخص کو اہل مجلس کی رضا مندی کے بغیر کچھ دینا مکروہ ہے اور رضامندی کا حال مشتبہ رہتا ہے اس لیے تنہائی میں دے دینا اس شبہ سے محفوظ رکھتا ہے۔

صدقہ ظاہر کر کے دینا:

صدقہ ظاہر کر کے دینے اور اسکا تذکرہ کرنے میں چار معانی ہیں:

﴿۱﴾ اخلاص، سچائی، اپنے حال کو دھوکے سے سلامت رکھنا اور دکھاوے سے بچے رہنا۔

﴿۲﴾ جاہ و مرتبہ کو ساقط کر دینا، بندگی اور مسکینیت کا اظہار، تکبر اور تونگری کے دعووں سے آزاد ہونا اور مخلوق کی نظروں میں اپنے نفس کو حقیر ٹھہرانا۔

ایک صاحبِ معرفت بزرگ نے اپنے شاگرد سے فرمایا، صدقہ لینے کو ہر حالت میں ظاہر کیا کرو اس لئے کہ لیتے وقت دو قسم کے بندوں سے واسطہ پاؤ گے، ایک تو وہ شخص ہوگا کہ جب تم صدقہ لینے کو ظاہر کرو گے تو وہ بد دل ہوگا اور یہی مقصود ہے کیونکہ یہ تمہارے دین کی بقاء ہے اور تمہارے نفس کی آفات کی کمی کا باعث ہے یا پھر ایسے شخص سے واسطہ پڑے گا جس کے دل میں، تمہارے سچ کے اظہار کی وجہ سے، تمہاری محبت بڑھے گی اور یہی تمہارا بھائی چاہتا ہے کیونکہ وہ تم سے جتنی زیادہ محبت اور جتنی زیادہ تمہاری تعظیم کرے گا تو اسی قدر اس کے ثواب میں اضافہ ہوگا۔

﴿۳﴾ اظہار کے تیسرے معنی یہ ہیں کہ عارف باللہ کی نظر چھپے و ظاہر دونوں حال میں صرف اللہ تعالیٰ پر ہوتی ہے تو اس حال کا مختلف ہونا عارفین کے نزدیک توحید میں شرک ہے۔ کسی عارف نے فرمایا، ہم اس شخص کی دعا کا اعتبار نہیں کرتے جو پوشیدہ طور لے لے اور علانیہ کو رد کر دے۔ لوگ موجود ہوں یا غائب مخلوق کی جانب توجہ کرنا نقصان ہی کا موجب ہے بلکہ ضروری ہے کہ انسان کی نظر صرف ذاتِ واحد پر لگی رہے۔

حکایت کی گئی ہے کہ ایک شیخ اپنے ایک مرید پر سب سے زیادہ توجہ فرماتے، دیگر کو یہ بات تکلیف کا باعث بنی، چنانچہ شیخ صاحب نے اپنے اس مرید کی اوروں پر بڑائی کو ظاہر فرمانا چاہا، لہٰذا سب مریدین کو ایک ایک مرغی دے دی اور فرمایا تم سب

مرغیاں لے جاؤ اور وہاں جا کر ذبح کرنا جہاں کوئی نہ دیکھے، وہ تمام گئے اور ذبح کر آئے جبکہ وہ مرید ویسے ہی مرغی واپس لے کر لوٹ آیا، شیخ صاحب نے ان مریدوں سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ جو شیخ نے حکم دیا ہم نے کیا، شیخ نے اس خاص مرید سے سوال کیا، آپ نے دیگر ساتھیوں کی طرح مرغی ذبح کیوں نہ کی؟ اس مرید نے جواب دیا، مجھے کوئی ایسی جگہ نہ ملی جہاں مجھے کوئی بھی نہ دیکھتا ہو، بے شک اللہ تعالیٰ مجھے ہر ہر جگہ دیکھ رہا ہے۔ تو شیخ صاحب نے فرمایا، اسی لئے میں اس کی طرف زیادہ متوجہ ہوں کہ یہ غیر اللہ عزوجل کی طرف متوجہ نہیں۔

﴿۴﴾ دینے میں اظہار کرنے سے ادائیگی شکر کی سنّت کا قیام ہوتا ہے،

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾ (الضحی: ۹۳/ ۱۱)

ترجمہ کنزالایمان: اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

نعمت چھپانا ناشکری میں داخل ہے، جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو چھپاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی مذمت فرماتا ہے اور انہیں بخیل فرماتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَ یَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَ یَكْتُمُوْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖؕ (النساء: ۴/ ۳۷)

ترجمہ کنزالایمان: جو آپ بخل کریں اور اوروں سے بخل کے لئے کہیں اور اللہ نے جو اُنہیں اپنے فضل سے دیا ہے اُسے چھپائیں۔

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِذَا أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلٰى عَبْدٍ نِعْمَةً أَحَبَّ أَنْ تُرٰى نِعْمَتُهُ عَلَيْهِ.[1]	جب اللہ اپنے کسی بندے کو نعمت سے مشرف فرماتا ہے تو پسند فرماتا ہے کہ وہ نعمت اس پر دکھائی دے۔

ایک شخص نے کسی زاہد کو چھپا کر کوئی چیز دی تو انہوں نے لینے سے ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا یہ دنیوی ہے، اسے ظاہر کرنا افضل ہے اور اُخروی امور میں چھپانا افضل ہے۔

اسی لئے ایک نیک بزرگ نے فرمایا، جب تمہیں مجمع میں کچھ دیا جائے تو لے لو اور پھر تنہائی میں لوٹا دو اور اس پر شکر ادا کرنے کی رغبت دلائی گئی ہے۔

خاتم المرسلین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب رب العالمین، جناب صادق وامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ عزوجل .[2]	جس نے لوگوں کا شکریہ ادا نہ کیا اس نے اللہ عزوجل کا بھی شکر ادا نہ کیا۔

اور شکریہ ادا کرنا بدلہ دینے کے قائم مقام ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] (المسند للإمام أحمد بن حنبل، مسند مالک بن نضلة،الحديث: ۱۵۹۸۷،ج۵،ص۴۵۶)
(الثقات لابن حبان،الحديث: ۱۲۳۴ ج۳، ص۳۷۶)
(التمهيد لابن عبد البر،ج۳،ص۲۵۴)
(مسند الشهاب،الحديث: ۱۱۰۰ ج۲، ص۱۶۱)
(تاريخ جرجان،ج ۱،ص۱۴۲)
(المعجم الكبير للطبراني،الحديث: ۴۱۸ج۱۸، ص۱۸۱)
(نصب الراية، ج۴،ص۲۸۳)

[2] (المسند للإمام أحمد بن حنبل، مسند أبي هريرة،الحديث: ۷۴۹۵،ج۳، ص۸۴)
(سنن الترمذي، كتاب البر والصلة، باب ما جاء في الشكر لمن أحسن إليک، الحديث: ۱۹۵۵،ج۳،ص۸۹)

مَنْ أَسْدٰی إِلَیْکُمْ مَعْرُوْفاً فَکَافِئُوْهُ، فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِیْعُوْا فَأَثْنُوْا عَلَیْهِ بِهٖ خَیْراً وَادْعُوْا لَهُ حَتّٰی تَعْلَمُوْا أَنَّکُمْ قَدْ کَافَأْتُمُوْهُ.[1]	جو آدمی تم سے نیکی سے پیش آئے تو اسے اچھا بدلہ دو اور اگر اس کی طاقت نہ رکھو تو اس کے دیئے پر اس کی تعریف کردو اور اس کے لئے دعا کرو حتی کہ تمہیں یقین ہو جائے کہ بدلہ چکا دیا۔

جب مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے (انصار کا) شکریہ ادا کرنا چاہا تو بارگاہِ رسالت میں عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہم ان لوگوں سے بہتر کسی قوم کو نہیں جانتے جن کے پاس ہم ٹھہرے ہیں، انہوں نے اپنے مال ہم میں تقسیم کردیئے ہمیں تو خوف ہے کہ کہیں یہ لوگ تمام ہی اجر نہ لے جائیں تو تاجدارِ رسالت، شہنشاہ نبوت، مخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، محبوبِ ربُ العزت، محسنِ انسانیت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کُلُّ مَا شَکَرْتُمْ لَهُمْ وَأَثْنَیْتُمْ عَلَیْهِ بِهٖ فَهُوَ مُکَافَأَةٌ.[2]	تم نے جتنا بھی ان کا شکریہ ادا کیا اور ان کی مدد پر ان کی تعریف کی، یہی بدلہ ہے۔

---

[1] (الأدب المفرد للبخاري، باب من صُنع إلیه معروف فلیکافئه، الحدیث: ۲۱۵، ص۷۷)
(سنن أبي داود، کتاب الزکاة، باب عطیة من سأل باللّٰه، الحدیث: ۱۶۷۲، ج۲، ص۲۱۲)
(المستدرک علی الصحیحین، الحدیث: ۲۳۶۹، ج۲، ص۷۳)
(سنن النسائي، کتاب الزکاة، باب من سأل بوجه اللّٰه، الحدیث: ۲۵۶۶، ج۵ الجزء الخامس، ص۸۷)
(المغني للمقدسي، ج۹، ص۴۲۳)

[2] (المصنف لابن أبي شیبة، کتاب الأدب، باب في الثناء الحسن، الحدیث: ۲۶۵۰۱، ج۵، ص۳۲۱)
(سنن الترمذي، کتاب صفة القیامة والرقائق والورع، باب (۴۴)، الحدیث: ۲۴۸۷، ج۳، ص۳۷۶_۳۷۷)
(مسند أبي یعلی، حمید الطویل عن أنس بن مالک، الحدیث: ۳۷۸۰، ج۳، ص۲۳۸_۲۳۹)
(المعجم الأوسط للطبراني، الحدیث: ۷۲۹۲، ج۷، ص۲۰۹)

اب جبکہ آپ ان باتوں کو سمجھ گئے تو یہ بھی جان لیجئے کہ اس بارے میں جو اختلاف منقول ہوا وہ اختلاف نفس مسئلہ میں نہیں ہے بلکہ یہ اختلاف لوگوں کے احوال کے اعتبار سے ہے۔ تو اس راز سے پردہ یوں اُٹھتا ہے کہ ہم قطعی فیصلہ تو نہیں دے سکتے کہ پوشیدہ دینا ہر حال میں افضل ہے یا ظاہر کر کے؟ مگر (اتنا بتا دیں کہ) نیتوں کے بدلنے سے احکام تبدیل ہو جاتے ہیں اور نیتیں، احوال و اشخاص کی تبدیلی سے بدل جاتی ہیں لہٰذا لازم ہے کہ مخلص آدمی اپنے نفس کی محافظت کرے تا کہ نہ تو دھوکے کی سولی پر لٹکے اور نہ طبیعت کے بناوٹی پن اور شیطان کے مکر میں آئے۔[1]

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ زَيْنَبَ الثَّقَفِيَّةِ امْرَأَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تَصَدَّقْنَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ"، قَالَتْ: فَرَجَعْتُ إِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، فَقُلْتُ: إِنَّكَ رَجُلٌ خَفِيْفُ ذَاتِ الْيَدِ، وَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ فَأْتِهِ فَاسْأَلْهُ، فَإِنْ كَانَ ذٰلِكَ يُجْزِي عَنِّي وَإِلَّا صَرَفْتُهَا إِلٰى غَيْرِكُمْ،

زوجہ حضرت عبد اللہ بن مسعود حضرت زینب ثقفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتی ہیں، سرکار والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روزشمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عورتوں کی جماعت صدقہ کرو اگرچہ اپنے زیور سے ہی ہو، فرماتی ہیں، میں عبد اللہ کی طرف لوٹی کہا، تم کچھ مسکین و تنگدست ہو اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم کو صدقہ کا حکم دیا ہے تم وہاں حاضر

[1] (إحياء علوم الدين، كتاب أسرار الزكاة، الفصل الرابع في صدقة التطوع وفضلها وآداب أخذها وإعطائها، بيان إخفاء الصدقة وإظهارها، ج ۱، ص ۳۲۱-۳۲۲)

فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بَلِ ائْتِيهِ أَنْتِ، فَانْطَلَقْتُ، فَإِذَا امْرَأَةٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ بِبَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتِيْ حَاجَتُهَا قَالَتْ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَدْ أُلْقِيَتْ عَلَيْهِ الْمَهَابَةُ فَقَالَتْ فَخَرَجَ عَلَيْنَا بِلَالٌ فَقُلْنَا لَهُ اِئْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ فَأَخْبِرْهُ عَنِ امْرَأَتَيْنِ بِالْبَابِ تَسْأَلَانِكَ: أَتَجْزِئُ الصَّدَقَةُ عَنْهُمَا عَلٰى أَزْوَاجِهِمَا وَعَلٰى أَيْتَامٍ فِيْ حُجُوْرِهِمَا؟، وَلَا تُخْبِرْهُ مَنْ نَحْنُ. قَالَتْ: فَدَخَلَ بِلَالٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ

ہوکر پوچھ آؤ اگر تم پر میرا صدقہ کرنا درست ہو تو خیر ورنہ میں آپ لوگوں کے سواء کسی اور جگہ خرچ کروں، فرماتی ہیں، کہ مجھ سے عبد اللہ بولے، کہ تم ہی وہاں جاؤ، لہٰذا میں چلی گئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے درِ اقدس پر ایک اور انصاری بی بی تھیں جنہیں میرے جیسا ہی کام تھا، فرماتی ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قدرتی ہیبت دی گئی تھی، فرماتی ہیں، کہ ہمارے پاس حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے ہم نے اُن سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں جائیں اور عرض کریں کہ دروازے پر دو بیبیاں ہیں جو حضور سے پوچھتی ہیں کہ کیا اُن کا اپنے خاوندوں اور اُن یتیموں پر خرچ کردینا جو اُن کی پرورش میں ہوں صدقہ بن جائیگا؟ اور یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں، فرماتی ہیں، کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسئلہ پوچھا، اُن سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

هُـمَـا"؟، فَقَالَ: امْرَأَةٌ مِّـنَ الْأَنْصَارِ، وَزَيْنَبُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَيُّ الزَّيَانِبِ"؟، قَالَ: امْرَأَةُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَهُمَا أَجْرَانِ: أَجْرُ الْقَرَابَةِ، وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ".[1]

وسلم نے دریافت فرمایا، وہ کون ہیں؟ عرض کی کہ ایک انصاری بی بی اور زینب ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کونسی زینب؟ عرض کی عبد اللہ بن مسعود کی زوجہ، تب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ انہیں دوہرا ثواب ہے ایک ثواب قرابت کا دوسرا صدقہ کا۔

''غالباً حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد (اے عورتوں کی جماعت صدقہ کیا کرو) عید کے دن تھا چونکہ اُس زمانہ میں عورتیں بھی نماز عید کے لئے عیدگاہ جاتی تھیں اور اُن کے لئے بعد نماز مخصوص وعظ ہوتا تھا، اُس وعظ میں آپ نے یہ سُنا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ عورتوں کے استعمالی زیور پر زکوٰۃ فرض ہے۔ اور یہ زکوٰۃ عورت پر فرض ہے نہ کہ اُس کے خاوند پر خواہ میکے سے زیور ملا ہو یا سُسرال والوں

---

[1] (سنن الدارمي، كتاب الزكاة، باب أي الصدقة أفضل،الحديث: ١٦٦٠، ص٤٨٤)
(صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب الزكاة على الزوج والأيتام في الحجر، الحديث: ١٤٦٦، ج١، ص٣٦٠-٣٦١)
(صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل النفقة والصدقة على الأقربين... إلخ،الحديث: ٤٥-(١٠٠٠)، ص٣٦٠)
(سنن ابن ماجه، كتاب الزكاة، باب الصدقة على ذي قرابة، الحديث: ١٨٣٤، ج٢، ص٤٠٦-٤٠٧)
(سنن النسائي، كتاب الزكاة، باب الصدقة على الأقارب،الحديث: ٢٥٨٣، ج٣، الجزء الخامس، ص٩٧)
(مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب أفضل الصدقة، الحديث: ١٩٣٤، ج١، ص٣٦٦-٣٦٧)

نے دیا ہو بشرطیکہ (انہوں نے) مالک کردیا ہو، لہٰذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے امام شافعی کے ہاں پہننے کے زیور میں زکوٰۃ نہیں''۔

اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو کہا، ''یعنی اگر تم کو میرا صدقہ دینا درست ہو تو تب تو میں تم ہی کو صدقہ دے دوں، ورنہ کسی اور کو دوں: اس سے معلوم ہوا غنی عورت کا خاوند اور غنی خاوند کی بیوی ایک دوسرے کے غنٰی سے غَنی نہ مانے جائیں گے، جیسے امیر کی بالغ اولاد باپ کے غنا سے غنی نہیں ہوتی، دیکھو حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی غنیہ تھیں مگر خود ابن مسعود مسکین تھے''۔

''حضرت ابن مسعود کی کچھ اولاد بھی تھی، اور اب حضرت زینب اُن کی پرورش فرماتی تھیں، غیر کم میں ان سب سے خطاب ہے، یعنی اگر تمہیں اور تمہارے ان بچوں کو میرا صدقہ لینا درست ہو تو میں تمہیں دے دوں ورنہ دوسروں کو دوں''۔

اور راویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وہ فرمان، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قدرتی ہیبت دی گئی، ''یعنی رب العالمین نے دلوں میں آپ کی ہیبت ڈال دی تھی جسکی وجہ سے ہر شخص بغیر اجازت خدمت میں حاضر ہونے، عرض معروض کرنے کی ہمت نہ کرتا تھا، اور حاضرین بارگاہ بھی ایسے خاموش اور باادب بیٹھتے تھے جیسے انکے سروں پر پرندے ہیں، حالانکہ سرکار انتہائی خلیق اور بہت رحیم وکریم تھے، شعر

ہیبتِ حق است ایں از خلق نیست ❁ ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

اسی وجہ سے دونوں بیبیاں دروازے پر کھڑی رہ گئیں، بارگاہ پاک میں باریاب نہ ہوئیں''۔

اور ''شاید یتیموں سے اُن کے خاوندوں کی وہ اولاد مراد ہے جن کی والدہ فوت ہوچکی تھی یعنی ان کی سوتیلی اولاد انہیں یتیم کہنا مجازاً ہے، ورنہ انسان یتیم وہ نابالغ ہوتا ہے جس کا باپ فوت ہوجائے اور جانوروں میں وہ بچّہ یتیم جس کی ماں مرجائے، ان بیبیوں کا خیال یہ تھا کہ چونکہ یہ سب لوگ ہمارے ساتھ ہی رہتے سہتے ہیں اور ساتھ کھاتے پیتے ہیں، اگر انہیں صدقہ دیا گیا، تو اس کا کچھ حصہ ہمارے کھانے میں بھی آجائیگا لہٰذا نا جائز ہونا چاہئے''۔

اور بیبیوں کا یہ عرض کرنا، کہ یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں، ''تاکہ حاضرین میں ہمارا نام نہ لیا جائے اور ہمارا سوال ریا نہ بن جائے یا ہم بلا نہ لی جائیں''۔

''حضرت بلال کا جواب (ابن مسعود کی زوجہ زینب ہیں) نہایت ایمان افروز ہے کیونکہ ان بیبیوں نے کہا تھا کہ ہمارا نام نہ بتانا، حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نام بتاؤ تو حکم رسول وحکم اُمّتی میں تعارض ہوا، جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کو ترجیح ہوئی اور اُمّتی کا حکم قابل قبول عمل نہ رہا: (صاحبِ) مرقات نے یہاں فرمایا کہ حضرت بلال پر نام بتادینا فرض شرعی ہوگیا، کیونکہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم ماننا فرض ہے، انہیں دوسری بی بی کا نام معلوم نہیں تھا ورنہ وہ بھی بتادیتے''۔

''سارے ائمہ اس پر متفق ہیں کہ خاوند اپنی بیوی کو اپنی زکوٰۃ نہیں دے سکتا مگر اس میں اختلاف ہے کہ بیوی خاوند کو زکوٰۃ دے سکتی ہے یا نہیں، ہمارے امام اعظم فرماتے ہیں کہ نہیں دے سکتی، دیگر ائمہ فرماتے ہیں کہ دے سکتی ہے، اُن بزرگوں کی دلیل یہ حدیث ہے امام اعظم فرماتے ہیں کہ یہاں صدقہ نفل مراد ہے، صدقہ فرض کی تصریح نہیں، نیز عورت وخاوند کے مال قریباً مشترک ہوتے ہیں، تو جب خاوند بیوی کو

زکوٰۃ نہ دے سکا تو بیوی خاوند کو زکوٰۃ کیسے دے سکتی ہے صدقہ کا لفظ صدقہ نفلی پر عام شائع ہے''۔[1] (ملخصاً)

امام ابو حامد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں،

پوشیدہ صدقہ کا فائدہ یہ ہے کہ ریاکاری اور سنانے سے آزادی مل جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

لَا یَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْ مُسْمِعٍ وَلَا مُرَاءٍ وَلَا مَنَّانٍ. اللہ تعالیٰ ایسے شخص کا صدقہ قبول نہیں فرماتا جو سنانا چاہے نہ دکھاوا کرنے والے کا، نہ احسان جتانے والے کا۔

اور اپنے صدقہ کا تذکرہ کرنے والا (درحقیقت) اس صدقہ کے چرچے کا طالب ہوتا ہے۔ اور لوگوں کے مجمع میں دینے والا ریاکاری کا طلبگار ہوتا ہے۔ لٰہذا چھپانا اور خاموش رہنا باعثِ نجات ہے۔

ایک جماعت نے پوشیدگی کی فضیلت میں اس قدر مبالغہ کیا کہ ان کی کوشش رہی کہ لینے والا بھی نہ جان سکے کہ دینے والا کون ہے؟

بعض تو نابینا کے ہاتھ میں دیتے اور بعض فقیر کے رستے میں ڈال دیتے اور فقیر کی بیٹھک کے پاس یوں رکھ دیتے کہ دینے والا نظر ہی نہ آتا۔ اور بعض تو سوئے ہوئے فقیر کے کپڑوں میں ڈال دیتے اور بعض دوسروں کے ہاتھ فقیر کو یوں بھجواتے کہ اُسے دینے والے کا علم نہ ہو اور دینے والا پہنچانے والے (وکیل) کو چھپانے کا کہہ رکھتا کہ اس کے بارے میں نہ بتائے ان تمام مساعی کا ثمرہ فقط یہ ہوتا کہ رب تعالیٰ کے غضب کی آگ کو بجھادیں اور دکھاوے اور سنانے سے بچ جائیں اور اگر کسی کو پہچانے

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۳، ص۱۱۸۔۱۲۰)

بغیر دینا ممکن نہ ہو تو وکیل کو دے دیا جائے تا کہ وہ مسکین کے سپرد کر دے اور وہ مسکین بھی پہلے دینے والے کو نہ جان سکے کیونکہ مسکین کے جان لینے سے دکھاوا اور احسان کا اظہار دونوں کا امکان ہے البتہ وکیل کا واسطہ ریا کاری کا باعث نہ ہو گا اور جب دینے میں شہرت مقصود ہو تو عمل کا اجر ضائع ہو جاتا ہے کیوں کہ زکوٰۃ کنجوسی کو زائل کرتی ہے اور محبتِ مال کو کمزور کرتی ہے اور جاہ و مرتبہ کی حرص مال کی محبت سے زیادہ جلد نفس پر غالب آتی ہے اور دونوں ہی آخرت میں ہلاکت کی باعث ہیں مگر کنجوسی قبر میں بچھو کی شکل میں آتی ہے اور ریا کاری گنجے سانپ کی مثل۔ اور انسان کو ان دونوں چیزوں کے کمزور کرنے اور مار ڈالنے کا حکم ہے تا کہ ان کی اذیت بالکل نہ ہو یا کم تر ہو وہ جب ریا اور شہرت کا ارادہ کرے گا تو گویا وہ بچھو کے بعض اعضاء کو سانپ کی غذا بنائے گا تو ظاہر ہے کہ جس قدر بچھو کمزور ہو گا اسی قدر سانپ زور آور ہو گا اس سے تو اگر ویسا ہی رہنے دیتا تو اس پر آسان ہوتا اور غرض ان صفات کی خواہش کے خلاف عمل کرنے سے ہے مقصد یہ کہ بخل کے سبب کے خلاف تو کرے اور سبب ریا کی اطاعت کرے اس سے تو ادنی چیز کمزور ہو جائے گی اور قوی اور زیادہ قوی ہو گی۔[1]

کھانا کھلانے اور پانی پلانے کے فضائل

فرائض و واجبات کو کما حقہ بجالاتے ہوئے صدقات اور دیگر نفلی عبادات و افعال کے سبب اپنے فضل سے اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو بے شمار نعمتیں عطا فرماتا ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

[1] (إحياء علوم الدين، كتاب أسرار الزكاة، باب دقائق الآداب الباطنة في الزكاة، الوظيفة الثالثة، ج ١، ص ٣٠٣)

اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًاۚ۝۵ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِیْرًا۝۶ یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ یَخَافُوْنَ یَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِیْرًا۝۷ وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا۝۸ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِیْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا۝۹

(الدھر:۷۶/۵۔۹)

ترجمہ کنزالایمان: بیشک نیک پئیں گے اس جام میں سے جس کی ملونی کافور ہے وہ کافور کیا؟ ایک چشمہ ہے جس میں سے اللہ کے نہایت خاص بندے پئیں گے اپنے محلوں میں اُسے جہاں چاہیں بہا کرلیجائیں گے اپنی منّتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی بُرائی پھیلی ہوئی ہے اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو ان سے کہتے ہیں ہم تمہیں خاص اللہ کے لئے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے۔

''شانِ نزول: یہ آیت حضرت علی مرتضٰی اور حضرت فاطمہ اور ان کی کنیز فضّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حق میں نازل ہوئی حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیمار ہوئے، ان حضرات نے اُن کی صحت پر تین روزوں کی نذر مانی اللہ تعالیٰ نے صحت دی نذر کی وفا (یعنی پورا کرنے) کا وقت آیا سب صاحبوں نے روزے رکھے حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک یہودی سے تین صاع (صاع ایک پیمانہ ہے) جَو لائے حضرت خاتونِ جنت نے ایک ایک صاع تینوں دِن پکایا لیکن جب افطار کا وقت آیا اور روٹیاں سامنے رکھیں تو ایک روز مسکین ایک روز یتیم اور ایک روز اسیر آیا اور تینوں روز یہ سب روٹیاں ان لوگوں کو دیدی گئیں اور صرف پانی سے افطار کرکے اگلا روزہ رکھ لیا گیا''۔[1]

مدینہ

[1] (خزائن العرفان)

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰـہُ عَنْـہُ أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَيُّ الإِسْلَامِ خَیْرٌ؟ قَالَ: "تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ".[1]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، کہ ایک شخص نے شہنشاہ مدینہ، قرارقلب و سینہ، صاحب معطر پسینہ، باعث نزول سکینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا، کہ کون سا اسلام اچھا ہے؟ فرمایا، کھانا کھلاؤ اور ہر جانے انجانے شخص کو سلام کرو۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکور حدیث شریف کی شرح میں اُس شخص کے سُوال ''کونسا اسلام اچھا ہے؟'' کی تشریح میں بیان کرتے ہیں، ''یعنی اسلامی کاموں میں کونسا کام اچھا ہے''۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید فرماتے ہیں، ''سلام صرف اسلامی رشتہ سے ہو کاروباری دنیاوی تعلقات سے نہ ہو خیال رہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے جوابات سائل کے سوال کے حال کے مطابق ہوتے تھے اسی لئے اس سوال کے

---

[1] (صحیح البخاري، کتاب الاستئذان، باب السلام للمعرفة وغیر المعرفة، الحدیث:۶۲۳۶، ج۴، ص۱۴۵)
(صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان تفاضل ...إلخ، الحدیث: ۶۳-(۳۹)، ص۴۰)
(سنن أبي داود، کتاب الأدب، باب في إفشاء السلام، الحدیث:۵۱۹۴، ج۵، ص۲۳۸)
(سنن ابن ماجه، کتاب الأطعمة، باب إطعام الطعام، الحدیث: ۳۲۵۳، ج۴، ص۴)
(سنن النسائي، کتاب الإیمان، باب أي الإسلام خیر، الحدیث:۵۰۱۵، ج۴، الجزء۸، ص۴۸۱)
(مشکاة المصابیح، کتاب الآداب، باب السلام، الحدیث: ۴۶۲۹، ج۲، ص۱۶۱)

جواب مختلف دیئے کسی سے فرمایا کہ بہترین عمل نماز ہے کسی سے فرمایا جہاد ہے یہاں فرمایا بہترین عمل کھانا کھلانا، سب کو سلام کرنا یعنی تیرے لئے یہ دو کام بہتر ہیں خیال رہے کہ تقویٰ سلام کرنا، سلام کہلوانا سلام لکھنا لکھوانا سلام کہلا بھیجنا سب کو شامل ہے مَنْ عَرَفْتَ کا تعلق صرف سلام سے ہے کھانا کھلانے سے نہیں''۔[1]

ایک اور حدیث شریف میں ارشاد ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّي إِذَا رَأَيْتُكَ طَابَتْ نَفْسِي، وَقَرَّتْ عَيْنِي، أَنْبِئْنِي عَنْ كُلِّ شَيْءٍ؟ قَالَ: "كُلُّ شَيْءٍ خُلِقَ مِنَ الْمَاءِ". فَقُلْتُ: أَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ إِذَا عَمِلْتُهُ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ؟ قَالَ: "أَطْعِمِ الطَّعَامَ، وَأَفْشِ السَّلَامَ، وَصِلِ الْأَرْحَامَ، وَصَلِّ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ، تَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ".[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں، میں نے عرض کی یا رسول اللہ جب میں آپ کو دیکھتا ہوں تو میرا دل باغ باغ ہوجاتا ہے اور آنکھوں کو قرار ملتا ہے۔ (یارسول اللہ) مجھے ہر چیز کی خبر عطا کردیجئے، نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحرو بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر چیز پانی سے بنی ہے، میں نے عرض کی، اس چیز کی بھی خبر دیجئے جس پر عمل کر کے میں جنت میں جاسکوں، فرمایا کھانا کھلاؤ، سلام کو پھیلاؤ اور صلۂ رحمی کرو، رات میں نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوں، تم سلامتی کے ساتھ جنّت میں چلے جاؤ گے۔

[1] (مرآة المناجيح شرح مشكاة المصابيح، ج٦، ص ٣١٤)

[2] (المسند للإمام أحمد، مسند أبي هريرة، الحديث: ٧٩١٩، ج٣، ص ١٧٤)

اسی طرح دیگر اعمالِ خیر کے علاوہ بطور صدقہ کھلانے پلانے والوں کے لئے جنت کی بھی بشارت ہے، چنانچہ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍورَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اُعْبُدُوا الرَّحْمٰنَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَأَفْشُوا السَّلَامَ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ".[1]

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضور پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، رحمٰن کی عبادت کرو، کھانا کھلاؤ، سلام پھیلاؤ جنت میں سلامتی سے چلے جاؤ۔

''رحمٰن کو پوجنا بہت جامع فرمان ہے جس میں ہر قسم کی عبادتیں داخل ہیں اگر یہ حدیث زکوٰۃ وروزہ کی فرضیت کے بعد کی ہو جب بھی درست ہے کہ عبادت رحمان میں وہ چیزیں بھی آگئیں''۔[2]

کھلانے پلانے والوں کے لئے جنت میں خوبصورت بالاخانے ہیں:

---

[1] (المسند للإمام أحمد، مسند عبد اللّٰه بن عمرو بن العاص، الحديث: ۶۵۸۷، ج۲، ص۶۱۳)
(سنن الدارمي، كتاب الأطعمة، باب في إطعام الطعام، الحديث: ۲۰۸۵/۱، ص۶۴۸)
(سنن الترمذي، كتاب الأطعمة، باب ما جاء في فضل إطعام الطعام، الحديث: ۱۸۵۵، ج۳، ص۳۹)
(سنن ابن ماجه، كتاب الأدب، باب إفشاء السلام، الحديث: ۳۶۹۴، ج۴، ص۲۳۱)
(مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب فضل الصدقة، الحديث: ۱۹۰۸، ج۱، ص۳۶۲)

[2] (مرآة المناجيح شرح مشكاة المصابيح، ج۳، ص۱۰۳)

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍورَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''إِنَّ فِي الْجَنَّۃِ غُرَفاً یُرٰی ظَاھِرُھَا مِنْ بَاطِنِھَا، وَبَاطِنُھَا مِنْ ظَاھِرِھَا''، فَقَالَ: أَبُوْ مَالِکٍ الْأَشْعَرِيُّ: لِمَنْ ھِيَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ: ''ھِيَ لِمَنْ أَطَابَ الْکَلَامَ، وَأَطْعَمَ الطَّعَامَ وَبَاتَ قَائِماً وَالنَّاسُ نِیَامٌ''.[1]

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سید المبلغین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، بے شک جنّت میں ایسے بالا خانے ہیں کہ جن کا ظاہر اندر سے نظر آتا ہے اور اندرونی حصہ باہر سے، تو ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یہ کس کے لئے ہے یارسول اللہ؟ فرمایا جو اچھی بات کہے اور کھانا کھلائے اور کھڑے ہوکر (یعنی نماز پڑھتے ہوئے) رات گزارے جبکہ لوگ سوئے ہوتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے:

عَنْ أَبِي مَالِکٍ الْأَشْعَرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ''إِنَّ فِي الْجَنَّۃِ غُرَفاً یُرٰی ظَاھِرُھَا مِنْ بَاطِنِھَا، وَبَاطِنُھَا مِنْ ظَاھِرِھَا

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جنت میں ایسے دریچے ہیں جن کا باہر اندر سے اور اندر باہر

---

[1] (المسند للإمام أحمد، مسند عبد اللّٰہ بن عمرو بن العاص، الحدیث: ٦٦١٥، ج٢، ص٦١٩)
(السنن الکبری للبیھقي، کتاب الصیام، باب من لم یر ...إلخ، الحدیث: ٨٤٧٩، ج٤، ص٤٩٥)

أَعَدَّهَا اللّٰهُ لِمَنْ أَلَانَ الْكَلَامَ، وَأَطْعَمَ الطَّعَامَ، وَتَابَعَ الصِّيَامَ، وَصَلّٰى بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ".[1]

سے دیکھا جاتا ہے یہ اللہ نے ان کے لئے بنائے جو بات نرم کریں اور کھانا کھلائیں اور متواتر روزے رکھیں اور جب لوگ سوتے ہوں تو رات میں نماز پڑھیں۔

"یعنی ان کی دیواریں اور کواڑ ایسے صاف و شفاف کہ نگاہ کو نہیں روکتے جس کا نمونہ کچھ دنیا میں شیشے کی دیواروں اور کواڑوں میں نظر آتا ہے اس شفافی میں اس کے حسن و خوبی کی طرف اشارہ ہے"۔

"وہ دریچے ان لوگوں کے لئے ہیں جن میں یہ چار صفات جمع ہوں ہر مسلمان دوست یا دشمن سے نرمی سے بات کرنا، کفار سے سخت کلامی بھی عبادت ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ﴾ [الفتح:۲۹/۴۸] ترجمہ: کافروں پر سخت ہیں (کنزالایمان) اور فرماتا ہے: ﴿وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً﴾ [التوبة:۱۲۳/۹] ترجمہ: اور چاہیئے کہ وہ تم میں سختی پائیں (کنزالایمان) ہر خاص و عام کو کھانا کھلانا، اس میں مشائخ کے لنگروں کا ثبوت ہے بعض بزرگوں کے ہاں چرندوں پرندوں کو بھی دانا پانی دیا جاتا ہے وہ طعام کو بہت عام کرتے ہیں"۔[2]

کھلانے پلانے والوں کو سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے لوگوں میں بہتر فرمایا:

---

[1] (المسند للإمام أحمد، مسند أبي مالك الأشعري،الحديث: ۲۲۹۶۳،ج۷، ص۶۰۶)
(مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب التحريض على قيام الليل،الحديث: ۱۲۳۲، ج۱، ص۲۴۳)

[2] (مرآة المناجيح شرح مشكاة المصابيح، ج۲، ص۲۶۰)

عَنْ حَمْزَةَ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ عُمَرُ لِصُهَيْبٍ: فِيكَ سَرَفٌ فِي الطَّعَامِ، فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "خِيَارُكُمْ مَنْ أَطْعَمَ الطَّعَامَ".[1]

حضرت حمزہ بن صُہیب اپنے والد سے روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا، کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صہیب سے فرمایا، تمہارے اندر کھانے کے معاملے میں بے اعتدالی ہے۔ تو انہوں نے جواباً عرض کی میں نے شہنشاہ خوش خصال، پیکر حسن و جمال، دافع رنج و ملال، صاحب جودونوال، رسول بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا، تم میں بہتر وہ ہے جو کھانا کِھلائے۔

مسلمان مسکین کو کھانا کھلانا موجباتِ رحمت سے ہے، چنانچہ حدیثِ شریف میں ہے:

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مِنْ مُوجِبَاتِ الرَّحْمَةِ إِطْعَامُ الْمُسْلِمِ الْمِسْكِينِ".[2]

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ خاتم المرسلین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب رب العالمین، جناب صادق وامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، اسبابِ رحمت میں سے ایک سبب نادار مسلمان کو کھانا کِھلانا ہے۔

صدقہ کردہ کھجور اور روٹی کا ٹکڑا اجر میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُحد پہاڑ کی مثل ہوجاتے ہیں۔

مدینہ

[1] (المسند للإمام أحمد، مسند صهيب، الحديث: ۲۴۴۲۲، ج۷، ص۹۲۴)

[2] (الترغيب والترهيب، كتاب الصدقات، الترغيب في إطعام الطعام...إلخ، الحديث: ۹، ج۲، ص۳۳)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ اللّٰهَ لَيُرَبِّي لِأَحَدِكُمُ التَّمْرَةَ وَاللُّقْمَةَ كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فَلُوَّهُ، أَوْ فَصِيْلَهُ حَتّٰى يَكُوْنَ مِثْلَ أُحُدٍ". [1]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، تاجدارِ رسالت، شہنشاہ نبوت، مخزنِ جود وسخاوت، پیکر عظمت و شرافت، محبوب رب العزت، محسن انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری (صدقہ شدہ) کھجور اور لقمہ کی اس طرح پرورش فرماتا ہے جیسا کہ تم میں کوئی اپنے گھوڑے یا اونٹ کے بچے کو پالتا ہے، یہاں تک کہ وہ کھجور یا لقمۂ طعام (یعنی اس کا اجر وثواب) اُحد پہاڑ کی مثل ہو جاتا ہے۔

یوں ہی روٹی کے ایک ٹکڑے یا ایک کھجور کے دانے کو صدقہ کرنے سے تین لوگوں کو اللہ تعالیٰ جنّت میں داخل فرمائے گا، حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ اللّٰهَ عزوجل لَيُدْخِلُ بِلُقْمَةِ الْخُبْزِ، وَقَبْصَةِ التَّمْرِ وَمِثْلِهِ مِمَّا يَنْفَعُ الْمِسْكِيْنَ ثَلَاثَةً الْجَنَّةَ: الْآمِرَ بِهِ، وَالزَّوْجَةَ الْمُصْلِحَةَ لَهُ، وَالْخَادِمَ الَّذِي يُنَاوِلُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، کہ سرکار والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روز شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، بے شک اللہ عزوجل روٹی کے ایک لقمے یا کھجور کے دانے یا اسی کی مثل مسکین کو فائدہ پہنچانے والی چیز کی وجہ سے تین لوگوں کو جنّت میں داخل فرمائے گا، ایک

[1] (المسند للإمام أحمد، مسند عائشة رضي الله عنها، الحديث: ٢٦٦٦٤، ج٧، ص٤٩٥)

الْمِسْكِينَ". وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَنْسَ خَدَمَنَا".[1]

وہ **شخص** جو صدقہ کا حکم دے، دوسرے وہ بیوی جس نے اس لقمہ کو تیار کیا اور تیسرے وہ خادم جس نے یہ صدقہ **مسکین تک** پہنچایا، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو ہمارے خادموں کو بھی محروم نہیں کرتا۔

ایک اور حدیث شریف میں ارشاد ہے:

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، عَلِّمْنِي عَمَلاً يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ؟ قَالَ: "لَإِنْ كُنْتَ أَقْصَرْتَ الْخُطْبَةَ لَقَدْ أَعْرَضْتَ الْمَسْئَلَةَ، أَعْتِقِ النَّسَمَةَ، وَفُكَّ الرَّقَبَةَ، فَإِنْ لَّمْ تُطِقْ ذٰلِكَ فَأَطْعِمِ الْجَائِعَ، وَاسْقِ الظَّمْآنَ".[2] (ملخصاً)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ایک اعرابی آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِ اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا عرض کی، یارسول اللہ مجھے ایسا عمل سِکھا دیجئے جو مجھے جنّت میں لے جائے، فرمایا اگرچہ تم نے کلام مختصر کیا ہے مگر سوال وسیع کیا ہے، غلام آزاد کرو اور گردن چھڑاؤ اگر تمہیں اسکی طاقت نہ ہو تو بھوکے کو کھلاؤ اور پیاسے کو پلاؤ۔

پیٹ بھر روٹی کھلانے والے کو اللہ تعالیٰ دوزخ سے سات خندقیں دور فرما دیتا ہے اور ہر خندق کی مسافت پانچ سو سال ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

[1] (المعجم الأوسط للطبراني،الحديث: ٥٣٠٩،ج٥، ص٢٧٨)
(المستدرك على الصحيحين، الحديث: ٧١٨٧،ج٤، ص١٤٩)

[2] (المسند للإمام أحمد،مسند البراء بن عازب،الحديث: ١٨٨٥٠،ج٦، ص٣٥١)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ أَطْعَمَ أَخَاهُ خُبْزاً حَتّٰى يُشْبِعَهُ، وَسَقَاهُ مِنَ الْمَاءِ حَتّٰى يُرْوِيَهُ بَعَّدَهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ سَبْعَ خَنَادِقَ كُلَّ خَنْدَقٍ مَسِيْرَةَ خَمْسِمِائَةِ عَامٍ". [1]

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں، نبی مکرم، نورِ مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جو اپنے بھائی کو کھلا کر سیر کردے اور پلا کر سیراب کردے، تو اللہ تعالیٰ اُسے جہنم سے سات خندقیں دور فرمادے گا جن میں سے ہر خندق کی درمیانی مسافت پانچ سو سال ہوگی۔

ہر تر جگر یعنی ہر ذی روح کی شکم سیری افضل صدقہ فرمایا گیا:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ أَنْ تُشْبِعَ كَبِداً جَائِعاً". [2]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں، شہنشاہ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحب معطر پسینہ، باعث نزول سکینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، افضل صدقہ یہ ہے کہ تو بھوکے کلیجے کو سیر کردے۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے:

---

[1] (شعب الإيمان، باب في الزكاة، فصل في إطعام الطعام وسقي الماء، الحديث: ٣٣٦٨، ج٣، ص٢١٨)

[2] (شعب الإيمان، باب في الزكاة، فصل في إطعام الطعام وسقي الماء، الحديث: ٣٣٦٧، ج٣، ص٢١٧)

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍرَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَيُّمَا مُؤْمِنٍ أَطْعَمَ مُؤْمِناً عَلٰى جُوْعٍ أَطْعَمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ، وَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ سَقٰى مُؤْمِناً عَلٰى ظَمَإٍ سَقَاهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الرَّحِيْقِ الْمَخْتُوْمِ، وَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ كَسَا مُؤْمِناً عَلٰى عُرْيٍ كَسَاهُ اللّٰهُ مِنْ خُضْرِ الْجَنَّةِ".[1]

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں، نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحرو بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جو مسلمان کسی مسلمان کو بھوک میں کھانا کھِلائے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے بروزِ قیامت جنت کے پھل کھلائے گا، اور جو کسی مسلمان کو پیاس میں پانی پلائے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے بروزِ قیامت مہر کی گئی نتھری شراب پلائے گا اور جو مسلمان کسی بے لباس مسلمان کو کپڑا پہنائے گا تو (قیامت کے روز) اللہ تعالیٰ اُسے جنت کی پوشاک پہنائے گا۔

مریضوں کی تیمارداری اور بھوکوں، پیاسوں کی دادرسی سے اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت حاصل ہوتی ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللّٰهَ عزوجل يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: يَا ابْنَ آدَمَ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضور پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ عزوجل قیامت کے دن فرمائے گا اے انسان میں

---

[1] (سنن الترمذي، كتاب صفة القيامة والرقائق والورع، باب (۱۸) الحديث: ۲۴۴۹، ج۴، ص۲۰۸)

مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِي قَالَ: يَا رَبِّ كَيْفَ أَعُوْدُكَ، وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ؟ قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِيْ فُلَاناً مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ، أَمَا عَلِمْتَ لَوْ عُدْتَّهُ لَوَجَدْتَنِي عِنْدَهُ. يَا ابْنَ آدَمَ اسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِي. قَالَ: يَا رَبِّ كَيْفَ أُطْعِمُكَ، وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ؟ قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّهُ اسْتَطْعَمَكَ عَبْدِيْ فُلَانٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ، أَمَا عَلِمْتَ إِنَّكَ لَوْ أَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِيْ. يَا ابْنَ آدَمَ اسْتَسْقَيْتُكَ، فَلَمْ تَسْقِنِيْ. قَالَ: يَا رَبِّ كَيْفَ أَسْقِيْكَ، وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ؟ قَالَ: اسْتَسْقَاكَ عَبْدِيْ فُلَانٌ فَلَمْ تَسْقِهِ، أَمَا إِنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهُ

بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہ کی بندہ کہے گا الٰہی میں تیری عیادت کیسے کرتا تُو تو جہانوں کا رب ہے فرمائے گا، کیا تجھے خبر نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تو تُو نے اس کی بیمار پُرسی نہ کی، کیا تجھے خبر نہیں کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا اے آدمی! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے نہ کھلایا عرض کرے گا الٰہی! تجھے میں کیسے کھلاتا تُو تو جہانوں کا رب ہے، فرمائے گا کیا تجھے علم نہیں کہ تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا مانگا تو نے اسے نہیں کھلایا کیا تجھے پتہ نہیں کہ اگر تو اسے کھلاتا تو میرے پاس پاتا، اے انسان! میں نے تجھ سے پانی مانگا تو تُو نے مجھے نہ پلایا عرض کرے گا مولا! میں تجھے کیسے پلاتا تُو تو جہانوں کا رب ہے، فرمائے گا تجھ سے میرے فلاں بندے نے پانی مانگا تو نے اسے نہ پلایا اگر تو اسے پلاتا

وَجَدْتَ ذٰلِکَ عِنْدِيْ"۔[1] تو آج میرے پاس وہ پاتا۔

"اس میں اشارۃً یہ فرمایا گیا کہ بندہ مومن بیماری کی حالت میں رب تعالیٰ سے اتنا قریب ہوتا ہے کہ اس کے پاس آنا گویا رب کے پاس ہی آنا ہے اور اس کی خدمت گویا رب کی اِطاعت ہے بشرطیکہ صابر وشاکر ہو کیونکہ بیمار مومن کا دل ٹوٹا ہوتا ہے اور ٹوٹے دلِ بیمار، کاشانۂ یار ہیں حدیث قدسی ہے: اَنَا عِنْدَ الْمُنْکَسِرَۃِ قُلُوْبُھُمْ لِاَجْلِيْ، میں ٹوٹے دل والوں کے پاس ہوں، اس ترتیب سے معلوم ہو رہا ہے کہ بیمار پرسی اگلے اعمال سے افضل ہے، کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا ذکر پہلے کیا"۔

اور حدیث شریف میں جو فرمایا کہ، اگر کھلاتا تو اسے میرے پاس پاتا، "یعنی اس کھانے کا ثواب یہاں پاتا، خیال رہے کہ بیمار پرسی کے بارے میں فرمایا تو بیمار کے پاس مجھے پاتا اور بھوکوں کو کھانا کھلانے کے بارے میں فرمایا کہ تو اس کا ثواب یہاں پاتا، معلوم ہوا کہ بیمار پرسی بہت اعلیٰ عبادت ہے"۔

"اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقراء مساکین اللہ کی رحمت ہیں ان کے پاس جانے، ان کی خدمتیں کرنے سے رب مل جاتا ہے، تو اولیاء اللہ کا کیا پوچھنا ان کی صحبت رب سے ملنے کا ذریعہ ہے مولانا فرماتے ہیں: شعر

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا ❁ او نشیند در حضور اولیاء

قرآن کریم فرماتا ہے: ﴿ وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا ﴾ (ترجمہ: اور اگر جب

---

[1] (صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب فضل عیادۃ المریض، الحدیث: ۴۳۔(۲۵۶۹) ص۹۹۷)

(مشکاۃ المصابیح، کتاب الجنائز، باب عیادۃ المریض وثواب المرض، الحدیث: ۱۵۲۸، ج ۱، ص ۲۹۴)

وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں (کنزالایمان)) الآیة ﴿ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴾ (النساء:۴/۶۴) ترجمہ: تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں (کنزالایمان))

صوفیاء فرماتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ جو گنہگار تمہارے پاس آجائے وہ خدا کو پالے گا، مولانا کے شعر کا ماخذ یہ آیت اور یہ حدیث ہے''۔[1]

روزہ دار، مسکین کو کھانا کھلانے والے، جنازہ میں شریک ہونے والے اور مریض کی عیادت کرنے والوں کے لئے بھی جنت کی بشارت فرمائی:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ صَائِماً"؟، فَقَالَ: أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ: أَنَا، فَقَالَ: "مَنْ أَطْعَمَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مِسْكِيْناً"؟، فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: أَنَا. قَالَ: "مَنْ تَبِعَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ جَنَازَةً"؟، قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ: أَنَا، فَقَالَ: "مَنْ عَادَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مَرِيْضاً"؟ قَالَ: أَبُوْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، آج تم میں سے کس نے روزہ دار ہو کر صبح کی؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے، فرمایا آج تم میں سے کس نے مسکین کو کھلایا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی، میں نے، فرمایا، آج تم میں سے کس نے جنازے میں شرکت کی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۲، ص ۴۰۶)

بَکْرٍ: أَنَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا اجْتَمَعَتْ هٰذِهِ الْخِصَالُ قَطُّ فِيْ رَجُلٍ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ".[1]

کی، میں نے، فرمایا، آج تم میں سے کس نے کسی بیمار کی عیادت کی؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی میں نے، فرمایا کہ جس شخص میں یہ خصلتیں جمع ہو جائیں وہ جنّت ہی میں جاتا ہے۔

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جماعتِ صحابہ سے یہ سوال فرمانا، ان پر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت ظاہر کرنے اور انہیں آپ کے روزانہ کے اعمال دکھانے کے لئے ہے، ورنہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ہر ایک کے سارے ظاہر وخفیہ اعمال سے خبردار ہیں۔

اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ شیخ کا اپنے مریدوں کے حالات کی تفتیش کرنا، یونہی استاد کا شاگردوں کے خفیہ حالات معلوم کرنا سنت سے ثابت ہے، دوسرے یہ کہ اُمّتی کا نبی سے، مرید کا شیخ سے، شاگرد کا استاد سے اپنی خفیہ نیکیاں بیان کرنا ریا نہیں، بلکہ انکی دعاء لے کر زیادہ قابل قبول بنانا ہے، تیسرے یہ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عابد ترین صحابی ہیں، کہ آپکے روزانہ کے یہ اعمال ہیں خیال رہے کہ أَنَا یعنی میں کہنا فخر وغیرہ کے لئے ہو تو منع ہے، عجز ونیاز کے طور پر جائز ہے، چوتھے یہ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بشہادتِ حدیث وقرآن جنتی ہیں۔[2]

---

[1] (صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب من جمع الصدقة وأعمال البر،الحديث: ٨٧-(١٠٢٨)، ص ٣٦٩)
(مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب فضل الصدقة،الحديث: ١٨٩١ ج ١، ص ٣٥٩)

[2] (مرآة المناجيح شرح مشكاة المصابيح، ج ٣، ص ٩٤-٩٥)

ایک اور حدیث شریف میں ہے:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟، قَالَ: "إِدْخَالُکَ السُّرُوْرَ عَلٰی مُؤْمِنٍ أَشْبَعْتَ جَوْعَتَہُ، أَوْ کَسَوْتَ عَوْرَتَہُ، أَوْ قَضَیْتَ لَہُ حَاجَتَہُ".[1]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے **مروی ہے فرماتے ہیں، خاتم المرسلین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب رب العالمین، جناب صادق و امین** صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم **کی بارگاہ میں کسی نے عرض کیا، کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا، تمہارا کسی مومن کو پیٹ بھر کھانا کھلا کر یا اس کے ستر کو چھپا کر یا اس کی کسی حاجت کو پورا کر کے اسے خوش کر دینا۔**

مسلمان کو پیٹ بھر کھلانے والا جنت میں خاص دروازے سے داخل ہوگا، چنانچہ:

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ أَطْعَمَ مُؤْمِناً حَتّٰی یُشْبِعَہُ مِنْ سَغَبٍ أَدْخَلَہُ اللّٰہُ بَاباً مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّۃِ لَا یَدْخُلُہُ إِلَّا مَنْ کَانَ مِثْلَہُ".[2]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ **تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت، مخزنِ جود و سخاوت، پیکر عظمت و شرافت، محبوب رب العزت، محسن انسانیت** صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم **سے روایت بیان کرتے ہیں، جو کسی مسلمان کو بھوک میں کھانا کھِلا کر سیر کر دے تو اللہ تعالٰی اُسے جنت میں اُس دروازے سے داخل فرمائے گا جس میں سے ایسے ہی لوگ داخل ہوں گے۔**

---

[1] (المعجم الأوسط للطبراني،الحدیث: ۵۰۸۱،ج۵، ص۲۰۲)

[2] (المعجم الکبیر للطبراني، الحدیث: ۱۶۲ ،ج۲۰،ص۸۵)

یعنی اللہ تعالیٰ نے بھوکوں کو کھلانے والوں کے لئے وہ فضیلت عطا فرمائی کہ ان کے لئے جنت کا ایک دروازہ مختص فرما دیا۔

اللہ تعالیٰ کھلانے والوں پر فخر فرماتا ہے، حدیث شریف میں ہے:

عَنْ جَعْفَرٍ الْعَبْدِيِّ وَالْحَسَنِ قَالَا: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یُبَاھِيْ مَلَائِکَتَہٗ بِالَّذِیْنَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ مِنْ عَبِیْدِہٖ".[1]

حضرت جعفر عبدی اور حسن سے مروی ہیں، فرماتے ہیں، سرکار والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روز شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، بے شک اللہ عزوجل اپنے ان بندوں سے جو لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں اپنے فرشتوں کے ساتھ مباہات فرماتا ہے۔

ایک گنہگار کو فقط پانی پلانے پر مغفرت ملی، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِيَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنْ نَبِيِّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "رَجُلَانِ سَلَکَا مَفَازَۃً عَابِدٌ، وَالْآخَرُ بِہٖ رَھَقٌ فَعَطِشَ الْعَابِدُ حَتّٰی سَقَطَ فَجَعَلَ صَاحِبُہٗ یَنْظُرُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، وہ آقائے مظلوم، سرور معصوم، حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب رب اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، دو شخص صحرا سے گزر رہے تھے

= (الکامل في ضعفاء الرجال، ج۵، ص۱۱۸)
(میزان الاعتدال في نقد الرجال، ج۵، ص۳۵۰)
(کشف الخفاء، الحدیث: ۱۰۸۷، ج۱، ص۴۰۵)

[1] (الفتاوی الرضویۃ، ج۲۳، ص۱۴۹۔ الترغیب والترھیب، کتاب الصدقات، الترغیب في إطعام الطعام... إلخ، الحدیث: ۲۱، ج۲، ص۳۷)

إِلَيْـهِ، وَهُـوَ صَرِيْعٌ فَقَالَ: واللّٰهِ إِنْ مَـاتَ هٰـذَا الْـعَبْدُ الصَّالِحُ عَـطَشاً، وَمَعِي مَاءٌ لَا أُصِيْبُ مِـنَ اللّٰـهِ خَيْـراً أَبَـداً، وَلَئِنْ سَـقَيْتُـهُ مَائِيْ لَأَمُوْتَنَّ فَتوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَعزَمَ فَرشَّ عَلَيْهِ مِنْ مَّـائِـهِ وَسَـقَـاهُ فَـضْـلَهُ، فَقَامَ فَـقَـطَعَ الْمَفَازَةَ فَيُوْقَفُ الَّذِيْ بِـهِ رَهَـقٌ لِّـلْحِسَابِ فَيُؤْمَرُ بِهِ إِلَـى الـنَّـارِ فَتسُوْقُهُ الْمَلائِكَةُ فَيَـرَى الْعَابِدَ، فَيَقُوْلُ: يَا فُلَانُ أَمَـا تَـعْـرِفُـنِـيْ؟ فَيَقُوْلُ: وَمَنْ أَنْـتَ؟ فَيَقُوْلُ: أَنَا فُلَانٌ الَّذِيْ آثَـرْتُكَ عَـلٰـى نَـفْـسِـيْ يَـوْمَ الْمَفَازَةِ، فَيَقُوْلُ: بَلٰى أَعْرِفُكَ، فَيَـقُـوْلُ لِـلْـمَلَائِـكَةِ قِـفُـوْا فَيَـقِـيْـفُوْنَ، فَيَجِيْءُ حَتّٰى يَقِفَ فَيَدْعُوْ رَبَّهُ فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ: قَدْ عَـرِفْـتَ يَـدَهُ عِـنْدِيْ، وَكَـيْفَ

ان میں ایک عبادت گزار تھا جبکہ دوسرا گنہگار، تو عابد کو پیاس لگی یہاں تک کہ وہ شدّتِ پیاس سے گر پڑا تو اس کے ساتھی نے اسے دیکھا کہ وہ بے ہوشی کی حالت میں پڑا ہوا ہے، اُس نے سوچا کہ اگر یہ نیک بندہ مر گیا حالانکہ میرے پاس پانی بھی ہے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے میں کبھی بھلائی نہ پاسکوں گا، اور اگر میں نے اس کو پانی پلادیا تو میں مرجاؤں گا، بہرحال اس نے اللہ پر بھروسہ کیا اور (اس کی مدد کا) ارادہ کیا کچھ پانی اس پر چھڑکا باقی اُسے پلادیا تو وہ کھڑا ہوگیا اور (دونوں نے) صحرا طے کرلیا۔ (مرنے کے بعد) گنہگار کا حساب ہوگا تو اُسے جہنم کا حکم سُنا دیا جائے گا اُسے فرشتے لے کر چلیں گے اُسی لمحے اُس کی نظر نیک بندے پر پڑے گی وہ کہے گا، اے فلاں کیا تو نے مجھے پہچانا؟ تو وہ کہے گا: تو کون ہے؟ کہے گا میں وہی ہوں جس نے بیابان والے دن تیری جان بچائی تھی!، تو وہ کہے گا، ہاں ہاں پہچان گیا تو وہ نیک بندہ فرشتوں سے کہے گا ٹھہرو، تو وہ ٹھہر جائیں گے پھر وہ

آثَرَنِي عَلٰی نَفْسِهِ، یَا رَبِّ: هَبْهُ لِي فَیَقُوْلُ: هُوَ لَکَ فَیَجِيْ فَیَأْخُذُ بِیَدِ أَخِیْهِ فَیُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ".[1]

آکر رب تعالیٰ سے دُعا کرے گا، عرض کرے گا اے پروردگار تو اُس شخص کا مجھ پر احسان جانتا ہے، کیسے اس نے میری جان بچائی تھی! اے رب اس کا معاملہ مجھے سونپ دے! تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا وہ تیرے حوالے!، پھر وہ نیک بندہ آئے گا اور اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں لے جائے گا۔

ایک اور حدیث شریف میں ایک ایسے شخص کا بیان آیا ہے جس کے حق میں پانی پلانے کے سبب شفاعت قبول ہوگئی۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "أَنَّ رَجُلاً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ یُشْرِفُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَلٰی أَهْلِ النَّارِ، فَیُنَادِیْهِ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَیَقُوْلُ: یَا فُلَانُ هَلْ تَعْرِفُنِيْ؟ فَیَقُوْلُ: لَا، وَاللّٰهِ مَا أَعْرِفُکَ مَنْ أَنْتَ؟ فَیَقُوْلُ: أَنَا الَّذِيْ مَرَرْتَ بِيْ فِي الدُّنْیَا فَاسْتَسْقَیْتَنِيْ شَرْبَةً مِّنْ مَّاءٍ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت بیان فرماتے ہیں، بروزِ قیامت ایک جنتی جہنمیوں کو جھانکے گا تو جہنمیوں سے ایک شخص اُسے پکارے گا اور کہے گا اے فلاں تو مجھے جانتا ہے؟ تو وہ کہے گا نہیں، اللہ کی قسم میں تجھے نہیں جانتا، تو کون ہے؟ تو وہ (جہنمی) کہے گا میں وہی ہوں جس کے پاس سے تو دنیا میں گزرا تھا اور پینے کے لیے پانی مانگا تھا۔

[1] (المعجم الأوسط للطبراني، الحدیث: ۲۹۰۶، ج۳، ص۱۹۴)

فَسَقَيْتُكَ؟ قَالَ: قَدْ عَرَفْتُ، قَالَ: فَاشْفَعْ لِيْ بِهَا عِنْدَ رَبِّكَ. قَالَ: فَيَسْأَلُ اللّٰهَ تَعَالٰى فَيَقُوْلُ: إِنِّيْ أَشْرَفْتُ عَلَى النَّارِ فَنَادَانِيْ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِهَا، فَقَالَ لِيْ هَلْ تَعْرِفُنِيْ؟ قُلْتُ: لَا، وَاللّٰهِ مَا أَعْرِفُكَ مَنْ أَنْتَ؟ قَالَ: أَنَا الَّذِيْ مَرَرْتَ بِيْ فِي الدُّنْيَا فَاسْتَسْقَيْتَنِيْ شَرْبَةً مِنْ مَاءٍ فَسَقَيْتُكَ، فَاشْفَعْ لِيْ عِنْدَ رَبِّكَ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ فَيُشَفِّعُهُ اللّٰهُ فَيَأْمُرُ بِهٖ، فَيُخْرَجُ مِنَ النَّارِ". [1]	اور میں نے تجھے پانی پلایا تھا، تو کہے گا ہاں پہچان گیا، تو وہ (جہنمی) کہے گا: تو اپنے رب کے پاس میرے لئے شفاعت کر! راوی فرماتے ہیں، پھر وہ جنتی رب تعالیٰ سے شفاعت طلب کرے گا عرض کرے گا، میں نے جہنم میں جھانکا تو مجھے ایک جہنمی نے آواز دے کر کہا تو مجھے جانتا ہے؟ میں نے جواب دیا نہیں اللہ کی قسم میں تجھے نہیں جانتا تو کون ہے؟ تو اس نے جواب دیا میں وہی ہوں جس کے پاس سے تو دنیا میں گزرا تھا اور پینے کے لیے پانی مانگا تھا اور میں نے تجھے پانی پلایا تھا اس لیے اپنے رب سے میری سفارش کر، لہٰذا (اے رب) تو اس کے حق میں میرے سفارش قبول فرما، تو اللہ تعالیٰ اس کی شفاعت قبول فرمائے گا اور اس کے بارے میں حکم فرمائے گا لہٰذا اس کو جہنم سے نکال لیا جائے گا۔

ایک اور حدیث شریف:

---

[1] (التخويف من النار، الباب الثالث والعشرون في نداء أهلِ النار أهلَ الجنة...إلخ، ص۱۵۸)
(الترغيب والترهيب، كتاب الصدقات، الترغيب فى اطعام الطعام...الخ، الحديث ۱۴۲۱، ج۱، ص۳۴۸)

عَنْ كُدَيْرٍ الضَّبِّيِّ أَنَّ رَجُلاً أَعْرَابِيّاً أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَخْبِرْنِيْ بِعَمَلٍ يُقَرِّبُنِيْ مِنَ الْجَنَّةِ وَيُبَاعِدُنِيْ مِنَ النَّارِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَوَ هُمَا أَعْمَلَتَاكَ"؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: "تَقُوْلُ الْعَدْلَ، وَتُعْطِي الْفَضْلَ". قَالَ: وَاللّٰهِ لَا أَسْتَطِيْعُ أَنْ أَقُوْلَ الْعَدْلَ كُلَّ سَاعَةٍ، وَمَا أَسْتَطِيْعُ أَنْ أُعْطِيَ الْفَضْلَ. قَالَ: "فَتُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتُفْشِي السَّلَامَ"؟ قَالَ: هٰذِهِ أَيْضاً شَدِيْدَةٌ. قَالَ: "فَهَلْ لَكَ إِبِلٌ"؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: "فَانْظُرْ إِلٰى بَعِيْرٍ مِنْ إِبِلِكَ وَسِقَاءٍ، ثُمَّ اعْمِدْ إِلٰى أَهْلِ بَيْتٍ لَا يَشْرَبُوْنَ الْمَاءَ إِلَّا غِبّاً فَاسْقِهِمْ

حضرت کدیر ضبی سے مروی ہے کہ ایک اعرابی بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے عرض کی، مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنت سے قریب اور جہنم سے دُور کردے؟ تو نبی مکرم، نورِ مجسم، رسولِ اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ''کیا اسی چیز نے تمہیں میرے پاس آنے اور سوال کرنے پر ابھارا؟''، عرض کی ہاں، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ''حق بات کہو اور اپنی حاجت سے زائد کو صدقہ کردو،'' عرض کی اللہ کی قسم میں ہر وقت نہ حق بات کہنے کی طاقت رکھتا ہوں اور نہ زائد کو صدقہ کرنے کی استطاعت، فرمایا، ''تو کھانا کھلاؤ اور سلام کو عام کرو'' انہوں نے عرض کی: یہ بھی اسی طرح سخت ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: ''کیا تمہارے پاس اُونٹ ہے؟'' انہوں نے عرض کی: جی، ہاں! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اپنا ایک اونٹ اور مشکیزہ لے کر ان لوگوں

فَلَعَلَّکَ لَا یَهْلِکُ بَعِیْرُکَ، وَلَا یَنْخَرِقُ سِقَاؤُکَ حَتّٰی تَجِبَ لَکَ الْجَنَّةُ". قَالَ: فَانْطَلَقَ الْأَعْرَابِيُّ یُکَبِّرُ فَمَا انْخَرَقَ سِقَاؤُهُ، وَلَا هَلَکَ بَعِیْرُهُ حَتّٰی قُتِلَ شَهِیْدًا۔[1]

کے پاس جاؤ جو بہت کم پانی پاتے ہیں۔ انہیں پلاؤ اس اُمید پر کہ تمہارا اونٹ ہلاک ہونے سے پہلے اور تمہارا مشکیزہ پھٹنے سے پہلے تمہارے لئے جنت واجب ہوجائے گی۔" راوی کہتے ہیں: اعرابی تکبیر کہتا ہوا گیا، اس کے مشکیزہ پھٹنے سے پہلے اور اونٹ کے ہلاک ہونے سے پہلے وہ جام شہادت نوش کر گیا۔

ایک اور حدیث میں ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: أَتَی النَّبِيَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ: مَا عَمَلٌ إِنْ عَمِلْتُ بِهِ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ؟، قَالَ: "أَأَنْتَ بِبَلَدٍ یُجْلَبُ بِهِ الْمَاءُ"؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: "فَاشْتَرِ بِهَا سِقَاءً جَدِیْدًا، ثُمَّ اسْقِ فِیْهَا حَتّٰی تُخَرِّقَهَا، فَإِنَّکَ لَنْ تُخَرِّقَهَا

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ شہنشاہ مدینہ، قرار قلب و سینہ، صاحب معطر پسینہ، باعث نزول سکینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کی کہ وہ کونسا عمل ہے جس کے ذریعہ میں جنت میں جاؤں؟ فرمایا، کیا تم ایسے شہر میں ہو جہاں پانی باہر سے لایا جاتا ہے؟ عرض کی جی ہاں، فرمایا تم وہاں ایک نیا مشکیزہ خریدو پھر اس کے پھٹنے تک لوگوں کو

[1] (المصنف لعبد الرزاق، کتاب الجامع، باب سقي الماء، الحدیث: ۲۰۴۶۴، ج۱۰، ص۶۲۔۶۳)
(السنن الکبری، کتاب الزکاۃ، باب ما ورد في سقي الماء، الحدیث: ۷۸۰۹، ج۴، ص۳۱۲)

حَتّٰى تَبْلُغَ بِهَا عَمَلَ الْجَنَّةِ"۔[1]

پانی پلاؤ، بے شک تم اپنے مشکیزے کو نہ پھاڑو گے مگر اس (یعنی مشکیزے کے پھٹنے) سے پہلے اس عمل کے سبب جنت میں پہنچ جاؤ گے۔

اپنے حوض سے غیر کے جانوروں کو پلانا جائز و مستحسن ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّيْ أَنْزِعُ فِيْ حَوْضِيْ حَتّٰى إِذَا مَلَأْتُهُ لِإِبِلِيْ وَرَدَ عَلَيَّ الْبَعِيْرُ لِغَيْرِيْ فَسَقَيْتُهُ فَهَلْ فِيْ ذٰلِكَ مِنْ أَجْرٍ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ فِيْ كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ أَجْرًا"۔[2]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا عرض کی، میں اپنے حوض سے پانی نکالتا ہوں یہاں تک کہ میں اپنے اونٹ کے لئے پانی بھرتا ہوں تو کسی اور کا اُونٹ بھی میرے پاس آجاتا ہے تو اُس کو بھی پلا دیتا ہوں۔ تو کیا اس میں میرے لئے ثواب ہے؟ فرمایا، ہر جگر والے کے ساتھ بھلائی کرنے میں اجر ہے۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے:

---

[1] (المعجم الکبیر للطبرانی، الحدیث: ۱۲۶۰۵، ج۱۲، ص۱۰۴)

[2] (المسند للإمام أحمد، مسند عبد اللّٰہ بن عمرو بن العاص، الحدیث: ۷۰۷۵، ج۲، ص۷۲۰)
(الترغیب والترھیب، کتاب الصدقات، الترغیب فی اطعام الطعام... الخ، الحدیث ۱۴۲۴، ج۱، ص۴۵۰)

عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ أَنَّ سُرَاقَةَ بْنَ جُعْشَمٍ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، الضَّالَّةُ تَرِدُ عَلٰى حَوْضِيْ فَهَلْ لِّيْ فِيْهَا مِنْ أَجْرٍ إِنْ سَقَيْتُهَا؟ قَالَ: "اسْقِهَا، فَإِنَّ فِيْ كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ حَرَّاءَ أَجْراً".[1]	حضرت محمود بن ربیع سے مروی ہے کہ سراقہ بن جعشم نے عرض کی، یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بھٹکتی اُونٹنیاں میرے حوض پر آجاتی ہیں تو کیا میرے لئے اُن کو پانی پلانے میں ثواب ہے؟ فرمایا ان کو پلادیا کرو ہر گرم جگر والے میں اجر ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کی محض کتے کو پانی پلانے کے سبب مغفرت فرمادی، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِيْ بِطَرِيْقٍ، اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْحَرُّ فَوَجَدَ بِئْراً فَنَزَلَ فِيْهَا، فَشَرِبَ ثُمَّ خَرَجَ، فَإِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ، يَأْكُلُ الثَّرٰى مِنَ	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک روز ایک شخص کسی رستہ سے جارہا تھا کہ اسے سخت گرمی محسوس ہوئی اسے ایک کنواں مل گیا وہ کنوئیں میں اُترا اور پانی پیا، جب باہر آیا تو دیکھا کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے اور پیاس

مدینہ

[1] (صحیح ابن حبان، ذکر إعطاء اللّٰه جل وعلا الأجر لمن سقى كل ذات كبد حري الحديث: ۵۴۲، ج۲، ص ۲۹۹)

(المستدرک علی الصحیحین الحدیث: ۲۵۹۹ ج۳، ص ۷۱۸)

(السنن الکبریٰ للبیهقي، کتاب الزکاة، باب ما ورد في سقي الماء الحدیث: ۷۸۰۷ ج۴، ص ۳۱۲)

(موارد الظمآن، باب في سقي الماء الحديث: ۸۶۰ ص ۲۱۸)

الْعَطَشِ، فَقَالَ الرَّجُلُ: لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا الْكَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِي كَانَ مِنِّي، فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَأَ خُفَّهُ مَاءً، ثُمَّ أَمْسَكَهُ بِفِيهِ حَتّٰى رَقِيَ فَسَقَى الْكَلْبُ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ، فَغَفَرَ لَهُ". قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: إِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ أَجْراً؟ فَقَالَ: "فِيْ كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ".[1]	کی شدت سے کیچڑ چاٹ رہا ہے اس شخص نے سوچا اس کتے کو بھی میری ہی طرح پیاس لگی ہے، وہ دوبارہ کنوئیں میں اُترا اپنے (چمڑے کے) موزے کو پانی سے بھرا، اور موزہ اپنے منہ میں دبا کر باہر آیا پھر اس پیاسے کُتے کو پانی پلادیا اس کا فعل اللہ تعالیٰ کو پسند آیا اور اس پر اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرمادی۔ صحابہ نے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا ہمارے لئے چوپایوں میں بھی اجر ہے؟ فرمایا، ہر تر جگر (یعنی ذی روح) میں ثواب ہے۔

بندے کے لئے سات چیزیں قبر میں جانے کے بعد بھی (ثواب کی صورت میں) جاری ہوتی ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "سَبْعٌ تَجْرِيْ لِلْعَبْدِ	حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں، سید المبلغین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، سات چیزیں ایسی ہیں جن کا اجر وثواب بندے کو مرنے کے بعد

[1] (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم الحديث: ٦٠٠٩، ج٤، ص٨٩)
(صحيح مسلم، كتاب السلام، باب فضل ساقي البهائم المحترمة وإطعامها الحديث: ١٥٣ـ(٢٢٤٤) ص٨٨٥)
(سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب ما يؤمر به من القيام على الدواب والبهائم الحديث: ٢٥٥٠ ج٣، ص٣٧)

بَعْدَ مَوْتِهِ وَهُوَ فِيْ قَبْرِهِ: مَنْ عَلَّمَ عِلْماً، أَوْ كَرَى نَهراً، أَوْ حَفَرَ بِئْراً، أَوْ غَرَسَ نَخْلاً، أَوْ بَنَى مَسْجِداً، أَوْ وَرَّثَ مُصْحَفاً، أَوْ تَرَكَ وَلَداً يَسْتَغْفِرُ لَهُ بَعْدَ مَوْتِهِ". [1]

اس کی قبر میں بھی پہنچتا ہے؛ جس نے کسی کو علم سکھایا یا کوئی نہر جاری کردی، یا کنواں کھدوا دیا، یا درخت لگوا دیا، یا مسجد بنوا دی، یا اپنے پیچھے قرآن شریف ورثہ میں چھوڑا یا ایسی اولاد چھوڑی جو اسکی موت کے بعد اس کے لئے دعائے مغفرت کرتی رہے۔

اسی طرح کی فضیلت ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پانی پلانے کو سب سے بڑا اجر فرمایا، چنانچہ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَيْسَ صَدَقَةٌ أَعْظَمَ أَجراً مِنْ مَاءٍ". [2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، کسی صدقہ کا اجر پانی صدقہ کرنے کے اجر سے زیادہ نہیں۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ فوت ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں ان کی والدہ کے ایصالِ ثواب کے لئے کنواں کھود کر وقف کردینے کا حکم فرمایا:

مدینہ

[1] (الديباج للسيوطي، الحديث: ١٦٣٢، ج٤، ص٢٢٨)
(حلية الاولياء، قتادة بن عامة، الحديث ٢٦٧٥، ج٢، ص٣٩٧)

[2] (شعب الإيمان، الباب الثاني والعشرون في الزكاة، فصل في إطعام الطعام وسقي الماء، الحديث: ٣٣٧٨، ج٣، ص ٢٢٠ ـ ٢٢١)

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ أَنَّ سَعْدًا أَتَی النَّبِيَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: إِنَّ أُمِّي تُوُفِّيَتْ، وَلَمْ تُوْصِ أَفَيَنْفَعُهَا أَنْ أَتَصَدَّقَ عَنْهَا؟ قَالَ: "نَعَمْ، وَعَلَيْكَ بِالْمَاءِ"[1].

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سعد شہنشاہ خوش خصال، پیکر حسن وجمال، دافع رنج وملال، صاحب جودونوال، رسول بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے عرض کی، یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری والدہ فوت ہوگئیں اور وصیت نہیں کی، کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو انہیں نفع پہنچے گا؟ فرمایا، ہاں اورتمہارے لیے پانی کا صدقہ کرنا بہتر ہے۔

دوسری روایت میں ہے:

عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: "الْمَاءُ"، فَحَفَرَ بِئْرًا وَقَالَ: هٰذِهِ لِأُمِّ سَعْدٍ.[2]

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں، میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری والدہ فوت ہوگئیں تو کون سا صدقہ ان کے لئے بہتر ہے؟ فرمایا، پانی، تو انہوں نے کنواں کھدوایا اور کہا یہ کنواں سعد کی ماں کے (ایصالِ ثواب کے) لئے ہے۔

شیخ طریقت، امیر اہل سنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال

---

[1] (المعجم الأوسط للطبراني، الحديث: ۸۰۶۱، ج۸، ص ۹۱)

[2] (سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب في فضل سقي الماء، الحديث: ۱۶۸۱، ج۲، ص۲۱۴)
(سنن ابن ماجه، كتاب الأدب، باب فضل صدقة الماء، الحديث: ۳۶۸۴، ج۴، ص۲۲۵)

محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ ''نماز کے احکام'' میں فرماتے ہیں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سیدنا سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کہنا کہ یہ کنواں ام سعد کے لیے ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ کنواں سعد کی ماں رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ایصال ثواب کے لیے ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا گائے یا بکرے وغیرہ کو بزرگوں کی طرف منسوب کرنا مثلاً یہ کہنا کہ ''یہ سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بکرا ہے'' اس میں کوئی حرج نہیں کہ اس سے مراد بھی یہی ہے کہ یہ بکرا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایصال ثواب کے لیے ہے اور قربانی کے جانور کو بھی تو لوگ ایک دوسرے ہی کی طرف منسوب کرتے ہیں، مثلاً کوئی اپنی قربانی کی گائے لئے چلا آرہا ہو اور اگر آپ اس سے پوچھیں کہ یہ کس کی ہے تو اس نے یہی جواب دینا ہے ''میری گائے ہے'' جب یہ کہنے والے پر اعتراض نہیں تو ''غوث پاک کا بکرا'' کہنے والے پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔ حقیقت میں ہر شے کا مالک اللہ عزوجل ہی ہے اور قربانی کی گائے ہو یا غوث پاک کا بکرا ہر ذبیحہ کے ذبح کے وقت اللہ عزوجل کا نام لیا جاتا ہے، اللہ وسوسوں سے نجات بخشے! آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم[1]

کنواں کھدوانے والے کے لئے بروزِ قیامت بڑا اجر ہے، حدیث شریف میں ہے:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ خاتم المرسلین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب رب العالمین،	عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

[1] (نماز کے احکام، فاتحہ کا طریقہ، ص۴۸۱)

قَالَ: ”مَنْ حَفَرَ مَاءً لَمْ تَشْرَبْ مِنْهُ كَبِدٌ حَرّٰى مِنْ جِنٍّ وَلَا إِنْسٍ وَلَا طَائِرٍ إِلَّا أَجَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“.[1]

جناب صادق و امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جو پانی کا کنواں کھُدوائے تو اسے بروزِ قیامت اس سے ہر ذی روح جِنّ و اِنس اور پرندے کے پانی پینے کا اجر اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔

اپنی ضرورت سے زائد پانی کو دوسروں سے روک لینے والے کے لیے حدیث پاک میں وعید آئی ہے چنانچہ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ: رَجُلٌ حَلَفَ عَلٰى سِلْعَةٍ لَقَدْ أُعْطِيَ بِهَا أَكْثَرَ مِمَّا أُعْطِيَ وَهُوَ كَاذِبٌ وَرَجُلٌ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، تاجدارِ رسالت، شہنشاہ نبوت، مخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، محبوب ربُ العزت، محسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تین شخص ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ نہ کلام فرمائے گا اور نہ انہیں رحمت کی نظر سے دیکھے گا، ایک وہ شخص جو کسی سامان پر قسم کھائے کہ مجھے پہلے اس سے زیادہ قیمت ملتی رہی حالانکہ وہ جھوٹا ہو اور ایک وہ شخص جو عصر کے بعد

مدینہ

[1] (التاريخ الكبير للبخاري، باب النون، الحديث: ١٠٤٦، ج١، ص٣٣١)
(صحيح ابن خزيمة، باب في فضل المسجد وإن صغر المسجد ضاق، الحديث: ١٢٩٢، ج٢، ص٢٦٩)

كَاذِبَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ لِيَقْتَطِعَ	جھوٹی قسم کھائے تا کہ اس قسم سے مسلمان شخص کا
بِهَا مَالَ رَجُلٍ مُسْلِمٍ، وَرَجُلٌ	مال مارے اور ایک وہ شخص جو بچا ہوا پانی روکے،
مَنَعَ فَضْلَ مَاءٍ، فَيَقُولُ اللّٰهُ:	اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آج میں تجھ سے اپنا فضل
الْيَوْمَ أَمْنَعُكَ فَضْلِي كَمَا	روکتا ہوں جیسے تو نے بچا ہوا پانی روکا تھا جسے
مَنَعْتَ فَضْلَ مَا لَمْ تَعْمَلْ	تیرے ہاتھوں نے نہ بنایا تھا۔

يَدَاكَ" الحديث[1].

"کلام سے کلامِ محبت اور نظر سے نظرِ رحمت مراد ہے ورنہ غضب کا کلام اور قہر کی نظر تو کفار پر بھی ہوگی"۔

"گزرگاہ عام پر غیر مملوک پانی اسکی حاجت سے زائد ہو، پھر وہ مسافروں اور جانوروں کو نہ پینے دے، لہٰذا اس حکم سے وہ لوگ خارج ہیں جو پانی بیچ کر اپنا گزارہ کرتے ہیں، کہ وہ پانی ان کے اپنے کنوئیں کا ہوتا ہے یا دور سے لایا ہوا"۔

وہ فرمان کہ جسے تیرے ہاتھوں نے نہ بنایا تھا،" اس جملہ میں بھی اشارہ اس طرف ہے کہ اپنا کھودا ہوا کنواں یا اپنا جمع کیا ہوا پانی اپنی ملکیت ہے جسے فروخت کرنا

---

[1] (صحيح البخاري، كتاب المساقاة، باب من رآى أن صاحب الحوض والقربة أحق بمائه، الحديث: ۲۳۶۹، ج۲، ص۸۹۔۹۰)

(صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان غلظ...إلخ، الحديث: ۱۷۳۔(۱۰۸)، ص۵۹)

(سنن أبي داود، كتاب البيوع والإجارات، باب في منع الماء، الحديث: ۳۴۷۴، ج۳، ص۳۸۳)

(سنن ابن ماجه، كتاب التجارات، باب ما جاء في كراهية الأيمان...الخ، الحديث: ۲۲۰۷، ج۳، ص۴۴)

(سنن النسائي، كتاب البيوع، باب الحلف ...الخ، الحديث: ۴۴۶۲، ج۴، الجزء ۷، ص۲۸۳)

(مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب إحياء الموات والشرب، الحديث: ۲۹۹۵، ج۱، ص۵۲۲)

بلا کراہت جائز ہے۔ ید سے مراد کوشش اور محنت ہے''۔[1]

جن چیزوں کا روکنا ممنوع ہے اس بارے میں حدیث پاک میں ارشاد ہے:

عَنِ امْرَأَةٍ يُقَالُ لَهَا بُهَيْسَةُ عَنْ أَبِيهَا قَالَتِ اسْتَأْذَنَ أَبِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَمِيصِهِ فَجَعَلَ يُقَبِّلُ وَيَلْتَزِمُ، ثُمَّ قَالَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَا الشَّيْءُ الَّذِي لَا يَحِلُّ مَنْعُهُ؟ قَالَ: "اَلْمَاءُ". قَالَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَا الشَّيْءُ الَّذِي لَا يَحِلُّ مَنْعُهُ؟ قَالَ: "اَلْمِلْحُ". قَالَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَا الشَّيْءُ الَّذِي لَا يَحِلُّ مَنْعُهُ؟ قَالَ: "أَنْ تَفْعَلَ الْخَيْرَ خَيْرٌ لَكَ".[2]

ایک عورت جنہیں بُہیسہ کہا جاتا تھا، سے مروی ہے فرماتی ہیں میرے والد نے سرکار والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روز شمار، دو عالم کے مالک ومختار، حبیب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی اندر داخل ہوئے تو آپ کی قمیص مبارک کو اٹھا کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے جسم اطہر کو چومنے لگے اور لپٹ گئے پھر عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ وہ کیا چیز ہے جس کا روکنا حلال نہیں؟ فرمایا کہ پانی، عرض گزار ہوئے کہ یا نبی اللہ! وہ کیا چیز ہے جس کا روکنا جائز نہیں فرمایا کہ نمک عرض گزار ہوئے کہ یا نبی اللہ! وہ کیا چیز ہے جس کا روکنا مناسب نہیں فرمایا کہ تمہارا نیکی کرنا تمہارے لئے بہتر ہے۔

مسلمان گھاس، پانی اور آگ میں شریک ہیں، چنانچہ:

---

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۳، ص۳۴۲)

[2] (سنن أبي داود، کتاب الزکاۃ، باب ما لا یجوز منعه، الحدیث: ۱۶۶۹، ج۲، ص۱۱۱)

عَنْ رَجُلٍ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثاً أَسْمَعُهُ يَقُوْلُ: "اَلْمُسْلِمُوْنَ شُرَكَاءُ فِيْ ثَلَاثٍ: فِي الْكَلَإِ، وَالْمَاءِ، وَالنَّارِ".[1]

ایک مہاجر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں، میں نے تین غزوات میں آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی آپ فرمایا کرتے تھے کہ مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں، گھاس، پانی اور آگ۔

ایک اور حدیث میں تین چیزیں پانی، نمک اور آگ بیان ہوئیں، چنانچہ:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الشَّيْءُ الَّذِيْ لَا يَحِلُّ مَنْعُهُ؟ قَالَ: "اَلْمَاءُ، وَالْمِلْحُ، وَالنَّارُ" قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا الْمَاءُ، وَقَدْ عَرَفْنَاهُ، فَمَا بَالُ الْمِلْحِ وَالنَّارِ؟ قَالَ: "يَا حُمَيْرَاءُ، مَنْ أَعْطَى نَاراً فَكَأَنَّمَا تَصَدَّقَ بِجَمِيْعِ مَا أَنْضَجَتْ تِلْكَ النَّارُ، وَمَنْ أَعْطَى مِلْحاً فَكَأَنَّمَا تَصَدَّقَ بِجَمِيْعِ مَا

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ نے عرض کی، یارسول اللہ کس چیز کا منع کرنا جائز نہیں؟ فرمایا، پانی، نمک اور آگ، فرماتی ہیں میں نے عرض کی، یارسول اللہ پانی تو یہی ہے جس کا معاملہ ہم جانتے ہیں، مگر نمک اور آگ میں کیا حکمت ہے؟ فرمایا اے حمیراء! جو کسی کو آگ دے تو گویا اس نے وہ سب دیا جو (کھانا وغیرہ) آگ پکائے گی، اور جو کسی کو نمک دے تو گویا اس نے وہ سب کچھ

مدینہ

[1] (سنن أبي داود، كتاب البيوع والإجارات، الحديث: ٣٤٧٧، ج٣، ص٣٨٤)

أَنْضَجَتْ تِلْکَ النَّارُ، وَمَنْ أَعْطٰى مِلْحاً فَكَأَنَّمَا تَصَدَّقَ بِجَمِيْعِ مَا طَيَّبَ ذٰلِکَ الْمِلْحُ، وَمَنْ سَقٰى مُسْلِماً شَرْبَةً مِنْ مَاءٍ حَيْثُ يُوْجَدُ الْمَاءُ فَكَأَنَّمَا أَعْتَقَ رَقَبَةً، وَمَنْ سَقٰى مُسْلِماً شَرْبَةً مِنْ مَاءٍ حَيْثُ لَا يُوْجَدُ الْمَاءُ فَكَأَنَّمَا أَحْيَاهَا"۔[1]

صدقہ کیا جس کو اس نمک نے لذّت دی، اور جس نے کسی مسلمان کو ایسی جگہ پانی پلایا جہاں پانی دستیاب ہو تو گویا اس نے ایک غلام آزاد کیا اور ایسی جگہ کسی مسلمان کو پانی پلایا جہاں پانی دستیاب نہ ہو تو گویا اس نے ایک غلام کو زندہ کر دیا۔

ایک اور حدیث شریف:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْمُسْلِمُوْنَ شُرَكَاءُ فِيْ ثَلَاثٍ: فِي الْمَاءِ، وَالْكَلَإِ، وَالنَّارِ، وَثَمَنُهُ حَرَامٌ". قَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ يَعْنِيْ: اَلْمَاءَ الْجَارِيْ.[2]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں، نبی مکرم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں پانی، گھاس اور آگ میں اور اس کی قیمت (لینا) حرام ہے۔ ابو سعید نے فرمایا اس سے مراد جاری پانی ہے۔

---

[1] (سنن ابن ماجه، كتاب الرهون، باب المسلمون شركاء في ثلاث، الحديث: ۲۴۷۴، ج۳، ص۱۸۷)

[2] (سنن أبي داود، كتاب البيوع والإجارات، باب في منع الماء، الحديث: ۳۴۷۷، ج۳، ص۳۸۴)
(سنن ابن ماجه، كتاب الرهون، باب المسلمون شركاء في ثلاث، الحديث: ۲۴۷۲، ج۳)
(مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب إحياء الموات والشرب، الحديث: ۳۰۰۱، ج۱، ص۵۵۳)

''یہاں پانی سے وہ پانی مراد ہے جو نہ کسی کی محنت سے حاصل ہوا ہو نہ کسی کے برتن میں بھرا ہو جیسے جنگل، بارش، سیلاب کا پانی مگر اپنی نہر، گھڑے، اپنی نالی کا پانی اس سے خارج ہے۔ایسے ہی گھاس سے وہ گھاس مراد ہے جو غیر مملوک زمین میں کھڑی ہو، اپنی مملوک زمین کی گھاس، ایسے ہی وہ گھاس جو کاٹ کر اپنے گھر میں رکھ لی مملوک ہے۔آگ سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص کو اپنے چراغ کی روشنی میں بیٹھنے، آگ تاپنے سے نہیں روک سکتے، یوں ہی اپنی شمع سے دوسرے کو شمع جلانے سے منع نہیں کرسکتے، بعض نے فرمایا کہ آگ سے مراد چقماق پتھر ہے لہٰذا ہر شخص اپنی آگ سے چنگاری لینے سے منع کرسکتا ہے کہ اس کی ملک ہے، اور اس سے آگ کم بھی ہو جاتی ہے''۔[1]

مسجد کی زیارت کی فضیلت

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم کا ارشادِ رحمت بنیاد ہے: ''بیشک مسجدیں زمین میں اللہ تعالٰی کے گھر ہیں اور اللہ تعالٰی پر حق ہے کہ وہ (اپنے گھر کی) زیارت کرنے والے کا اکرام (عزت) کرے۔'' (طبرانی کبیر، ج ۱۰، ص ۶۱، حدیث ۱۰۳۲۴)

حضرت علامہ عبدالرؤف مناوی علیہ رحمۃ اللہ القوی اس کی شرح میں فرماتے ہیں: ''یعنی مسجدیں وہ جگہیں ہیں جنہیں اللہ تعالٰی نے اپنی رحمتوں کو اتارنے کیلئے چنا ہے۔''

(فیض القدیر، ج ۲، ص ۵۵۲، دار الفکر)

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج ۴، ص ۳۴۴)

قرض دینے اور تنگدست پر آسانی کرنے کے فضائل

چونکہ قرض دینا بھی صدقہ کی ایک قسم ہے، جیسا کہ پہلے باب میں ذکر گزرا، لہٰذا اس باب میں ان شاء اللہ عزوجل قرض دینے اور تنگدست پر آسانی کرنے کے فضائل میں وارد ہونے والی احادیث طیبہ کا بیان ہوگا، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "كُلُّ قَرْضٍ صَدَقَةٌ".[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر قرض صدقہ ہے۔

ایک اور حدیث میں فرمایا:

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَنْ مَنَحَ مَنِيْحَةَ لَبَنٍ، أَوْ وَرِقٍ، أَوْ هَدٰى زُقَاقاً كَانَ لَهُ مِثْلَ عِتْقِ رَقَبَةٍ".[1]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو دودھ والا جانور عاریۃً دے یا چاندی قرض دے یا کسی کو راستہ بتائے تو اسے غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہے۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: یعنی کسی کو دودھ کا جانور کچھ روز کے لئے عاریۃً دینا کہ وہ اس کا دودھ پی لے یا کسی

---

[1] (شعب الإيمان، باب في الزكاة، فصل في القرض، الحديث: ٣٥٦٣، ج٣، ص ٢٨٤)

(المعجم الكبير، الحديث: ٣٤٩٨، ج٤، ص ٤٧١)

حاجتمند کو کچھ روپیہ قرض دینا یا نابینا یا ناواقف کو راستہ بتا دینے کا ثواب غلام آزاد کرنے کے برابر ہے جب قرض دینے کا یہ ثواب ہوا تو خیرات دے دینے کا کتنا ہوگا خود سوچ لو۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ کبھی قرض دینا صدقہ دینے سے بڑھ جاتا ہے کیونکہ صدقہ تو غیر حاجتمند بھی لے لیتا ہے مگر قرض ضرورت مند ہی لیتا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کبھی معمولی نیکی کا ثواب بڑے سے بڑے کام سے بڑھ جاتا ہے، پیاسے کو ایک گھونٹ پانی پلا کر اس کی جان بچا لینے کا ثواب سینکڑوں روپیہ خیرات کرنے سے زیادہ ہے، اس لئے حدیث شریف میں ہے کہ قیامت میں نیکیوں کا ثواب بقدرِ عمل ملے گا۔[۲]

صدقہ دینا دس گنا ثواب رکھتا ہے جبکہ قرض دینا اٹھارہ گُنا، حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "رَأَيْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ مَكْتُوْباً: اَلصَّدَقَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا وَالْقَرْضُ بِثَمَانِيَةَ عَشَرَ فَقُلْتُ: يَا جِبْرِيْلُ مَا بَالُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: سید المبلغین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: شبِ معراج میں نے جنت کے دروازے پر لکھا دیکھا صدقہ دس گُنا اور قرض اٹھارہ گنا (زیادہ اجر رکھتا) ہے میں نے کہا: اے جبریل! قرض

---

۱ (سنن الترمذي، كتاب البر الصلة، باب ما جاء في المنحة، الحديث: ۱۹۵۷، ج۳، ص۹۰)
(مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب فضل الصدقة، الحديث: ۱۹۱۷، ج۱، ص۳۶۳)

۲ (مرآة المناجيح شرح مشكاة المصابيح، ج۳، ص۱۰۷)

الْقَرْضِ أَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَةِ؟ — کے صدقہ سے افضل ہونے کی کیا وجہ ہے؟

قَالَ: لِأَنَّ السَّائِلَ يَسْأَلُ وَعِنْدَهُ وَالْمُسْتَقْرِضُ لَا يَسْتَقْرِضُ إِلَّا مِنْ حَاجَةٍ". [1] — توانہوں نے عرض کیا: اس لئے کہ سائل مانگتا ہے حالانکہ اس کے پاس مال موجود ہوتا ہے جبکہ قرض لینے والا بلاضرورت قرض نہیں لیتا۔

یونہی ایک مرتبہ قرض دینے کا ثواب دو مرتبہ صدقہ کرنے کے برابر ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُقْرِضُ مُسْلِماً قَرْضاً مَرَّةً إِلَّا كَانَ كَصَدَقَتِهَا مَرَّتَيْنِ". [2] — حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ شہنشاہ خوش خصال، پیکر حسن وجمال، دافع رنج وملال، صاحب جودونوال، رسول بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان کسی مسلمان کو ایک مرتبہ قرض دیتا ہے تو وہ ایسے ہوتا ہے جیسے دو مرتبہ صدقہ کیا ہو۔

یوں ہی تنگدست کے ساتھ شفقت اور نرمی کا برتاؤ رکھنے والے کے لئے بروزِ قیامت مغفرت کی بشارت ہے، یعنی جو شخص دنیا میں پریشان حال کے لئے آسانی فراہم کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں بھی چین عطا کرے گا اور آخرت میں بھی راحت اس کا مقدر ہوگی، چنانچہ حدیث شریف میں بیان ہے:

---

[1] (سنن ابن ماجه، كتاب الصدقات، باب القرض، الحديث: ٢٤٣١، ج٣، ص١٦٣-١٦٤)

[2] (سنن ابن ماجه، كتاب الصدقات، باب القرض، الحديث: ٢٤٣٠، ج٣، ص١٦٣)
(الترغيب والترهيب، كتاب الصدقات، الترغيب فى القرض...الخ، الحديث: ١٣٣٩، ج١، ص٤٢٦)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ".[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: شہنشاہ خوش خصال، پیکر حسن و جمال، دافع رنج و ملال، صاحب جودو نوال، رسول بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی تنگدست پر آسانی کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس پر آسانی فرمائے گا۔

ایک اور حدیث میں ہے:

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ رَجُلًا كَانَ فِيْمَنْ قَبْلَكُمْ أَتَاهُ الْمَلَكُ لِيَقْبِضَ رُوْحَهٗ فَقِيْلَ لَهٗ: هَلْ عَمِلْتَ مِنْ خَيْرٍ؟ قَالَ: مَا أَعْلَمُ قِيْلَ لَهٗ اُنْظُرْ قَالَ: مَا أَعْلَمُ شَيْئًا غَيْرَ أَنِّيْ كُنْتُ أُبَايِعُ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا وَأُجَازِيْهِمْ فَأُنْظِرُ الْمُوْسِرَ وَأَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ فَأَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ.[2]

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: خاتم المرسلین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب رب العلمین، جناب صادق و امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے اگلے لوگوں میں ایک شخص تھا جس کے پاس اس کی روح قبض کرنے فرشتہ آیا تو اس سے کہا گیا کہ کیا تو نے کوئی نیکی کی ہے؟ وہ بولا: میں نہیں جانتا اس سے کہا گیا: غور تو کر، بولا: اس کے سوا کچھ اور نہیں جانتا کہ میں دنیا میں لوگوں سے تجارت کرتا تھا اور ان پر تقاضا کرتا تھا تو امیر کو مہلت دے دیتا اور غریب کو معافی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے جنت میں داخل فرمادیا۔

---

[1] (سنن ابن ماجه، كتاب الصدقات، باب إنظار المعسر، الحديث: ٢٤١٧، ج٣، ص١٥٦)

[2] (سنن الدارمي، كتاب البيوع، باب في السماحة، الحديث: ٢٥٤٩/١، ص٨٢٩) =

کسی پر نرمی صرف مالی امداد کی صورت ہی میں نہیں تجارتی معاملات میں بھی ہوسکتی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ایک شخص کے متعلق بیان ہوا:

عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: "أُتِيَ اللّٰهُ بِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِهِ، آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَقَالَ لَهُ: مَاذَا عَمِلْتَ فِي الدُّنْيَا؟ قَالَ: وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثاً قَالَ: يَا رَبِّ آتَيْتَنِيْ مَالَكَ. فَكُنْتُ أُبَايِعُ النَّاسَ، وَكَانَ مِنْ خُلُقِي الْجَوَازُ. فَكُنْتُ أَتَيَسَّرُ عَلَى الْمُوْسِرِ، وَأُنْظِرُ الْمُعْسِرَ، فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: أَنَا أَحَقُّ بِذَا مِنْكَ، تَجَاوَزُوْا عَنْ عَبْدِيْ"[1]

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالٰی کے بندوں میں سے ایک بندہ اس کے پاس لایا گیا جسے اللہ تعالٰی نے مال عطا کیا تھا تو اللہ تعالٰی نے اس سے پوچھا کہ تو نے دنیا میں کیا عمل کیا؟ راوی کہتے ہیں لوگ اللہ تعالٰی سے کوئی بات چھپا نہیں سکتے، چنانچہ اس نے کہا اے میرے رب! تو نے مجھے مال عطا کیا میں لوگوں سے خرید وفروخت کرتا تھا اور میری عادت تھی کہ میں درگزر کرتا پس میں مال دار پر آسانی کرتا اور تنگ دست کو مہلت دیتا اللہ تعالٰی نے فرمایا میں اس (درگزر کرنے) کا تجھ سے زیادہ حق دار ہوں (اے فرشتو!) میرے بندے سے درگزر کرو۔

یوں ہی ایک اور شخص کا تذکرہ پڑھئے جس نے تجارتی معاملات میں اپنے

= (صحيح البخاري، كتاب البيوع، باب من أنظر معسراً، الحديث: ٢٠٧٧، ج٢، ص١٠-١١)
(صحيح مسلم، كتاب المساقاة، باب فضل إنظار المعسر، الحديث: ١٥٦٠، ٢٠٧)
(مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب المساهلة فى المعاملات، الحديث: ٢٧٩١، ج١، ص٥١٨)

[1] (صحيح مسلم، كتاب المساقاة، باب فضل إنظار المعسر، الحديث: ١٥٦٠، ص٢٠٧-٢٠٨)

ملازمین کو ہر کسی سے نرمی کا برتاؤ رکھنے کا حکم دے رکھا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے سبب اس پر نرمی فرمائی، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "حُوْسِبَ رَجُلٌ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَلَمْ يُوْجَدْ لَهُ مِنَ الْخَيْرِ شَيْءٌ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ يُخَالِطُ النَّاسَ وَكَانَ مُوْسِراً وَكَانَ يَأْمُرُ غِلْمَانَهُ أَنْ يَّتَجَاوَزُوْا عَنِ الْمُعْسِرِ. قَالَ اللّٰهُ عزوجل: نَحْنُ أَحَقُّ بِذٰلِكَ تَجَاوَزُوْا عَنْهُ".[1]

حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: سرکار والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روزِ شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے اگلے لوگوں میں سے ایک شخص کا محاسبہ کیا گیا اس کے پاس کوئی نیک عمل نہ پایا گیا سوائے اس کے کہ وہ عام لوگوں میں گھل مل جاتا حالانکہ وہ مالدار تھا اور اپنے خادمین کو حکم دیا کرتا کہ وہ تنگدست سے درگزر کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم اس بات کے زیادہ حقدار ہیں، (اے فرشتو!) اس سے بھی درگزر کرو۔

ایک اور حدیث میں ارشادِ نبوی ہے:

---

[1] (صحيح مسلم، كتاب المساقاة، باب فضل إنظار المعسر، الحديث: ١٥٦١، ص٨٤٧)
(سنن الترمذي، كتاب البيوع، باب ماجاء في إنظار المعسر والرفق به، الحديث: ١٣٠٧، ج٢، ص٣١٧)
(المعجم الكبير للطبراني، الحديث: ٥٣٧، ج١٧، ص٢٠١)

عَنْ بُرَیْدَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم یَقُوْلُ: "مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِراً فَلَہُ کُلَّ یَوْمٍ مِثْلَہُ صَدَقَۃٌ". ثُمَّ سَمِعْتُہُ یَقُوْلُ: "مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِراً فَلَہُ کُلَّ یَوْمٍ مِثْلَیْہِ صَدَقَۃٌ" فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ سَمِعْتُکَ تَقُوْلُ: مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِراً فَلَہُ کُلَّ یَوْمٍ مِثْلُـہُ صَدَقَۃٌ، ثُمَّ سَمِعْتُکَ تَقُوْلُ: مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِراً فَلَہُ کُلَّ یَوْمٍ مِثْلَیْہِ صَدَقَۃٌ؟ قَالَ لَہُ: "کُلَّ یَوْمٍ مِثْلُہُ صَدَقَۃٌ قَبْلَ أَنْ یَحِلَّ الدَّیْنُ، فَإِذَا حَلَّ فَأَنْظَرَہُ فَلَہُ بِکُلِّ یَوْمٍ مِثْلَیْہِ صَدَقَۃٌ".[1]

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں نے آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِ اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا: جو کسی تنگدست کو مہلت دے اُس کے لئے روزانہ قرض کے برابر صدقہ کرنے کا ثواب ہے۔ پھر میں نے ایک مرتبہ آپ کو یہ فرماتے سُنا کہ جو کسی تنگدست کو مہلت دے اُس کے لئے روزانہ قرض سے دوگنا صدقہ کرنے کا ثواب ہے۔ تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے آپ کو ارشاد فرماتے سُنا تھا کہ جو کسی تنگدست کو مہلت دے اُس کے لئے روزانہ قرض کے برابر صدقہ کرنے کا ثواب ہے۔ پھر میں نے آپ کو یہ فرماتے سُنا کہ جو کسی تنگدست کو مہلت دے اُس کے لئے روزانہ قرض سے دوگنا صدقہ کرنے کا ثواب ہے۔ (اس کی کیا وجہ ہے؟) آپ نے ارشاد فرمایا: روزانہ قرض کے برابر صدقہ کرنے کا ثواب ادائیگی کا وقت آنے سے پہلے ہے اور جب ادائیگی کا وقت آپہنچے پھر وہ مقروض کو مزید مہلت دے تو اس کے لئے روزانہ قرض سے دوگنا صدقہ کرنے کا ثواب ہے۔

---

[1] (الترغیب والترھیب، کتاب الصدقات، الترغیب في التیسیر علی المعسر...إلخ، الحدیث:۸، ج۲، ص۲۲)

ایک اور حدیث میں تنگدست پر آسانی کرنے والے کی فضیلت بیان فرمائی گئی:

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا، نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ. وَمَنْ يَّسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ، يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِماً، سَتَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ. وَاللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ أَخِيْهِ وَمَنْ سَلَكَ طَرِيْقاً يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْماً سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ طَرِيْقاً إِلَى الْجَنَّةِ. وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِيْ بَيْتٍ مِنْ بُيُوْتِ اللّٰهِ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَيَتَدَارَسُوْنَهُ بَيْنَهُمْ، إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: نبی مکرم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان سے دنیوی مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت دور کی تو اللہ تعالیٰ اُس سے روز قیامت کی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت دور کردے گا اور جو کسی تنگدست پر آسانی کرے گا اللہ تعالیٰ اُس پر دنیا و آخرت میں آسانیاں فرمائے گا اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا، اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ بندہ کی مدد پر رہتا ہے جب تک کہ بندہ اپنے بھائی کی مدد پر رہے، اور جو تلاشِ علم میں کسی راستہ پر چلے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنّت کا راستہ آسان فرمادے گا اور کوئی قوم اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر میں قرآن پڑھنے اور آپس میں قرآن سیکھنے سکھانے کے لئے جمع ہوتی ہے تو ان پر سکینہ نازل ہوتا ہے اور انہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے گھیر لیتے

وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ. وَمَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ".[1] ہیں اور اللہ عزوجل اسے اس جماعت میں یاد کرتا ہے جو اس کے پاس ہے۔ اور جسے عمل پیچھے کردے اُسے نسب نہیں بڑھا سکتا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: یعنی تم کسی کی فانی مصیبت دفع کرو اللہ تم سے باقی مصیبت دفع فرمائیگا تم مومن کو فانی دنیوی آرام پہنچاؤ اللہ تمہیں باقی اُخروی آرام دے گا کیونکہ بدلہ احسان کا احسان ہے یہ حدیث بہت جامع ہے کسی مسلمان کے پاؤں سے کانٹا نکالنا بھی ضائع نہیں جاتا حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ صرف قیامت ہی میں بدلہ ملے گا بلکہ قیامت میں بدلہ ضرور ملے گا اگرچہ کبھی دنیا میں بھی مل جائے۔

جو مقروض کو معافی یا مہلت دے، غریب کی غربت دور کرے تو ان شاء اللہ دین و دنیا میں اسکی مشکلیں آسان ہوں گی۔ مرقاۃ میں فرمایا کہ اس حکم میں مومن کافر سب شامل ہیں کافر مصیبت زدہ کی مصیبت دور کرنے پر بھی ثواب مل جاتا ہے بلکہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک بازاری عورت نے پیاسے کُتے کو پانی پلا کر جان بچائی اللہ نے اُسے اسی پر بخش دیا۔

''جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے'' اس کے تحت حکیم الامت فرماتے ہیں: یا تو اس طرح کہ ننگے کو کپڑے پہنائے یا اُس کے چھپے ہوئے عیب ظاہر نہ کرے بشرطیکہ

---

[1] (صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر، الحدیث: ۲۶۹۹، ص ۱۰۳۹)
(سنن الترمذي، کتاب القراءات، ۱۲۔ باب، الحدیث: ۲۹۴۵، ج۴، ص ۴۱)
(مشکاۃ المصابیح، کتاب العلم، الفصل الأول، الحدیث: ۲۰۴، ج۱، ص ۶۰)

اس ظاہر نہ کرنے سے دین یا قوم کا نقصان نہ ہو ورنہ ضرور ظاہر کردے کفّار کے جاسُوسوں کو پکڑوائے ، خفیہ سازشیں کرنیوالوں کے راز کو طشت از بام کرے، ظلماً قتل کی تدبیر کرنے کی مظلوم کو خبر دے دے، اخلاق اور ہیں معاملات اور سیاسیات کچھ اور۔

''جو تلاشِ علم میں کسی راستہ پر چلے'' اس کے تحت حکیم الامت فرماتے ہیں: جوعلمِ دین سیکھنے یا دینی فتویٰ حاصل کرنے کے لئے عالم کے گھر جائے سفر کرکے یا چند قدم تو اس کی برکت سے اللہ دنیا میں اس پر جنّت کے کام آسان کریگا مرتے وقت ایمان نصیب کرے گا قبر و حشر کے حساب میں کامیابی اور پل صراط پر آسانی عطا فرمائیگا۔ جنّت کے راستے میں سب چیزیں داخل ہیں اس سے معلوم ہوا کہ علم کے لئے سفر کرنا بہت ثواب ہے موسیٰ علیہ السلام طلبِ علم کے لئے خضر علیہ السلام کے پاس سفر کرکے گئے، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک حدیث کے لئے ایک ماہ کا سفر طے کرکے عبداللہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے۔

''اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں'' اس کے تحت حکیم الامت فرماتے ہیں: یہاں اللہ کے گھر سے مراد مسجدیں، دینی مدرسے اور صوفیاء کی خانقاہیں ہیں جو اللہ کے ذکر کیلئے وقف ہیں یہود و نصاریٰ کے عبادت خانے اس سے خارج ہیں کہ وہاں تو مسلمان کو بلاضرورت جانا ہی منع ہے درسِ قرآن سے مراد قرآن شریف کی تلاوت تجوید کے احکام سیکھنا ہیں لہٰذا اس میں صرف، نحو، فقہ، حدیث، تفسیر وغیرہ کے درس شامل ہیں جیسا کہ مرقاۃ وغیرہ میں ہے، اسی لئے تلاوت کے بعد درس کا علیحدہ ذکر فرمایا۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: سکینہ اللہ کی ایک مخلوق ہے جس کے اُترنے سے دلوں کو چین نصیب ہوتا ہے کبھی ابر کی شکل میں نمودار ہوتی ہے

اور دیکھی بھی جاتی ہے اس کی برکت سے دل سے غیر خدا کا خوف جاتا رہتا ہے رحمت سے خالص رحمت مراد ہے جو بوقتِ ذکر ذاکر کو ہر طرف سے گھیرتی ہے فِرِشتوں سے سیّاحین فرشتے مراد ہیں جو ذکر کی مجلسیں ڈھونڈتے پھرتے ہیں ورنہ اعمال لکھنے والے اور حفاظت کرنے والے فرشتے ہر وقت انسان کے ساتھ رہتے ہیں مقصد یہ ہے کہ جہاں مجمع کے ساتھ ذکر اللہ ہو رہا ہو وہاں یہ تین رحمتیں اُترتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ تنہا ذکر سے جماعت کا مِلکر ذکر کرنا افضل ہے جماعت کی نماز کا درجہ زیادہ کہ اگر ایک کی قبول سب کی قبول۔[1]

''اللہ عزوجل اسے اس جماعت میں یاد کرتا ہے جو اس کے پاس ہے'' اس کی وضاحت کرتے ہوئے مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: یعنی فرشتوں کی جماعت، اسکی شرح میں وہ حدیث کہ فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو ربّ کو اکیلے یاد کرے ربّ بھی اسے ایسے ہی یاد کرتا ہے جو جماعت میں یاد کرے ربّ اُسے فرشتوں میں یاد کرتا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے: ﴿فَاذْكُرُوْنِیْۤ اَذْكُرْكُمْ﴾ [البقرۃ:۲/۱۵۲]

ترجمہ: تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا (کنز الایمان)) اس ربّ کی یاد کا اثر یہ پڑتا ہے کہ مخلوق اُس بندے کو یاد کرنے لگتی ہے بزرگوں کے مزارات پر زائرین کا ہجوم وہاں ذکر اللہ کی دھوم اسی یاد کا نتیجہ ہے۔

''جسے عمل پیچھے کردے اُسے نسب نہیں بڑھا سکتا'' اس کے تحت فرماتے ہیں: یعنی نسب کی شرافت عمل کی کمی کو پورا نہ کرے گی، شعر:

بندۂ عشق شدی ترکِ نسب کن جامی ❁ کہ دریں راہ فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج ۱، ص ۱۸۹۔۱۹۰)

(یعنی، عشق والا بندہ بن اے جامی! نسب کو چھوڑ دے کہ اس (عشق) کی راہ میں فلاں بن فلاں کی کوئی حیثیت نہیں)۔

کیا تمہیں خبر نہیں کہ نوح علیہ السلام کی کشتی میں کُتے بلّوں کے لئے جگہ تھی مگران کے کافر بیٹے کنعان کے لئے جگہ نہ تھی مقصد یہ ہے کہ شریف النّسب اعمال سے لاپرواہ نہ ہوجائیں یہ منشا نہیں کہ شرافتِ نسب کوئی چیز ہی نہیں۔[1]

ایک اور حدیث میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً جَعَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُعْبَتَيْنِ مِنْ نُّوْرٍ عَلَى الصِّرَاطِ يَسْتَضِيْءُ بِضَوْئِهِمَا عَالَمٌ لَّا يُحْصِيْهِمْ إِلَّا رَبُّ الْعِزَّةِ".[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی مسلمان سے پریشانی دور کرے گا تو بروزِ قیامت اللہ تعالٰی پُل صراط پر اُس کے لئے دو نور کے بُقعے روشن فرمائے گا جن کی ضیاء سے اس قدر مخلوق مستفیض ہوگی جن کی تعداد اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

تنگدست کو مہلت دینے یا قرض معاف کردینے والے بروزِ قیامت اللہ تعالٰی کی رحمت کے سائے میں ہوں گے، چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

مدینہ

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج ۱، ص ۱۹۰)

[2] (الترغيب والترهيب، كتاب الصدقات، الترغيب في التيسير على المعسر...إلخ، الحديث: ۱۰، ج ۲، ص ۲۲)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِراً، أَوْ وَضَعَ لَهُ أَظَلَّهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ".[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: حضور پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی تنگدست کو مہلت دے یا کچھ قرض معاف کردے تو اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت اسے اپنے عرش کے سائے میں رکھے گا کہ جس دن اس کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَنْ نَفَّسَ عَنْ غَرِيْمِهِ أَوْ مَحَى عَنْهُ كَانَ فِي ظِلِّ الْعَرْشِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ".[2]

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں نے سید المبلغین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا: جو اپنے مقروض کو مہلت دے یا قرض معاف کردے تو وہ بروزِ قیامت عرش کے سایہ میں ہوگا۔

ایک اور حدیث میں ہے:

---

[1] (سنن الترمذي، كتاب البيوع، باب ماجاء في إنظار المعسر والرفق به، الحديث: ۱۳۰۶، ج۲، ص۳۱۷)

[2] (المسند للإمام أحمد بن حنبل، مسند أبي قتادة الأنصاري، الحديث: ۲۲۹۲۶، ج۷، ص۵۰۶)

عَـنْ أَبِي الْيُسْـرِ رَضِـيَ الـلّٰـهُ تَعَـالٰى عَنْهُ قَـالَ: أَشْهَدُ عَلٰى رَسُـوْلِ اللّٰهِ صَـلَّـى اللّٰهُ تَعَالٰى عَـلَيْـهِ وَسَلَّمَ لَسَـمِـعْتُهُ يَقُوْلُ: "إِنَّ أَوَّلَ الـنَّـاسِ يَسْتَـظِلُّ فِيْ ظِـلِّ الـلّٰـهِ يَـوْمَ الْقِيَامَةِ لَرَجُلٌ أَنْظَـرَ مُـعْسِراً حَتّٰى يَجِدَ شَيْئاً أَوْ تَـصَـدَّقَ عَـلَيْـهِ بِمَا يَطْلُبُـهُ يَـقُـوْلُ: مَـالِـيْ عَـلَيْـكَ صَدَقَةٌ ابْتِـغَـاءَ وَجْـهِ اللّٰـهِ، وَيُخَرِّقُ صَحِيْفَتَهُ"[1]

حضرت ابو یسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ بروزِ قیامت لوگوں میں سب سے پہلے اللہ کے (عرش کے) سائے میں وہ شخص پناہ لے گا جو کسی تنگدست مقروض کو مہلت دے یہاں تک کہ وہ کوئی چیز پائے (جس سے اپنا قرض ادا کرسکے) یا اپنا مطالبہ یہ کہتے ہوئے صدقہ کردے کہ یہ اللہ کی رضا کی خاطر تجھ پر صدقہ ہے اور قرض کی دستاویز کو پھاڑ دے۔

تنگدست پر آسانی کرنے والے کے لئے دعاؤں کی قبولیت کا مژدہ ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عَـنِ ابْـنِ عُـمَـرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَـنْهُـمَـا قَـالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَـلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَـلَّـمَ: "مَـنْ أَرَادَ أَنْ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں: شہنشاہ خوش خصال، پیکر حسن وجمال، دافع رنج و ملال، صاحب جودونوال، رسول بے مثال بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

[1] (المعجم الكبير للطبراني،الحديث:۳۷۷،ج۱۹،ص۱۶۷)

تُسْتَجَابَ دَعْوَتُهُ وَأَنْ تُكْشَفَ كُرْبَتُهُ فَلْيُفَرِّجْ عَنْ مُعْسِرٍ".[1]

فرمایا: جو چاہے کہ اس کی دعا قبول کی جائے اور اس کی مشکل آسان فرمائی جائے تو اس چاہیئے کہ تنگدست پر آسانی کرے۔

تنگ دست کو مہلت دینے کی فضیلت میں ایک اور روایت:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا إِلٰى مَيْسَرَتِهِ أَنْظَرَهُ اللّٰهُ بِذَنْبِهِ إِلٰى تَوْبَتِهِ".[2]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں: خاتم المرسلین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب رب العلمین، جناب صادق وامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی تنگدست کو اس کے خوشحال ہونے تک مہلت دے تو اللہ تعالیٰ اسے گناہوں سے توبہ کرنے تک مہلت عطا فرمائے گا۔

---

[1] (الترغيب والترهيب، كتاب الصدقات، الترغيب في التيسير على المعسر...إلخ، الحديث:١٣، ج٢، ص٢٣)

[2] (المعجم الكبير للطبراني،الحديث:١١٣٣٠،ج١١،ص١٥١)

عورت کا اپنے شوہر کے مال سے صدقہ کرنا

عورت خاوند کی وہ ہی چیز صدقہ کرسکتی ہے جسے صدقہ کرنے کی شوہر کی جانب سے عادۃً اجازت ہوتی ہے، اور اگر معلوم ہو کہ فلاں چیز صدقہ کرنے سے شوہر ناراض ہوگا یا کوئی خاص شے جو مرد نے اپنے لئے رکھی ہو ایسی چیزوں کا صدقہ کرنا عورت کے لئے جائز نہیں۔

عورت اگر نیک نیتی اور شوہر کی رضا مندی سے صدقہ کرے تو اس عورت، اس کے شوہر اور جس خادم کے ذریعہ صدقہ دے، سب کے لئے اجر ہے، چنانچہ:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا بِمَا أَنْفَقَتْ، وَلِزَوْجِهَا أَجْرُهُ بِمَا اكْتَسَبَ، وَلِلْخَادِمِ مِثْلُ ذٰلِكَ، لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ مِنْ أَجْرِ بَعْضٍ شَيْئًا"[1]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: سرکار والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روزِ شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب عورت اپنے گھر کے کھانے سے کچھ خیرات کرے بشرطیکہ بربادی کی نیت نہ ہو تو اسے خیرات کرنے کا ثواب ہوگا اور اس کے خاوند کو کمانے کا ثواب اور خادم کو بھی اس کے برابر، جن میں کوئی دوسرے کے ثواب سے کچھ کم نہ کریگا۔

مدینہ

[1] (صحیح البخاري، کتاب الزکاۃ، باب أجر الخادم إذا تصدق بأمر صاحبه غیر مفسدة، الحدیث: ۱۴۳۷، ج ۱، ص ۳۵۲)

(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب أجر الخازن الأمین والمرأة إذا تصدقت من بیت زوجها غیر مفسدة... إلخ، الحدیث: ۱۰۲۳، ص ۳۶۷)

(مشکاة المصابیح، کتاب الزکاۃ، باب صدقة المرأة من مال الزوج، الحدیث: ۱۹۴۷، ج ۱، ص ۳۶۹)

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

اگرچہ حدیث پاک میں کھانے کی خیرات کا ذکر ہے مگر اس میں تمام وہ معمولی چیزیں داخل ہیں جن کے خیرات کرنے کی خاوند کی طرف سے عادۃً اجازت ہوتی ہے جیسے پھٹا پرانا کپڑا ٹوٹا جوتا وغیرہ اور کھانے میں بھی عام کھانا روٹی سالن داخل ہے جس کی خیرات کرنے سے خاوند ناراض نہیں ہوتا، اگر خاوند نے کوئی خاص حلوہ یا معجون اپنے گھر کے خرچ کے لئے بہت روپیہ خرچ کر کے تیار کی ہے تو اس میں سے خیرات کی عورت کو اجازت نہیں مرقات نے فرمایا یہاں خرچ کرنے میں بچوں پر خرچ کرنا مہمانوں کی خاطر تواضع پر خرچ بھکاری فقیر پر خرچ سب ہی شامل ہے مگر شرط یہ ہی ہے کہ مال برباد کرنے کی نیت نہ ہو بلکہ حصول ثواب کا ارادہ ہو اور اتنا ہی خرچ کرے جتنے خرچ کر دینے کی عادت ہوتی ہے۔[1]

ایک اور روایت:

عَنْ عَطَاءٍ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ سُئِلَ عَنِ الْمَرْأَةِ هَلْ تَتَصَدَّقُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا؟ قَالَ: لَا إِلَّا مِنْ قُوتِهَا، وَالْأَجْرُ بَيْنَهُمَا، وَلَا يَحِلُّ لَهَا أَنْ تَتَصَدَّقَ مِنْ مَالِ زَوْجِهَا إِلَّا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عورت کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا وہ اپنے شوہر کے گھر میں سے صدقہ کر سکتی ہے؟ فرمایا: نہیں سوائے اپنی غذا کے اور اس کا اجر دونوں کو ملے گا عورت کے لئے حلال نہیں کہ شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے مال سے صدقہ دے اور رزین عبدری نے اپنی جامع

مدینہ

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۳، ص۱۲۷)

بِإِذْنِهِ. زاد رزين العبدريّ في جامعه: فَإِنْ أَذِنَ لَهَا فَالْأَجْرُ بَيْنَهُمَا، فَإِنْ فَعَلَتْ بِغَيْرِ إِذْنِهِ فَالْأَجْرُ لَهُ، وَالإِثْمُ عَلَيْهَا.[1]

میں ان الفاظ کا اضافہ کیا کہ اگر عورت شوہر کی اجازت سے صدقہ کرے تو دونوں کو ثواب ملے گا اور اگر شوہر کی اجازت کے بغیر صدقہ کرے تو شوہر کو اس کا ثواب ملے گا اور عورت گنہگار ہوگی۔

ایک اور حدیث شریف:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يَجُوْزُ لِامْرَأَةٍ عَطِيَّةٌ إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا".[2]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آقائے مظلوم، سرور معصوم حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب رب اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت کا اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر عطیہ دینا جائز نہیں

امام جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: أي من مال الزوج وإلا فالعطية من مالها لا يحتاج إلى إذنٍ عند الجمهور[3]

---

[1] (مصنف عبد الرزاق، كتاب الزكاة، باب صدقة المرأة بغير إذن زوجها، الحديث: ۷۳۰۳، ج۴، ص۱۱۴)
(سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب المرأة تتصدق من بيت زوجها، الحديث: ۱۶۸۸، ج۲، ص۲۱۷)
(السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الزكاة، باب من حمل هذه الأخبار على أنها تعطيه من الطعام الذي أعطاها ...إلخ، الحديث: ۷۸۵۳، ج۴، ص۳۲۴)
(الترغيب والترهيب، كتاب الصدقات، ترغيب المرأة في الصدقة من مال زوجها...إلخ، الحديث: ۳، ج۲، ص۳۲)

[2] (سنن النسائي، كتاب الزكاة، باب عطية المرأة بغير إذن زوجها، الحديث: ۲۵۳۹، ج۳، الجزء۵، ص۷۰)

[3] (حاشية السيوطي على سنن النسائي، كتاب الزكاة، باب عطية المرأة بغير إذن زوجها، الحديث: ۲۵۳۹، ج۳، الجزء۵، ص۷۰)

یعنی (حدیث شریف میں جو ممانعت فرمائی گئی وہ) شوہر کے مال سے ہے، ورنہ عورت کو اپنے مال سے صدقہ کرنے کے لئے جمہور علماء کے نزدیک، کسی کی اجازت درکار نہیں۔

ایک اور حدیث شریف:

عَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا لِيْ مَالٌ إِلَّا مَا أَدْخَلَ عَلَيَّ الزُّبَيْرُ أَفَأَتَصَدَّقُ؟ قَالَ: "تَصَدَّقِيْ، وَلَا تُوْعِيْ فَيُوْعٰى عَلَيْكِ".[1]

حضرت اسماء رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے پاس (میرے شوہر) زبیر کے دیئے ہوئے مال کے سواء کچھ نہیں تو کیا میں صدقہ کروں؟ فرمایا: صدقہ کر اور روک مت کہ تجھ سے روکا جائے۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: أَنَّهَا جَاءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّم فَقَالَتْ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! لَيْسَ لِيْ شَيْءٌ إِلَّا مَا أَدْخَلَ عَلَيَّ الزُّبَيْرُ، فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ أَنْ أَرْضَخَ مِمَّا يُدْخِلُ عَلَيَّ؟ قَالَ: "اِرْضَخِيْ مَا اسْتَطَعْتِ، وَلَا تُوْعِيْ فَيُوْعِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ".[2]

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نبی مکرم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں، عرض کی: یا نبی اللہ! زبیر کے دیئے کے سوا میرے پاس کچھ نہیں اگر میں زبیر کے دیئے ہوئے سے تھوڑا صدقہ کروں تو مجھ پر گناہ تو نہیں؟ فرمایا: بقدرِ استطاعت خرچ کر اور روک مت کہ اللہ عزوجل تجھ سے (اپنا رزق) روکے۔

---

[1] (صحيح البخاري، كتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها، باب هبة المرأة لغير زوجها وعتقها ...إلخ، الحديث: ٢٥٩٠، ج٢، ص١٥٣)

[2] (صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب الحث على الإنفاق وكراهة الإحصاء، الحديث: ١٠٢٩، ص٣٦٩)

(السنن الكبرى للنسائي، كتاب الزكاة، الإحصاء في الصدقة، الحديث: ٢٣٣٢، ج٢، ص٣٨)

حلال وحرام مال سے صدقہ کرنا

اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں صرف حلال مال قابلِ قبول ہے، اللہ تعالٰی اس کا ثواب پہاڑ کی مثل عطا فرماتا ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ، وَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ إِلَّا الطَّيِّبَ، فَإِنَّ اللّٰهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِيْنِهِ، ثُمَّ يُرَبِّيْهَا لِصَاحِبِهَا، كَمَا يُرَبِّيْ أَحَدُكُمْ فَلُوَّهُ، حَتّٰى تَكُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ"۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: شہنشاہ مدینہ، قرار قلب وسینہ، صاحب معطر پسینہ، باعث نزول سکینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جو حلال کمائی سے کھجور کے برابر صدقہ کرے، اور اللہ تعالٰی صرف حلال ہی کو قبول کرتا ہے، تو اللہ تعالٰی اُسے داہنے ہاتھ میں قبول کرتا ہے پھر صدقہ والے کے لیے اس کی ایسی پرورش کرتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے بچھیرے کی پرورش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ صدقہ پہاڑ کی مانند ہوجاتا ہے۔

= (سنن النسائي المجتبى، كتاب الزكاة، باب الإحصاء في الصدقة، الحديث: ٢٥٥٠، ج٣، الجزء٥، ص٧٧)

(صحيح ابن حبان، كتاب الزكاة، ذكر الاباحة للمرأة أن تتصدق...الخ، الحديث: ٣٣٥٧، ج٨، ص١٤٤)

(السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الزكاة، باب كراهة البخل والشح والإقتار، الحديث: ٧٨١٤، ج٤، ص٣١٣-٣١٤)

[1] (المؤطا للإمام مالک، كتاب الصدقة، باب الترغيب في الصدقة، الحديث: ١٨٧٤، ص٥٥٥)

(سنن الدارمي، كتاب الزكاة، باب فضل الصدقة، الحديث: ١٦٧٥/١، ص٤٩٢) =

''کھجور کے برابر صدقہ کرے'' اس کے متعلق حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: یعنی معمولی سے معمولی چیز اللہ کی راہ میں دے، عرب شریف میں کھجور معمولی چیز ہے، پھر اس کی قاش تو بہت ہی معمولی ہوئی۔

''اللہ تعالٰی صرف حلال ہی قبول فرماتا ہے'' اس کی شرح میں حکیم الامت فرماتے ہیں: یہ بہت ہی اہم قانون ہے کہ خیرات حلال کمائی سے کی جائے تب ہی قبول ہوگی حتی کہ حج بھی طیّب و پاک کمائی سے کرے یہاں دو قاعدے یاد رکھنا چاہئیں: ایک یہ کہ مالِ مخلوط سے اُجرت، صدقہ، دعوت وغیرہ لینا جائز ہے۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے ہاں اور حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ابو طالب کے ہاں پرورش پائی جن کا مال مخلوط تھا اگر اس مال پر حرام کے احکام جاری ہوتے تو رب تعالٰی اپنے ان محبوبوں کو وہاں پرورش نہ کراتا، دوسرا یہ کہ مال حرام دو قسم کا ہے ایک وہ جو انسان کی ملکیت میں آتا ہی نہیں جیسے زنا کی اُجرت، سُود کا پیسہ اور بیع باطل کے معاوضے، سُور، شراب وغیرہ کی قیمتیں۔ دوسرا وہ کہ مالک کی ملک میں آجاتا ہے اگرچہ مالک اس کاروبار پر گنہگار ہوتا ہے جیسے بیع بالشرط وغیرہ تمام فاسد بیعوں کی قیمت اور ناجائز پیشوں (گانے بجانے، داڑھی مونڈنے وغیرہ) کی اجرت۔ پہلی قسم کا حرام کسی کے قبضہ

= (صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب الصدقة من كسب طيب، الحديث: ۱۴۱۰، ج ۱، ص ۴۷۶)

(صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب وتربيتها، الحديث: ۱۰۱۴، ص ۳۶۴)

(سنن الترمذي، كتاب الزكاة، باب ما جاء في فضل الصدقة، الحديث: ۶۶۱، ج ۱، ص ۴۷۶)

(سنن ابن ماجه، كتاب الزكاة، باب فضل الصدقة، الحديث: ۱۸۴۲، ج ۲، ص ۴۱۱)

(سنن النسائي، كتاب الزكاة، باب الصدقة من غلول، الحديث: ۲۵۲۴، ج ۳، الجزء ۵، ص ۶۱)

(مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب فضل الصدقة، الحديث: ۱۸۸۸، ج ۱، ص ۳۵۹)

میں پہنچے حرام ہی رہے گا کیونکہ پہلا شخص ہی اس کا مالک نہ بنا اور دوسری قسم کا حرام دوسرے کی ملک میں پہنچ کر اس کے لئے حلال ہوگا، وہ جو فقہاء فرماتے ہیں کہ جس کے پاس حرام یا مشکوک پیسہ ہو وہ دوسرے سے قرض لے کر حج یا صدقہ کرے اور اپنے مال سے وہ قرض ادا کردے اس سے مراد یہی آخری حرام ہے کیونکہ مِلک بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: "لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَةٌ"۔

حکیم الامت مزید فرماتے ہیں: داہنے ہاتھ میں قبول کرنے سے مراد راضی ہو کر قبول فرماتا ہے اور مطلب یہ ہے کہ مال و نیت خیر کا صدقہ رضائے الٰہی کا باعث ہے اور وہ صدقہ کے وقت سے لے کر قیامت تک بھاری ہوتا رہے گا حتی کہ میزان میں سارے گناہوں پر غالب آجائے گا جیسے اچھی زمین میں بوئی ہوئی ادرک، آلو وغیرہ، اس حدیث کی تائید اس آیت سے ہے ﴿ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ؕ ﴾[1] ([البقرۃ: ۲/۲۷۶] ترجمہ: اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو (کنزالایمان))۔

حرام مال سے چاہے کتنا ہی صدقہ خیرات کرلے بے سود ہے اور بجائے موجبِ ثواب کے باعثِ وبال ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج ۳، ص ۹۲-۹۳)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُقَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ جَمَعَ مَالاً حَرَاماً، ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهِ لَمْ يَكُنْ لَهُ فِيْهِ أَجْرٌ، وَكَانَ إِصْرُهُ عَلَيْهِ".[1]	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: حضور پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو حرام مال جمع کرے پھر اس سے صدقہ دے تو اس میں اس کے لئے کوئی اجر نہیں اور اس کا وبال اسی پر ہوگا۔

مال حرام سے صدقہ کرنے کے بارے میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاویٰ رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

فتاویٰ ظہیریہ میں ہے:

رجل دفع الی فقیر من المال الحرام شیئا یرجوا به الثواب یکفر (کسی شخص نے فقیر کو حرام مال میں سے کچھ دیا اور اس پر ثواب کی امید رکھی تو کافر ہو جائے گا۔)

اقول وباللّٰه التوفیق، (میں اللہ عزوجل کی توفیق سے کہتا ہوں) تحقیق مقام یہ ہے کہ اگر اس نے اس مالِ حرام کو اپنی ملک خاص جان کر بطور تبرع تصدق کیا جیسے مسلمان اپنے پاکیزہ مال کو بہ نیت نفل وتطوع تقربا الی اللہ صدقہ کرتا اور اس پر اپنے رب کریم سے امیدِ ثواب رکھتا ہے کہ بے ایجابِ شرع اس نے اپنی خوشی سے اپنے پاک مال کا حصہ اپنے رب کی رضا کے لیے صرف کیا، جب تو یہ تصرف حکمِ شرع سے جدا اور یہ

[1] (صحیح ابن حبان، کتاب الزکاۃ، ذکر البیان بأن المال...الخ، الحدیث:۳۳۶۷، ج۸، ص۱۵۳)
(السنن الکبری للبیهقي، کتاب الزکاۃ، باب الدلیل علی أن من أدی فرض اللّٰه في الزکاۃ فلیس علیه أکثر منه إلا أن...إلخ، الحدیث:۷۲۴۰، ج۴، ص۱۴۱)

خیال شرع مطہر کے خلاف ہے، اور اس پر ہرگز اس کے لیے ثواب نہیں اسی کی بعض صورتوں میں فقہاء نے حکم تکفیر کیا، اور اگر یوں نہ تھا بلکہ اس مال کو خبیث و ناپاک ہی جانا اور اپنے گناہ پر نادم ہو کر تائب ہوا اور بحکم شرع اپنے تصرف میں لانا ناجائز سمجھا اور اپنے نفس کو اس میں تصرف سے روکا اور ازاں جا کہ اس کے ارباب معلوم نہ رہے بجا آوری حکم شرع کے لیے اسے تصدق کیا اور اسی بجا آوری فرمان پر امیدوار ثواب ہوا تو بے شک اس میں اصلاً حرج نہیں بلکہ اسی کا اسے شرعاً حکم تھا اور اس تصدق پر اگرچہ ثواب صدقہ نہیں مگر اس امتثال حکم کا ثواب بے شک ہے بلکہ یہ فعل اس کی توبہ کا تتمہ ہے اور توبہ قطعاً موجب رضائے الٰہی و ثواب اخروی ہے۔[1]

دعوتِ اسلامی کے سنتوں کی تربیت کے **مدنی قافلوں** میں سفر اور روزانہ **فکرِ مدینہ** کے ذریعے **مدنی انعامات** کا کارڈ پر کر کے ہر مدنی ماہ کے ابتدائی دس دن کے اندر اندر اپنے یہاں کے ذمہ دار کو جمع کروانے کا معمول بنا لیجئے، ان شآء اللہ عزوجل اس کی برکت سے پابند سنت بننے، گناہوں سے نفرت کرنے اور ایمان کی **حفاظت** کے لیے کڑھنے کا ذہن بنے گا۔

[1] (فتاویٰ رضویہ، کتاب الغصب، ج ۱۹، ص ۶۵۸)

صدقہ دے کر رجوع کرنا کیسا ہے؟

صدقہ دے کر واپس لینا نہایت ہی قبیح و ناپسندیدہ ہے، حدیث شریف میں ایسا کرنے والے کو اس کتے سے تشبیہ دی گئی جو قے کر کے چاٹ لے، چنانچہ:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: حَمَلْتُ عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَأَضَاعَهُ الَّذِيْ كَانَ عِنْدَهُ، فَأَرَدْتُّ أَنْ أَشْتَرِيَهُ، وَظَنَنْتُ أَنَّهُ يَبِيْعُهُ بِرُخْصٍ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "لَا تَشْتَرِهِ وَلَا تَعُدْ فِيْ صَدَقَتِكَ وَإِنْ أَعْطَاكَهُ بِدِرْهَمٍ، فَإِنَّ الْعَائِدَ فِيْ صَدَقَتِهِ كَالْكَلْبِ الَّذِيْ يَعُوْدُ فِيْ قَيْئِهِ". [1]	حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے کسی کو اللہ کی راہ میں گھوڑا دیا، جس کے پاس وہ گھوڑا تھا اس نے اسے برباد کردیا، میں نے چاہا کہ گھوڑا خریدلوں میرا خیال تھا کہ سستا بیچ دے گا، میں نے سید المبلغین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پوچھا آپ نے فرمایا: اسے نہ خریدو اور اپنا صدقہ واپس نہ لو اگرچہ تمہیں ایک درہم میں دے دے کیونکہ اپنے صدقے میں رجوع کرنے والا اس کتے کی طرح ہوتا ہے جو قے کر کے چاٹ لے۔

[1] (مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب من لا يعود في الصدقة، الحديث: ۱۹۵۴، ج ۱، ص ۳۷۰)

اپنا صدقہ واپس نہ لو اگرچہ تمہیں ایک درہم میں دے دے‘‘ اس کے تحت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اس جملہ کی بنا پر بعض علماء فرماتے ہیں کہ اپنے دیئے ہوئے صدقہ کا خریدنا حرام ہے، مگر حق یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے، اور کراہت کی وجہ بھی یہ ہے کہ اس موقعہ پر فقیر صدقہ دینے والے کی گذشتہ مہربانی کا خیال کرتے ہوئے اسے سستا دے دے گا اور یہ قیمت کی کمی صدقہ کی واپسی ہے، مثلاً اگر سو روپیہ کا مال اُس نے اسّی میں دے دیا تو گویا صدقہ دینے والے نے بیس روپیہ صدقہ کر کے واپس لے لئے۔

’’اپنے صدقہ میں رجوع کرنے والا اس کتے کی طرح ہے جو قے کر کے چاٹ لے‘‘ اس کے تحت حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اس تشبیہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ ممانعت تنزیہی ہے کیونکہ کتے کے اپنی قے کو چاٹ لینے سے اس کا پیٹ تو بھر ہی جائے گا مگر یہ کام گھناؤنا ہے ایسے ہی اپنے صدقہ کو خرید لینے سے ملکیت تو حاصل ہو ہی جائے گی اگرچہ کام بہت بُرا ہے یہی تشبیہ ہبہ واپس لینے والے پر بھی دی گئی ہے حالانکہ ہبہ کی واپسی بالاتفاق جائز ہے اگرچہ مکروہ ہے۔[1]

مدینہ

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۳، ص ۱۳۱)

صدقات کی وصولیابی کے فضائل اور اس میں خیانت پر وعیدیں

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اَلْعَامِلُ عَلَى الصَّدَقَةِ بِالْحَقِّ لِوَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰى كَالْغَازِيْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ إِلٰى أَهْلِهِ".[1]

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا: اللہ کی رضا کی کے لئے حق کے مطابق صدقہ وصول کرنے والا اپنے گھر لوٹنے تک اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والے غازی کی طرح ہے۔

اس حدیث کی شرح میں مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: یعنی جیسے مجاہد جاتے آتے ہر حال میں عبادت کا ثواب پاتا ہے ایسے ہی انصاف والا عامل ہر حال میں ثواب پائیگا کیونکہ مجاہد اسلام کے پھیلانے کا ذریعہ ہے اور یہ عامل اسلامی قانون پھیلانے، مالداروں کو ان کے فریضہ سے فارغ کرنے اور فقراء کو ان کا حق دلانے کا ذریعہ، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر نیت خیر ہو تو دینی خدمت پر تنخواہ

---

[1] (سنن أبي داود، كتاب الخراج والإمارة والفيء، باب في السعاية على الصدقة، الحديث: ٢٩٣٦، ج٣، ص٢٣٥)
(سنن الترمذي، كتاب الزكاة، باب ما جاء في العامل على الصدقة بالحق، الحديث: ٦٤٥، ج١، ص٦٧٤)
(سنن ابن ماجه، كتاب الزكاة، باب ما جاء في عمّال الصدقة، الحديث: ١٨٠٩، ج٢، ص٣٩٤)
(مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، الفصل الثاني، الحديث: ١٧٨٥، ج١، ص٣٣٩)

لینے کی وجہ سے اس کا ثواب کم نہیں ہوتا، دیکھو ان عاملوں کو پوری اجرت دی جاتی تھی مگر ساتھ میں یہ ثواب بھی تھا، چنانچہ مجاہد کو غنیمت بھی ملتی ہے اور ثواب بھی، حضرات خلفائے راشدین سوائے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سب نے خلافت پر تنخواہیں لیں مگر ثواب کسی کا کم نہیں ہوا، ایسے ہی وہ علماء یا امام ومؤذّن جو تنخواہ لے کر تعلیم، اذان، امام کے فرائض انجام دیتے ہیں اگر ان کی نیت خدمت دین ہے تو ان شاء اللہ ثواب بھی ضرور پائیں گے۔[1]

ایک اور حدیث شریف:

عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: "إِنَّ الْخَازِنَ الْمُسْلِمَ الْأَمِينَ الَّذِي يَنْقُلُ مَا أُمِرَ بِهِ فَيُعْطِيهِ كَامِلًا مُوَفَّرًا طَيِّبَةً بِهِ نَفْسُهُ فَيَدْفَعُهُ إِلَى الَّذِي أُمِرَ بِهِ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِينَ".[2]

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہنشاہ خوش خصال، پیکر حسن وجمال، دافع رنج و ملال، صاحب جودونوال، رسول بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک مسلمان امانت دار خازن جسے کسی کو کچھ دینے کا حکم دیا گیا اور اس نے اسے کامل طور پر خوش دلی کے ساتھ پہنچا دیا تو وہ بھی صدقہ کرنے والوں میں سے ہے۔

---

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۳، ص۱۸)

[2] (صحیح البخاري، کتاب الزکاۃ، باب أجر الخادم إذا تصدق بأمر صاحبه غیر مفسدۃ، الحدیث: ۱۴۳۸، ج۱، ص۳۵۲)

(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب أجر الخازن الأمین والمرأۃ إذا تصدقت من بیت زوجها غیر مفسدۃ... إلخ، الحدیث: ۱۰۲۳، ص۳۶۷) =

ایک اورحدیث شریف:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "خَيْرُ الْكَسْبِ كَسْبُ يَدِ الْعَامِلِ إِذَا نَصَحَ".[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاتم المرسلین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب رب العلمین، جناب صادق و امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت بیان فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین کمائی صدقہ وصول کرنے والے کی کمائی ہے جبکہ وہ اپنے کام میں مخلص ہو۔

ایک اورروایت:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلٰى عَمَلٍ فَرَزَقْنَاهُ رِزْقًا فَمَا أَخَذَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ غُلُولٌ".[2]

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد سے اور وہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہ نبوت، مخزنِ جودوسخاوت، پیکرعظمت وشرافت، محبوب رب العزت، محسن انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جسے ہم کسی کام پر لگادیں، پھر ہم اُسے معاوضہ دے دیں تو اس کے بعد جو کچھ لے گا وہ خیانت ہے۔

= (سنن أبي داود، كتاب الزكاة،باب أجر الخازن،الحديث:۱۶۸۴،ج۲،ص۲۱۵)
(سنن النسائي،كتاب الزكاة، باب أجر الخازن إذا تصدق بإذن مولاه،الحديث:۲۵۵۹،ج۳، الجزء۵، ص۸۳)

[1] (المسند للإمام أحمد بن حنبل، مسند أبي هريرة،الحديث:۸۳۹۳،ج۳،ص۲۷۸)

[2] (سنن أبي داود، كتاب الخراج والإمارة والفيء،باب في أرزاق العمال،الحديث:۲۹۴۳،ج۳،ص۲۳۸)
(مشكاة المصابيح،كتاب الإمارة والقضاء، باب رزق الولاة وهداياهم، الحديث:۳۷۴۸، ج۲، ص۱۶)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: ''یعنی اپنی تنخواہ کے علاوہ جو کچھ چھپا کرلے گا وہ چوری وخیانت ہوگا''۔[1]

ایک اور حدیث شریف:

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ عَلَى الصَّدَقَةِ فَقَالَ: "يَا أَبَا الْوَلِيْدِ اِتَّقِ اللّٰهَ لَا تَأْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِبَعِيْرٍ تَحْمِلُهُ لَهُ رُغَاءٌ أَوْ بَقَرَةٍ لَهَا خُوَارٌ أَوْ شَاةٍ لَهَا ثُغَاءٌ". قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ ذٰلِكَ لَكَذٰلِكَ؟ قَالَ: "إِيْ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ". قَالَ: فَوَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَعْمَلُ لَكَ عَلٰى شَيْءٍ أَبَدًا.[2]

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ سرکار والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انہیں صدقات کی وصولیابی کے لئے بھیجا تو فرمایا: اے ابو ولید! اللہ سے ڈر، قیامت کے دن یوں نہ آنا کہ تم بلبلاتا ہوا اونٹ یا چیختی ہوئی گائے یا ممیاتی ہوئی بکری اٹھائے ہوئے ہو، انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ معاملہ ایسا ہی ہے؟ فرمایا: ہاں! اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، عرض کی: تو قسم ہے اس ذاتِ پاک کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میں کبھی کسی چیز کا عامل نہ بنوں گا۔

---

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج ۵، ص ۳۸۸)

[2] (السنن الکبری للبیھقي، کتاب الزکاۃ، باب غلول الصدقۃ، الحدیث: ۷۶۶۳، ج ۴، ص ۲۶۷)

ایک اور حدیث شریف:

عَنْ عَدِيِّ بْنِ عُمَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ مِنْكُمْ عَلٰى عَمَلٍ فَكَتَمَنَا مِخْيَطاً فَمَا فَوْقَهُ كَانَ غُلُوْلاً يَأْتِي بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ". فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ أَسْوَدُ مِنَ الْأَنْصَارِ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِقْبَلْ عَنِّي عَمَلَكَ قَالَ: "وَمَا لَكَ"؟ قَالَ: سَمِعْتُكَ تَقُوْلُ كَذَا وَكَذَا. قَالَ: "وَأَنَا أَقُوْلُ الْآنَ: مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ مِنْكُمْ عَلٰى عَمَلٍ فَلْيَجِيْءُ بِقَلِيْلِهِ وَكَثِيْرِهِ، فَمَا أُوْتِيَ مِنْهُ أَخَذَ وَمَا نُهِيَ عَنْهُ انْتَهٰى".[1]

حضرت عدی بن عمیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم تم میں سے جسے کسی کام پر عامل بنائیں پھر وہ ہم سے سُوئی یا اس سے بھی کمتر چیز چھپالے تو یہ خیانت ہے، جسے قیامت کے دن لائیگا۔ تو آپ کی بارگاہ میں ایک حبشی انصاری شخص کھڑے ہوئے راوی کہتے ہیں: گویا کہ میں اُن کی جانب دیکھ رہا ہوں اور عرض کرنے لگے: یارسول اللہ! آپ مجھ سے اپنا کام واپس قبول فرما لیجئے ، نبی مکرم، نورِ مجسم، رسولِ اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا ہوا؟ عرض کی: میں نے آپ کو اس اس طرح فرماتے سُنا۔ آپ نے فرمایا: میں اب بھی یہی کہتا ہوں کہ جسے ہم کسی کام پر عامل بنائیں تو وہ قلیل وکثیر ہماری بارگاہ میں لے کر حاضر ہو اور پھر اس میں سے جو اسے دیا جائے وہ لے اور جس سے منع کیا جائے اس سے باز رہے۔

---

[1] (صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب تحریم ھدایا العمّال، الحدیث: ۱۸۳۳، ص ۷۳۵)
(مشکاۃ المصابیح، کتاب الزکاۃ، الفصل الأول، الحدیث: ۱۷۸۰، ج ۱، ص ۳۳۸)

اس حدیث کی شرح میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: یعنی خیانت چھوٹی ہو یا بڑی قیامت میں سزا اور رسوائی کا باعث ہے خصوصاً جو خیانت زکوٰۃ وغیرہ میں کی جائے کیونکہ یہ عبادت میں خیانت ہے اور اس میں اللہ کا حق مارنا ہے اور فقیروں کو اُن کے حق سے محروم کرنا، رب تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ ([آل عمران: ۳/ ۱۶۱] ترجمہ: اور جو چھپا رکھے وہ قیامت کے دن اپنی چھپائی چیز لے کر آئے گا (کنزالایمان))۔[1]

ایک اور حدیث شریف:

عَنْ أَبِيْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: اِسْتَعْمَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنَ الْأَزْدِ يُقَالُ لَهُ اِبْنُ اللُّتْبِيَّةِ عَلَى الصَّدَقَةِ، فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ: هٰذَا لَكُمْ وَهٰذَا أُهْدِيَ لِيْ. فَخَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: "أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّيْ أَسْتَعْمِلُ رِجَالًا مِنْكُمْ عَلٰى أُمُوْرٍ مِمَّا وَلَّانِيَ اللّٰهُ فَيَأْتِيْ أَحَدُهُمْ

حضرت ابو حمید ساعدی سے مروی ہے، فرماتے ہیں: شہنشاہ مدینہ، قرار قلب و سینہ، صاحب معطر پسینہ، باعث نزول سکینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبیلہ ازد کے ایک شخص کو جنہیں ابن لتبیہ کہا جاتا تھا صدقہ پر عامل بنایا، جب وہ واپس آئے تو بولے: یہ تمہارا ہے اور یہ مجھے ہدیۃً دیا گیا، تب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اللہ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا: حمد و ثناء کے بعد سنو! کہ ہم تم میں سے بعض کو ان چیزوں پر عامل بناتے

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۵)

فَـيَـقُـوْلُ: هٰـذَا لَـكُـمْ، وَهٰذِهٖ هَـدِيَّةٌ أُهْـدِيَـتْ لِـيْ، فَهَلَّا جَـلَسَ فِيْ بَيْتِ أَبِيْهِ أَوْ بَيْتِ أُمِّـهٖ فَيَـنْظُرُ أَيُهْدٰى لَهٗ أَمْ لَا ؟ وَالَّـذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يَأْخُذُ أَحَدٌ مِنْهُ شَيْئًا إِلَّا جَاءَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَحْمِلُهٗ عَلٰى رَقَبَتِهٖ إِنْ كَـانَ بَعِيْرًا لَهٗ رُغَاءٌ أَوْ بَقَرًا لَهٗ خُوَارٌ أَوْ شَـاةً تَيْـعَـرُ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى رَأَيْنَا عُفْرَتَيْ إِبْطَيْهِ ثُـمَّ قَـالَ اَللّٰـهُـمَّ هَـلْ بَلَّغْتُ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ"۔[1]

ہیں جن کا اللہ تعالٰی نے ہمیں والی بنایا تو ان میں سے بعض آ کر کہتے ہیں کہ یہ تمہارا ہے اور یہ مجھے ہدیہ نذرانہ دیا گیا تو وہ اپنے ماں باپ کے گھر کیوں نہ بیٹھ رہا؟ پھر دیکھتا کہ اُسے نذرانہ ملتا ہے یا نہیں، اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ کوئی شخص اس میں سے کچھ نہ لے گا مگر قیامت کے دن اسے اپنی گردن پر اٹھائے لائے گا اگر اُونٹ ہے تو وہ بلبلاتا ہوگا یا گائے ہے تو وہ چیختی ہوگی یا بکری کہ ممیاتی ہوگی۔ پھر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ اُٹھائے حتی کہ ہم نے حضور کی بغلوں کی سفیدی دیکھی پھر عرض کیا الٰہی! کیا میں نے تبلیغ کردی اے مولیٰ کیا میں نے تبلیغ کردی۔

''یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے'' اس کے تحت حکیم الامت فرماتے ہیں: یعنی ان کے پاس وصول کردہ زکوٰۃ سے زیادہ مال تھا جو زکوٰۃ دینے والوں نے انہیں بطور ہدیہ علاوہ زکوٰۃ دیا تھا، یہ ان صحابی کی انتہائی دیانتداری ہے کہ اس ہدیہ کو گھر نہ رکھ گئے سب کچھ بارگاہ شریف میں پیش کردیا اور اصل واقعہ بیان کردیا۔

---

[1] (صحیح البخاري، کتاب الهبة وفضلها والتحریض علیها، باب من لم یقبل الهدیة لعلة، الحدیث: ۲۵۹۷، ج۲، ص ۱۵۴۔۱۵۵)
(صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب تحریم هدایا العمال، الحدیث: ۱۸۳۲، ص ۷۳۴۔۷۳۵)
(سنن أبي داود، کتاب الخراج والإمارة والفيء، باب في هدایا العمال، الحدیث: ۲۹۴۶، ج۳، ص ۲۳۹)
(مشکاة المصابیح، کتاب الزکاة، الفصل الأول، الحدیث: ۱۷۷۹، ج۱، ص ۳۳۸)

''اپنے ماں باپ کے گھر کیوں نہ بیٹھا رہا پھر دیکھتا اُسے نذرانہ ملتا ہے یا نہیں''اس کے تحت حکیم الامت فرماتے ہیں: یعنی یہ نذرانہ نہیں ہے بلکہ رشوت ہے کہ اس کے ذریعہ صاحب نصاب آئندہ اصل زکوٰۃ سے کچھ کم کرانے کی کوشش کریں گے، نیز جب اسے کام کی اُجرت پوری ہم دیتے ہیں تو یہ ہدیہ کیا چیز ہے، فقہاء فرماتے ہیں کہ حکام کے نذرانے اور خاص دعوتیں رشوت ہیں، ہاں حاکم عام دعوت ولیمہ وغیرہ کھا سکتا ہے، نیز جو نذرانے، ہدیہ اور ڈالیاں اس کے حاکم بننے کے بعد شروع ہوں وہ سب رشوتیں ہیں، ہاں جن لوگوں کے ساتھ اس کا پہلے ہی سے لین دین ہو اور اس کے معزول ہونے کے بعد بھی وہی لین دین رہے وہ رشوت نہیں، جیسے عزیزوں اور قدیمی احباب سے نیوتے، بھاجی وغیرہ، ان مسائل کی اصل یہ حدیث ہے۔

حکیم الامت فرماتے ہیں: جو عامل زکوٰۃ میں چوری یا خیانت کرے یا زکوٰۃ دینے والوں سے رشوت وصول کرے، غرض کہ بالواسطہ یا بلا واسطہ جس طرح بھی خفیۃً یا علانیۃً کچھ لے لفظ ''مِنْہُ'' ان سب کو شامل ہے۔ (مرقات) غرض کہ یہاں زکوٰۃ کی چوری ہی مراد نہیں کیونکہ ان صاحب نے کوئی چوری نہ کی تھی، خیال رہے کہ یہاں تو گردن پر اُٹھانے کا ذکر ہے قرآن شریف میں پیٹھوں پر لادنے کا کہ ارشاد ہوا: ﴿وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ﴾ ([الأنعام: ٦/ ٣١]ترجمہ: اور وہ اپنے بوجھ اپنی پیٹھ پر لادے ہوئے ہیں (کنزالایمان)) کیونکہ آیت میں کفار کا ذکر ہے اور یہاں گنہگار مسلمان کا چونکہ کفّار کے گناہ زیادہ اور بھاری ہونگے اس لئے وہ پیٹھوں پر لادینگے اور مسلمان گنہگار کے گناہ ان سے کم اور ہلکے ہوں گے، اس لئے گردن پر اُٹھائیں گے، یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ پیٹھ کی انتہا گردن ہے، لہٰذا گردن پر اُٹھانا گویا پیٹھ

پر ہی اُٹھانا ہے مگر پہلی بات زیادہ قوی ہے۔

حکیم الامت مزید فرماتے ہیں: اگر خیانۃً یا رشوۃً اُونٹ، گائے، بکری یا کوئی اور جانور بھی لیا ہوگا تو اُسے بھی اپنی گردن پر اُٹھائے پھرے گا، بوجھ سے دبے گا بھی اور ان آوازوں کی وجہ سے سارے (لوگوں) میں بدنام ہوگا، معلوم ہوا کہ نیکیوں پر قیامت میں انسان سوار ہوگا اور بدیاں انسان پر سوار ہوں گی۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں مسلمانوں کے خفیہ گناہ نہ کھولے گا ستاری فرمائے گا مگر جو بے غیرت دنیا میں علانیہ گناہ کریں اور ان پر فخر بھی کریں وہ ضرور کھلیں گے، لہٰذا یہ حدیث عیب پوشی کی احادیث کے خلاف نہیں۔[1]

ایک دوسری حدیث شریف:

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَاعِیاً ثُمَّ قَالَ: "اِنْطَلِقْ اَبَا مَسْعُوْدٍ لَا اُلْفِیَنَّکَ تَجِیْءُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عَلٰی ظَھْرِکَ بَعِیْرٌ مِنْ اِبِلِ الصَّدَقَۃِ لَہٗ رُغَاءٌ قَدْ غَلَلْتَہٗ" قَالَ: اِذاً لَا اَنْطَلِقُ قَالَ: "اِذاً لَا اُکْرِھُکَ".[2]

حضرت ابن مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے عامل بنا کر بھیجا تو فرمایا: اے ابو مسعود! جاؤ میں تمہیں قیامت کے دن ہرگز اس حال میں آتے نہ پاؤں کہ تمہاری پیٹھ پر صدقہ کا اُونٹ بلبلاتا ہو جس کی تم نے خیانت کی ہو۔ انہوں نے عرض کی: پھر تو میں نہیں جاتا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر میں بھی تمہیں مجبور نہیں کرتا۔

---

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۳۔۱۴)

[2] (سنن أبي داود، کتاب الخراج والإمارۃ والفيء، باب غلول الصدقۃ، الحدیث: ۲۹۴۷، ج ۳، ص ۳۴۰)

ایک اور حدیث شریف پڑھئے اور درسِ عبرت حاصل کیجئے:

عَنْ أَبِي رَافِعٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى الْعَصْرَ ذَهَبَ إِلٰى بَنِيْ عَبْدِ الْأَشْهَلِ فَيَتَحَدَّثُ عِنْدَهُمْ حَتّٰى يَنْحَدِرَ لِلْمَغْرِبِ. قَالَ أَبُوْ رَافِعٍ: فَبَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْرِعٌ إِلَى الْمَغْرِبِ مَرَرْنَا بِالْبَقِيْعِ، فَقَالَ: "أُفٍّ لَّكَ أُفٍّ لَّكَ"، فَكَبُرَ ذٰلِكَ فِيْ ذَرْعِيْ، فَاسْتَأْخَرْتُ وَظَنَنْتُ أَنَّهُ يُرِيْدُنِيْ، فَقَالَ: "مَا لَكَ امْشِ"، فَقُلْتُ: أَأَحْدَثْتُ حَدَثًا؟ قَالَ: "وَمَا لَكَ"؟ قُلْتُ: أَفَّفْتَ بِيْ؟ قَالَ: "لَا، وَلٰكِنْ هٰذَا فُلَانٌ

حضرت سیدنا ابو رافع رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم، رؤف رحیم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم جب عصر کی نماز ادا فرمالیتے تو بنی عبدالاشہل کے پاس تشریف لے جاتے ان سے گفتگو فرماتے یہاں تک کہ نمازِ مغرب کے لئے لوٹ آتے۔ حضرت سیدنا ابو رافع رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار جب نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم تیزی سے مغرب کے لئے لوٹ رہے تھے تو ہمارا گزر بقیع (قبرستان) سے ہوا۔ تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم پر افسوس ہے، تم پر افسوس ہے، یہ بات مجھ پر گراں گزری میں پیچھے ہوا اور سمجھا کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم مجھے فرمارہے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا ہوا چلو؟ میں نے (اپنے جی میں) کہا شاید مجھ سے کچھ ہوگیا (جو بارگاہِ ناز میں ناگوار گزرا ہے) آپ نے فرمایا، کیا ہوا میں نے عرض کی! آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے مجھ پر افسوس کیا؟ آپ صلی اللہ تعالٰی

بَعَثْتُهُ سَاعِياً عَلٰى بَنِيْ فُلَانٍ فَغَلَّ نَمِرَةً فَدُرِّعَ عَلٰى مِثْلِهَا مِنَ النَّارِ".[1]

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں (تم پر نہیں) بلکہ یہ فلاں شخص تھا جسے میں نے بنی فلاں سے زکوٰۃ وصول کرنے بھیجا تو اس نے دھاری دار اُونی چادر خیانۃً چھپالی لہٰذا اس پر اس جیسی آگ کی چادر ڈال دی گئی۔

ایک اور حدیث شریف:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَلْمُعْتَدِيْ فِي الصَّدَقَةِ كَمَانِعِهَا".[2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، سید المبلغین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: زکوٰۃ میں حد سے تجاوز کرنے والا زکوٰۃ نہ دینے والے کی طرح ہے۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث کے دو معنی ہوسکتے ہیں، ایک یہ کہ جو عامل زکوٰۃ وصول کرنے میں زیادتی کرے کہ یا زیادہ لے یا بہترین مال لے، وہ ایسا ہی گنہگار ہے جیسے زکوٰۃ نہ دینے والا، یا جو مالک زکوٰۃ دینے میں زیادتی کرے کہ یا تو کم دینے کی کوشش کرے یا ناقص یا ٹال مٹول کرے وہ ایسا ہی گنہگار ہے جیسے زکوٰۃ نہ دینے والا، علماء فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ خوش دلی سے دو، اسے

---

[1] (الترغيب والترهيب، كتاب الصدقات، فصل، الترغيب في العمل على الصدقة بالتقوى...إلخ، الحديث: ١١، ج ١، ص ٢٨٩)

[2] (سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب في زكاة السائمة، الحديث: ١٥٨٥، ج ٢، ص ١٦٦)
(سنن الترمذي، كتاب الزكاة، باب ما جاء في المعتدي في الصدقة، الحديث: ٦٤٦، ج ١، ص ٤٦٨)
(سنن ابن ماجه، كتاب الزكاة، باب ما جاء في عمّال الصدقة، الحديث: ١٨٠٨، ج ٢، ص ٣٩٣)
(مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب ما تجب فيه الزكاة، الحديث: ١٨٠١، ج ١، ص ٣٤٣)

عبادت سمجھو ٹیکس نہ سمجھو، مستحق کو دو، جان بوجھ کر غیر مستحق کو نہ دو، دے کر احسان نہ جتاؤ اگر اپنے عزیز فقیر کو دی ہے تو اسے طعنہ نہ دو بلکہ اس کا ذکر کبھی بھی نہ کرو کہ ان سے صدقہ باطل ہو جاتا ہے، ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى﴾ [البقرة: ٢/٢٦٤] ترجمہ: اپنے صدقے باطل نہ کردو احسان رکھ کر اور ایذا دے کر (کنزالایمان)) اور یہ سب حد سے بڑھنے میں داخل ہیں۔[1]

مسجد سے محبت کی فضیلت

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا فرمان الفت نشان ہے: ''جو مسجد سے الفت (محبت) رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے الفت رکھتا ہے۔'' (طبرانی اوسط، حدیث ۲۳۷۹)

حضرت علامہ عبد الرؤف مناوی علیہ رحمۃ اللہ القوی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: ''مسجد سے الفت، رضائے الٰہی کیلئے اس میں اعتکاف، نماز، ذکر اللہ، اور شرعی مسائل سیکھنے سکھانے کیلئے بیٹھے رہنے کی عادت بنانا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا اس بندے سے محبت کرنا اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سایۂ رحمت میں جگہ عطا فرماتا اور اس کو اپنی حفاظت میں داخل فرماتا ہے۔'' (فیض القدیر، ج ٦، ص ١٠٧)

سلطان مدینہ، قرار قلب وسینہ، فیض گنجینہ، صاحب معطر پسینہ، باعث نزول سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا فرمان باقرینہ ہے: ''مسجدوں کو بچوں اور پاگلوں اور خرید و فروخت اور جھگڑے اور آواز بلند کرنے اور حدود قائم کرنے اور تلوار کھینچنے سے بچاؤ۔''

(ابن ماجہ، ج ١، ص ٤١٥ حدیث ٧٥٠)

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج ٣، ص ٣٥)

قناعت کی عظمت اور سوال کی مذمّت

امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں: جان لو کہ فقر قابلِ تعریف ہے لیکن فقیر کو چاہیے کہ وہ قناعت کرنے والا، لوگوں سے لالچ نہ رکھنے والا، ان کے اموال پر نظر نہ رکھنے والا ہو اور نہ ہی مال کمانے پر حریص ہو کہ چاہے جس طرح بھی حاصل ہو۔ یہ اُسی وقت ممکن ہے جبکہ وہ کھانے، پہننے اور رہنے میں بقدرِ ضرورت پر قناعت کرے۔[1]

حدیث شریف میں ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تَزَالُ الْمَسْأَلَةُ بِأَحَدِكُمْ حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ تَعَالٰى، وَلَيْسَ فِي وَجْهِهِ مُزْعَةُ لَحْمٍ".[2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی سوال کرتا رہے گا یہاں تک کہ وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا کوئی ٹکڑا نہ ہوگا۔

اسی طرح ایک حدیث شریف میں سوال یعنی مانگنے کو سائل کے چہرے پر خراشوں کا سبب فرمایا گیا ہے، چنانچہ:

---

[1] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، بيان ذم الحرص والطمع ومدح القناعة واليأس مما في أيدي الناس، ج٣، ص٣١٨)

[2] (صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب من سأل الناسَ تكثّراً، الحديث: ١٤٧٤، ج١، ص٣٦٣)
(صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب كراهة المسألة للناس، الحديث: ١٠٤٠، ص٣٧٢)

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ الْمَسَائِلَ كُدُوْحٌ يَكْدَحُ بِهَا الرَّجُلُ وَجْهَهُ، فَمَنْ شَاءَ أَبْقٰى عَلٰى وَجْهِهِ، وَمَنْ شَاءَ تَرَكَ إِلَّا أَنْ يَّسْأَلَ ذَا سُلْطَانٍ، أَوْ فِيْ أَمْرٍ لَا يَجِدُ مِنْهُ بُدًّا". [1]

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک سوالات خراشیں ہیں کہ آدمی سوال کرکے اپنے منہ کو نوچتا ہے تو جو چاہے اپنے چہرہ پر اسے باقی رکھے اور جو چاہے چھوڑ دے مگر یہ کہ آدمی صاحبِ سلطنت سے اپنا حق مانگے یا اُس صورت میں مانگے کہ اس کے سوا چارۂ کار نہ ہو۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اَلْمَسْأَلَةُ كُدُوْحٌ فِيْ وَجْهِ صَاحِبِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَمَنْ شَاءَ فَالْيَسْتَبْقِ عَلٰى وَجْهِهِ". [2] الحديث.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں نے اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا: مانگنا بروزِ قیامت منگتے کے چہرے پر خراشیں ثابت ہوگا، تو جو چاہے اپنے چہرہ پر اسے باقی رکھے۔

---

[1] (سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب ما تجوز فيه المسألة، الحديث: ۱۶۳۹، ج۲، ص۱۹۸)
(سنن الترمذي، كتاب الزكاة، باب ما جاء في النهي عن المسألة، الحديث: ۶۸۱، ج۱، ص۴۸۸)
(سنن النسائي، كتاب الزكاة، باب مسألة الرجل ذا السلطان، الحديث: ۲۵۹۸، ج۳، الجزء۵، ص۱۰۵)
[2] (شعب الإيمان، باب في الزكاة، فصل في الاستعفاف عن المسألة، الحديث: ۳۵۱۰، ج۳، ص۲۷۰)

مانگنے والے کا چہرہ بھی بگڑ جاتا ہے، چنانچہ:

عَنْ مَسْعُوْدِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يَزَالُ الْعَبْدُ يَسْأَلُ وَهُوَ غَنِيٌّ حَتّٰى يَخْلَقَ وَجْهُهُ فَمَا يَكُوْنُ لَهُ عِنْدَ اللّٰهِ وَجْهٌ".[1]

حضرت مسعود بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ شہنشاہ خوش خصال، پیکر حسن و جمال، دافع رنج وملال، صاحب جودونوال، رسول بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی غنی ہونے کے باوجود مانگتا رہتا ہے حتی کہ اس کا چہرہ بوسیدہ ہوجاتا ہے وہ جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا تو اس کا چہرہ نہیں ہوگا۔

ایک اور حدیث شریف:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ سَأَلَ النَّاسَ فِيْ غَيْرِ فَاقَةٍ نَزَلَتْ بِهِ، أَوْ عِيَالٍ لَا يُطِيْقُهُمْ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِوَجْهٍ لَيْسَ عَلَيْهِ لَحْمٌ".[2]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں: خاتم المرسلین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب رب العلمین، جناب صادق وامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لوگوں سے سوال کرے حالانکہ نہ اسے فاقہ پہنچا اور نہ ہی اتنے بال بچے ہیں جن کی طاقت نہیں رکھتا تو بروزِ قیامت یوں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت نہ ہوگا۔

---

[1] (المعجم الکبیر للطبراني، الحدیث: ۷۰۹، ج ۲۰، ۳۳۳)
(الإصابة فی تمییز الصحابة، مسعود بن عمرو، ج ۶، ص ۸۰، دارالکتب العلمیة بیروت)

[2] (شعب الإیمان، باب في الزکاة، فصل في الاستعفاف عن المسألة، الحدیث: ۳۵۲۶، ج ۳، ص ۲۷۴)

حضرت محمد بن واسع رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ خشک روٹی کو پانی کے ساتھ تر کر کے کھاتے اور فرماتے جو شخص اس پر قناعت کرتا ہے وہ کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔[1]

اگر معلوم ہو جائے کہ مانگنے میں کیا کراہت ہے تو کوئی نہ مانگے، چنانچہ:

عَنْ عَائِذِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ فَأَعْطَاهُ، فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهُ عَلٰى أُسْكُفَّةِ الْبَابِ. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْمَسْأَلَةِ مَا مَشٰى أَحَدٌ إِلٰى أَحَدٍ يَسْأَلُهُ شَيْئًا".[2]

حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ سرکار والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روز شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیب پروردگار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک شخص نے آ کر سوال کیا آپ نے عطا فرمایا جب (لوٹتے ہوئے) اس شخص نے دہلیز پر قدم رکھا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ سوال کرنے میں کیا ہے تو کوئی کسی کے پاس مانگنے نہ جاتا۔

امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں: سوال سے بچنا اسی وقت ممکن ہے جبکہ کھانے، لباس اور رہائش میں بقدر ضرورت پر قناعت کرے کہ اس کی مقدار بھی کم ہو اور ادنٰی قسم کا ہو اور اپنی توجہ کو ایک دن یا ایک مہینے کی طرف مبذول رکھے اور مہینے کے بعد جو کچھ ہے اس میں دلچسپی سے گریز کرے اگر زیادتی کی چاہ رکھے گا یا طویل امید قائم کرے گا تو قناعت کے اعزاز سے محروم ہو جائے گا اور لازماً لالچ کی گرد میں آلودہ

---

[1] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، الآثار، ج٣، ص٣٢٠)

[2] (السنن الكبرى للنسائي، كتاب الزكاة، الصدقة على الأقارب، الحديث: ٢٣٦٧، ج٢، ص٥٠)

ہوگا اور حرص کی ذلت برداشت کرنا پڑے گی۔ پھر حرص اور لالچ اسے بری عادات اور برائیوں کے ارتکاب کی طرف لے جائیں گی جس سے مروت ختم ہو جائے گی۔

حرص ولالچ تو انسان کی فطرت میں رکھی گئی ہیں یہی وجہ ہے کہ انسان فطرتاً قناعت بہت کم کرتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر انسان کے پاس سونے کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری وادی تلاش کرتا ہے اور انسان کے پیٹ کو مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔

حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جب آقائے مظلوم، سرور معصوم، حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب رب اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف وحی آتی تو ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ ہمیں اس وحی کی تعلیم فرماتے، ایک دن میں حاضر خدمت ہوا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے بے شک ہم نے مال نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے اتارا ہے اور اگر انسان کے پاس سونے کی ایک وادی ہو تو وہ پسند کرتا ہے کہ اس کے پاس دوسری وادی بھی ہو اور اگر دوسری بھی ہو تو وہ چاہے گا کہ تیسری بھی ہو اور انسان کے پیٹ کو تو صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کی طرف آتی ہے۔[1]

ایک اور حدیث شریف میں غنی کے سوال کی قباحت کا بیان ہوا، چنانچہ:

[1] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، بيان ذم الحرص والطمع ومدح القناعة واليأس مما في أيدي الناس، ج٣، ص٣١٨)

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَسْأَلَةُ الْغَنِيِّ شَيْنٌ فِي وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَسْأَلَةُ الْغَنِيِّ نَارٌ إِنْ أُعْطِيَ قَلِيْلاً فَقَلِيْلٌ وَإِنْ أُعْطِيَ كَثِيْراً فَكَثِيْرٌ". [1]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: نبی مکرم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: غنی کا مانگنا بروزِ قیامت اس کے چہرے پر عیب ہوگا اور غنی کا مانگنا آگ ہے، اگر تھوڑا دیا گیا تو تھوڑی اور زیادہ دیا گیا تو زیادہ۔

ایک اور حدیث شریف:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ سَأَلَ وَهُوَ غَنِيٌّ عَنِ الْمَسْأَلَةِ يُحْشَرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَهِيَ خُمُوْشٌ فِيْ وَجْهِهٖ". [2]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ شہنشاہ مدینہ، قرار قلب وسینہ، صاحب معطر پسینہ، باعث نزول سکینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سوال کرے حالانکہ وہ سوال سے بے پرواہ ہے تو بروزِ قیامت اس کا حشر یوں ہوگا کہ وہ سوال اس کے چہرے پر خراشیں ہوگا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب تعالٰی سے عرض کی: اے میرے رب! تیرا کونسا بندہ زیادہ غنی ہے؟ اللہ تعالٰی نے فرمایا: وہ شخص جو میرے دیئے پر سب سے زیادہ قناعت کرے۔ عرض کی: سب سے زیادہ عدل کرنے والا کون ہے؟ اللہ تعالٰی نے فرمایا جو اپنے آپ سے انصاف کرتا ہے۔ [3]

---

[1] (المعجم الكبير للطبراني، الحديث: ٤٠٠، ج١٨، ص١٧٥)

[2] (المعجم الأوسط للطبراني، الحديث: ٥٤٦٧، ج٥، ص٣٣٢)

[3] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، بيان ذم الحرص والطمع ومدح القناعة واليأس مما في أيدي الناس، ج٣، ص٣١٩)

عَنْ مَسْعُوْدِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أُتِيَ بِرَجُلٍ يُصَلِّيْ عَلَيْهِ فَقَالَ: "كَمْ تَرَكَ"؟ قَالُوْا: دِيْنَارَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً. قَالَ: "تَرَكَ كَيَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثَ كَيَّاتٍ"، فَلَقِيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْقَاسِمِ مَوْلٰى أَبِيْ بَكْرٍ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ لَهُ: ذَاكَ رَجُلٌ كَانَ يَسْأَلُ النَّاسَ تَكَثُّرًا۔[1]

حضرت سیدنا مسعود بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ایک میت کو نماز جنازہ پڑھنے کے لئے لایا گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: اس نے کیا چھوڑا؟ لوگوں نے عرض کی: دو یا تین دینار۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس نے دو یا تین داغ چھوڑے۔ راوی کہتے ہیں مَیں حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام عبداللہ بن قاسم سے ملا اور اسے یہ بات بتائی۔ انہوں نے بتایا کہ وہ آدمی مال بڑھانے کے لئے سوال کیا کرتا تھا۔

بلا ضرورت مانگنے کو انگارے چننے کی مثل فرمایا گیا چنانچہ:

عَنْ حَبَشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اَلَّذِيْ يَسْأَلُ مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ كَمَثَلِ الَّذِيْ يَلْتَقِطُ الْجَمْرَ".[2]

حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں نے حضور پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا: جو بغیر حاجت سوال کرتا ہے وہ اس کی طرح ہے جو انگارے چنتا ہے۔

---

[1] (الترغيب والترهيب، كتاب الصدقات، فصل، الترهيب من المسألة وتحريمها مع الغنى، الحديث: ۱۱، ج۲، ص۲۹۵)

[2] (شعب الإيمان، باب في الزكاة، فصل في الاستعفاف عن المسألة، الحديث: ۳۵۱۷، ج۳، ص۲۷۱)

ایک اور روایت:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ سَأَلَ النَّاسَ أَمْوَالَهُمْ تَكَثُّراً، فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْراً فَلْيَسْتَقِلَّ أَوْ لِيَسْتَكْثِرْ".[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مال بڑھانے کیلئے سوال کرتا ہے وہ انگارہ مانگتا ہے، اب چاہے کم مانگے یا زیادہ۔

اس حدیث کی شرح میں مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: یعنی بلاسخت ضرورت بھیک مانگے بقدر حاجت مال رکھتا ہو زیادتی کے لئے مانگتا پھرے وہ گویا دوزخ کے انگارے جمع کررہا ہے چونکہ یہ مال دوزخ میں جانے کا سبب ہے اسی لئے اسے انگارہ فرمایا۔ اس حدیث سے آج کل کے عام پیشہ ور بھکاریوں کو عبرت لینی چاہیے۔[2]

ایک اور حدیث شریف:

---

[1] (صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب کراھۃ المسألۃ للناس، الحدیث: ۱۰۴۱، ص ۳۷۲)
(مشکاۃ المصابیح، کتاب الزکاۃ، باب من لا تحل له المسألۃ ومن تحل له، الحدیث: ۱۸۳۹، ج ۱، ص ۳۴۹)

[2] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج ۳، ص ۵۵)

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ سَأَلَ مَسْأَلَةً عَنْ ظَهْرِ غِنًى، اسْتَكْثَرَ بِهَا مِنْ رَضْفِ جَهَنَّمَ". قَالُوْا: وَمَا ظَهْرُ غِنًى؟ قَالَ: "عَشَاءُ لَيْلَةٍ".[1]

حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: شہنشاہ خوش خصال، پیکر حسن و جمال، دافع رنج و ملال، صاحب جودو نوال، رسول بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جو غنی ہوتے ہوئے سوال کرے وہ جہنم کے تپتے پتھر بڑھا رہا ہے۔ صحابہ نے عرض کی: غناء سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: رات کا کھانا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: ہر دن ایک فرشتہ آواز دیتا ہے اے ابنِ آدم! تھوڑا جو تمہیں کفایت کرے اس زیادہ سے بہتر ہے جو تمہیں سرکش بنا دے۔[2]

حضرت سمیط بن عجلان رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: اے انسان! تمہارا پیٹ ایک بالشت مکعب ہے پھر وہ تجھے دوزخ میں کیوں لے جاتا ہے۔

کسی دانا سے پوچھا گیا کہ آپ کا مال کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ظاہر میں اچھی حالت میں رہنا، باطن میں میانہ روی اختیار کرنا اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے مایوس ہونا۔[3]

حدیث شریف میں ہے:

مدینہ

[1] (سنن الدار قطني، كتاب الزكاة، باب الغنى التي يحرم السؤال، الحديث: ١٩٨٠، ج ١، ص ١٠٥)
[2] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، ج ٣، ص ٣٢٠)
[3] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، ج ٣، ص ٣٢٠)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ سَأَلَ النَّاسَ وَلَهُ مَا يُغْنِيْهِ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَسْئَلَتُهُ فِيْ وَجْهِهِ خُمُوْشٌ أَوْ خُدُوْشٌ أَوْ كُدُوْحٌ"، قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا يُغْنِيْهِ؟ قَالَ: "خَمْسُوْنَ دِرْهَماً أَوْ قِيْمَتُهَا مِنَ الذَّهَبِ"۔[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے، فرماتے ہیں: خاتم المرسلین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب رب العلمین، جناب صادق و امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگوں سے مانگے حالانکہ اسکے پاس اتنا ہے جو اسے بے پرواہ کردے تو قیامت میں اس طرح آئیگا کہ اسکے سوال اس کے چہرے میں کُھرچن یا خارش یا زخم ہونگے، عرض کیا گیا: یارسول اللہ! قدرِ غنا کیا ہے؟ فرمایا: پچاس درہم یا اس قیمت کا سونا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: یعنی اس کے پاس روز مرہ کی ضروریات کھانا کپڑا ہے اور کوئی خاص ضرورت درپیش نہیں۔

مزید فرماتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ تینوں ہی الفاظ اَوْ کے ساتھ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے ہیں، راوی کا شک نہیں اور ان تینوں کے الگ الگ معنی ہیں، ہر دوسرے لفظ میں پہلے سے ترقی زیادہ ہے، جیسا کہ ہم نے ترجمہ میں ظاہر کردیا، چونکہ

---

[1] (سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب من يعطى من الصدقة وحد الغنى، الحديث:١٦٢٦، ج٢، ص١٨٩)
(سنن ابن ماجه، كتاب الزكاة، باب من سأل عن ظهر غنى، الحديث:١٨٤٠، ج٢، ص٤١٠)
(سنن الترمذي، كتاب الزكاة، باب ما جاء من تحل له الزكاة، الحديث:٦٥٠، ج١، ص٤٧٠)
(سنن النسائي، كتاب الزكاة، باب حد الغنى، الحديث: ٢٥٩١، ج٣، الجزء٥، ص١٠٢)
(مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب من لا تحل له المسألة ومن تحل له، الحديث:١٨٤٧، ج١، ص٣٤٩)

بے ضرورت بھکاری تین قسم کے تھے معمولی کبھی کبھی مانگ لینے والے، اور ہمیشہ کے بھکاری، ضدی ہٹ دھرم بھکاری، اسی لئے ان کے چہروں کے آثار بھی تین طرح کے ہوئے جیسی بھیک ویسا اُس کا اثر لہٰذا اَوْ تقسیم کے لئے ہے شک کے لئے نہیں۔

خیال رہے کہ جس نصاب سے سوال حرام ہوتا ہے اُس کی مقداریں مختلف آئی ہیں، یہاں تو پچاس درہم یعنی قریباً ساڑھے بارہ روپے ارشاد ہوئے[1] دوسری روایت میں ایک اوقیہ ارشاد ہوا یعنی چالیس درہم، تیسری روایت میں دن رات کا کھانا ارشاد ہوا، لہٰذا بعض شارحین نے ان دونوں حدیثوں کو دن رات کے کھانے والی حدیث سے منسوخ مانا، لیکن چونکہ ہر شخص کی حاجت مختلف ہوتی ہے، بڑے کنبے والے کا روزانہ خرچ زیادہ ہوتا ہے درمیانی کنبے والے کا درمیانہ اور اکیلے آدمی کا خرچہ بھی بہت معمولی، سرکار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے یہ تین ارشاد تین قسم کے لوگوں کے لحاظ سے ہیں، جیسا موقعہ اور جیسا مسئلہ پوچھنے والا ویسا حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جواب، حکیم کی ہر بات حکمت سے ہوتی ہے، لہٰذا حدیث میں تعارض نہیں، اور ممکن ہے کہ حرمت سوال کا حکم تدریجاً آہستگی سے وارد ہوا ہو، اولاً پچاس درہم والوں کو روکا گیا ہو، پھر چالیس والوں کو آخر میں دن رات کے کھانے پر قدرت رکھنے والے کو، جیسے شراب کا حال ہوا، کیونکہ اہل عرب سوال کے عادی تھے، ایکدم سوال چھوڑ نہ سکتے تھے اس لئے یہ ترتیب برتی گئی۔[2]

---

[1] یہ تخمینہ سیدی حکیم الاُمت کے زمانے کا ہے قاری پچاس درہم کا تخمینہ 13.125 تولہ چاندی کی قیمت سے اعتبار کرے۔ (مؤلف)

[2] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۳، ص ۶۱۔۶۲)

اپنی حاجات عام لوگوں کے بجائے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرنے سے اللہ تعالیٰ جلد غِنَاء عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ:

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ فَأَنْزَلَهَا بِالنَّاسِ لَمْ تُسَدَّ فَاقَتُهُ. وَمَنْ أَنْزَلَهَا بِاللّٰهِ، أَوْشَكَ اللّٰهُ لَهُ بِالْغِنٰى، إِمَّا بِمَوْتٍ عَاجِلٍ، أَوْ غِنًى آجِلٍ".[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے، فرماتے ہیں: تاجدارِ رسالت، شہنشاہ نبوت، مخزنِ جود و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، محبوب رب العزت محسن انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے فاقہ پہنچا اور اس نے لوگوں کے سامنے بیان کیا تو اس کا فاقہ بند نہ کیا جائے گا اور اگر اس نے اللہ سے عرض کی تو اللہ جلد اسے بے نیاز کر دیگا خواہ جلد موت سے یا آئندہ غنا سے۔

اس حدیث کی شرح میں حکیم الامت فرماتے ہیں: یعنی اپنی غریبی کی شکایت لوگوں سے کرتا پھرے اور بے صبری ظاہر کرے اور لوگوں کو اپنا حاجت روا جان کر ان سے مانگنا شروع کر دے تو اس کا انجام یہ ہوگا کہ اُسے مانگنے کی عادت پڑ جائے گی، جس میں برکت نہ ہوگی اور ہمیشہ فقیر ہی رہے گا۔

آپ مزید فرماتے ہیں: جو اپنا فاقہ لوگوں سے چھپائے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں دعائیں مانگے اور حلال پیشہ میں کوشش کرے تو رب تعالیٰ اُسے مانگنے کی ضرورت

---

[1] (سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب في الاستعفاف، الحديث:١٦٤٥، ج٢، ص٢٠٢)
(سنن الترمذي، كتاب الزهد، باب ما جاء في الهمّ في الدنيا وحبها، الحديث:٢٣٢٦، ج٣، ص٢٩٦)
(مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب من تحل له المسألة ومن لا تحل له، الحديث:١٨٥٢، ج١، ص٣٥٢)

ڈالے گا ہی نہیں، اگر اس کے نصیب میں دولت مندی نہیں ہے تو اُسے ایمان پر موت نصیب کر کے جنت کی نعمتیں عطا فرمائیگا اور اگر دولت مندی نصیب میں ہے تو وہ جلدی نہ سہی دیر سے ہی عطا فرمادے گا کہ اسکی کمائی میں برکت دیگا۔[1]

زیادتیٔ مال کی حرص میں بھیک مانگنا حقیقتاً جہنم کے انگارے جمع کرنا ہے، چنانچہ:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ سَأَلَ النَّاسَ لِيُثْرِيَ مَالَهُ، فَإِنَّمَا هِيَ رَضْفٌ مِّنَ النَّارِ مُلْهَبَةٌ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُقِلَّ، وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْثِرْ".[2]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دوعالم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لوگوں سے سوال کرے اس لئے کہ اپنے مال کو بڑھائے تو وہ جہنم کا گرم پتھر ہے، اب اسے اختیار ہے چاہے کم مانگے یا زیادہ۔

قناعت کی عظمت اور سوال کی مذمّت میں ایک اور حدیث شریف:

عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: جَاءَ مَالٌ مِنَ الْبَحْرَيْنِ فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَبَّاسَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَحَفَنَ لَهُ، ثُمَّ

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں، بحرین سے مال آیا تو آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۳، ص۶۵۔۶۶)

[2] (صحیح ابن حبان، الحدیث: ۳۳۹۱، ج۸، ص۱۸۵)

قَالَ: "أَزِيْدُکَ"؟ قَالَ: نَعَمْ، فَحَفَنَ لَهُ، ثُمَّ قَالَ: "أَزِيْدُکَ"؟قَالَ: نَعَمْ، فَحَفَنَ لَهُ ثُمَّ قَالَ:"أَزِيْدُکَ"؟قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: "أَبْقِ لِمَنْ بَعْدَکَ"،ثُمَّ دَعَانِيْ، فَحَفَنَ لِيْ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، خَيْرٌ لِّيْ أَوْ شَرٌّ لِّيْ؟ قَالَ: "لَا. بَلْ شَرٌّ لَّکَ"، فَرَدَدْتُ عَلَيْهِ مَا أَعْطَانِيْ ثُمَّ قُلْتُ: لَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَا أَقْبَلُ مِنْ أَحَدٍ عَطِيَّةً بَعْدَکَ. قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سِيْرِيْنَ: قَالَ حَكِيْمٌ: فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يُّبَارِکَ لِيْ. قَالَ: "اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لَهُ فِيْ صَفْقَةِ يَدِهِ".[1]

لپ بھر دیا، پھر فرمایا: اور دوں؟ عرض کی: ہاں! آپ نے لپ بھر اور دیا پھر فرمایا: اور دوں؟ عرض کی: ہاں! آپ نے لپ بھر اور دیا پھر فرمایا: اور دوں؟ عرض کی: ہاں! تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بعد والوں کے لئے بھی کچھ رہنے دو (راوی فرماتے ہیں) پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور لپ بھر دیا تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ میرے لئے اچھا ہے یا برا؟ فرمایا: اچھا نہیں بلکہ برا ہے۔ تو آپ نے جو مجھے عطا فرمایا تھا میں نے واپس کر دیا اور عرض کی: اُس ذات پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے آپ کے بعد کسی اور سے کوئی عطیہ نہ لوں گا۔ محمد بن سیرین کا بیان ہے کہ حکیم کہتے ہیں میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ میرے لئے برکت فرمادے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! ان کی تجارت میں برکت دے۔

[1] (المعجم الکبیر للطبرانی، الحدیث: ۳۱۳۶، ج۳، ص۲۰۵)

قناعت کرنے اور سوال سے اجتناب کی شان میں وارد ایک اور حدیث شریف:

عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعَةً أَوْ ثَمَانِيَةً أَوْ سَبْعَةً، فَقَالَ: "أَلَا تُبَايِعُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ"؟ وَكُنَّا حَدِيْثَ عَهْدٍ بِبَيْعَةٍ، فَقُلْنَا: قَدْ بَايَعْنَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ: "أَلَا تُبَايِعُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" فَقُلْنَا قَدْ بَايَعْنَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، ثُمَّ قَالَ: "أَلَا تُبَايِعُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ"؟ قَالَ: فَبَسَطْنَا أَيْدِيَنَا وَقُلْنَا: قَدْ بَايَعْنَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَعَلَامَ نُبَايِعُكَ؟ قَالَ: "عَلٰى أَنْ

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: ہم نو، آٹھ یا سات اشخاص نبی مکرم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیعت نہیں کرتے؟ حالانکہ ہم نے کچھ عرصہ پہلے بیعت کر لی تھی، تو ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم تو بیعت کر چکے ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوبارہ فرمایا: کیا تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیعت نہیں کرتے؟ تو ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم تو بیعت کر چکے ہیں۔ آپ نے پھر فرمایا: کیا تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیعت نہیں کرتے؟ راوی کہتے ہیں: تو ہم نے اپنے ہاتھ بڑھا دیئے اور عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیعت تو ہم کر چکے ہیں، اب کس بات پر بیعت کریں؟ فرمایا: اس بات پر کہ اللہ کی

تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا، وَالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، وَتُطِيْعُوْا وَأَسَرَّ كَلِمَةً خَفِيَّةً وَلَا تَسْأَلُوا النَّاسَ شَيْئًا"، فَلَقَدْ رَأَيْتُ بَعْضَ أُولٰئِكَ النَّفَرِ يَسْقُطُ سَوْطُ أَحَدِهِمْ، فَمَا يَسْأَلُ أَحَدًا يُنَاوِلُهُ إِيَّاهُ.[1]

عبادت کروگے اوراس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ گے، پنجوقتہ نماز کی پابندی کروگے، اللہ و رسول کی فرمانبرداری کروگے اورایک بات آہستہ سے فرمائی کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کروگے۔ (راوی کہتے ہیں) میں نے ان حضرات میں سے بعض کو دیکھا ہے کہ ان میں سے کسی کا کوڑا (سواری پر سے) گرجاتا تو کسی سے سُوال نہ کرتے کہ اُٹھادے۔

ایک اورحدیث شریف میں اس طرح کامضمون ہے، چنانچہ:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ يُّبَايِعُ"؟ فَقَالَ ثَوْبَانُ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَايِعْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. قَالَ: "عَلٰى أَنْ لَّا تَسْأَلَ أَحَدًا شَيْئًا"

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: شہنشاہ مدینہ، قرارقلب و سینہ، صاحب معطر پسینہ، باعث نزول سکینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کون بیعت کرے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ثوبان نے عرض کی: یارسول اللہ! ہمیں بیعت فرمالیجئے، آپ نے فرمایا: اس بات پر (بیعت کرو) کہ کسی سے کچھ نہ مانگو گے

مدینہ

[1] (صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب کراھۃ المسألۃ للناس، الحدیث:۱۰۴۳، ص۵۲۳)
(سنن أبي داود، کتاب الزکاۃ، باب کراھیۃ المسألۃ، الحدیث:۱۶۴۲، ج۲، ص۲۰۱)
(سنن ابن ماجہ، کتاب الجھاد، باب البیعۃ، الحدیث:۲۸۶۷، ج۳، ص۳۹۸-۳۹۹)

فَقَالَ ثَوْبَانُ: فَمَا لَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "اَلْجَنَّةُ"فبَايَعهُ ثَوْبَانُ. قَالَ أَبُوْ أُمَامَةَ: فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ بِمَكَّةَ فِيْ أَجْمَعِ مَا يَكُوْنُ مِنَ النَّاسِ يَسْقُطُ سَوْطُهُ وَهُوَ رَاكِبٌ، فَرُبَّمَا وَقَعَ عَلٰى عَاتِقِ رَجُلٍ فَيَأْخُذُ الرَّجُلُ فَيُنَاوِلُهُ فَمَا يَأْخُذُهُ حَتّٰى يَكُوْنَ هُوَ يَنْزِلُ فَيَأْخُذُهُ.[1]

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے شخص کے لئے کیا اجر ہے؟ فرمایا: جنت! تو حضرت ثوبان بیعت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت ابواُمامہ کہتے ہیں کہ میں نے مکہ میں کثیر لوگوں کے درمیان بھی آپ (یعنی ثوبان) کو دیکھا کہ سواری کی حالت میں آپ کا کوڑا اگر جاتا (تو اٹھا دینے کیلئے کسی کو نہ کہتے) بلکہ بسا اوقات کسی شخص کے کندھے پر گر پڑتا تو وہ شخص اُسے پکڑ کر آپ کو دیتا تو آپ نہ لیتے حتی کہ خود نیچے اترتے اور کوڑا اٹھا لیتے۔

ایک اور حدیث شریف:

عَنْ أَبِيْ ذَرٍّرَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: أَوْصَانِيْ خَلِيْلِيْ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ: حُبِّ الْمَسَاكِيْنِ، وَأَنْ أَدْنُوَ مِنْهُمْ، وَأَنْ أَنْظُرَ إِلٰى مَنْ هُوَ أَسْفَلُ مِنِّيْ، وَلَا أَنْظُرَ إِلٰى مَنْ فَوْقِيْ، وَأَنْ أَصِلَ رَحِمِيْ وَإِنْ جَفَانِيْ،

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: مجھے میرے خلیل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سات باتوں کی وصیت فرمائی ہے، مسکینوں سے محبت کی اور یہ کہ ان سے قریب ہوجاؤں، اپنے سے کم تر کو دیکھوں اور اپنے سے برتر کو نہ دیکھوں، اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کروں اگرچہ وہ مجھ سے بے وفائی

---

[1] (المعجم الكبير للطبراني، الحديث: ٧٨٣٢، ج٨، ص٢٠٦)

وَأَنْ أُكْثِرَ مِنْ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، وَأَنْ أَتَكَلَّمَ بِمُرِّ الْحَقِ لَا تَأْخُذُنِيْ فِي اللّٰهِ لَوْمَةُ لَائِمٍ، وَأَنْ لَّا أَسْأَلَ النَّاسَ شَيْئاً۔[1]

کریں، اور کثرت سے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ پڑھوں، حق بات کہوں اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کروں، لوگوں سے کچھ نہ مانگوں۔

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ علماء کے دلوں سے علم کو کونسی چیز لے جاتی ہے جبکہ وہ اسے سمجھ بھی لیتے ہیں اور یاد بھی کر لیتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: نفس کی حرص اور حاجات کی طلب۔

ایک شخص نے حضرت فُضَیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کی وضاحت پوچھی تو انہوں نے فرمایا: جب آدمی کسی چیز کی لالچ کرتا ہے تو اسے طلب کرتا ہے یوں وہ اپنا دین کھو بیٹھتا ہے جہاں تک حرص کا تعلق ہے تو نفس کی حرص کبھی اس چیز کی طرف جاتی ہے اور کبھی اُس چیز کی طرف حتیٰ کہ وہ کسی بھی چیز کے ہاتھوں سے نکل جانے کو پسند نہیں کرتا اور بعض اوقات تمہیں کسی شخص سے غرض ہوتی ہے اور اس سے کوئی کام ہوتا ہے پھر جب وہ تمہارا کام پورا کر دیتا ہے تو تمہاری نکیل اس کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے وہ جہاں چاہتا ہے تمہیں لے جاتا ہے وہ تم پر قادر ہوتا ہے اور تم اس کے سامنے جھکتے ہو اور دنیا کی محبت کے باعث جب تم اس کے پاس سے گزرتے ہو تو اسے سلام کرتے ہو جب وہ بیمار ہوتا ہے تو اس کی عیادت کرتے ہو تم اسے رضائے خداوندی کی خاطر سلام نہیں کرتے اور نہ ہی عیادت سے رضائے الٰہی مقصود ہوتی ہے پس اگر تمہیں اس سے کوئی کام نہ ہوتا تو تمہارے لئے اچھا تھا پھر حضرت فضیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ بات فلاں فلاں کی سو باتوں سے بہتر ہے۔[2]

مدینہ

[1] (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزهد، ما ذكر عن نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم في الزهد، الحديث: ۳۴۳۳۹، ج۷، ص ۱۰۲)

[2] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، الآثار، ج۳، ص ۳۲۱-۳۲۲)

سوال کی مذمّت میں وارد ایک اور حدیث شریف:

عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَانِيْ، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِيْ، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِيْ، ثُمَّ قَالَ: "يَا حَكِيْمُ، هٰذَا الْمَالُ خَضِرٌ حُلْوٌ، فَمَنْ أَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُوْرِكَ لَهُ فِيْهِ، وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيْهِ، وَكَانَ كَالَّذِيْ يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى". قَالَ حَكِيْمٌ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَرْزَأُ أَحَداً بَعْدَكَ شَيْئاً حَتّٰى أُفَارِقَ الدُّنْيَا، فَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَدْعُوْ حَكِيْماً لِيُعْطِيَهُ الْعَطَاءَ، فَيَأْبٰى أَنْ يَّقْبَلَ مِنْهُ شَيْئاً، ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ	حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مانگا حضور نے دیا میں نے پھر مانگا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے اور دیا میں نے پھر مانگا حضور نے پھر دیا، پھر مجھ سے فرمایا: اے حکیم! یہ مال خوش نما خوش ذائقہ ہے جو اسے دلی لاپرواہی سے لے گا اس کیلئے اس میں برکت ہوگی اور جو اسے نفسانی طمع سے لے گا اس کیلئے اس میں برکت نہ ہوگی اور وہ اس کی طرح ہوگا جو کھائے اور سیر نہ ہو، اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے، حضرت حکیم فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا کہ میں آپ کے سوا کسی سے کچھ نہ مانگوں گا حتی کہ دنیا چھوڑ دوں۔ حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو (اپنے دورِ خلافت میں) عطیہ

دَعَـاهُ لِيُـعْـطِيَـهُ فَـأَبٰى أَنْ يَّـقْبَلَـهُ، فَـقَـالَ: يَا مَعْشَرَ الْـمُـسْـلِمِيْـنَ: أُشْهِـدُكُـمْ عَـلٰـى حَـكِيْـمٍ أَنِّيْ أَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ الَّذِيْ قَسَمَ اللّٰهُ لَـهُ فِـيْ هٰذَا الْفَيْءِ، فَيَأْبٰى أَنْ يَّـأْخُـذَهُ، وَلَـمْ يَـرْزَأْ حَـكِيْـمٌ أَحَـداً مِنَ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَـلَيْـهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تُوُفِّيَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.[1]

دینے کے لئے بلاتے تو آپ کچھ بھی قبول کرنے سے انکار کرتے پھر عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے (اپنے دور خلافت میں) آپ کو عطیہ دینے کے لئے بلایا تو آپ نے لینے سے انکار کردیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: اے مسلمانوں کی جماعت! میں تمہیں حکیم کے بارے میں گواہ بناتا ہوں کہ میں ان کو ان کا وہ حق پیش کرتا ہوں جو اللہ تعالٰی نے غنیمت سے ان کا حصہ مقرر فرمایا ہے تو آپ اسے لینے سے انکار کرتے ہیں۔ حضرت حکیم نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کسی سے کچھ نہ مانگا حتی کہ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ دنیا سے رخصت ہوگئے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: زمانہ جاہلیت میں لوگ مانگنے کو عیب نہ سمجھتے تھے بلا ضرورت بھی دست سوال دراز کرتے تھے، نومسلم حضرات اسی عادت کے مطابق اولاً مانگتے تھے، نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکثر انہیں دے کر سوال سے منع فرماتے تھے۔

---

[1] (صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب الاستعفاف عن المسألة، الحديث: ۱۴۷۲، ج۱، ص۳۶۲)
(صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب بيان أن اليد العليا خير من اليد السفلى...إلخ، الحديث: ۱۰۳۵، ص۱۷۳)
(سنن الترمذي، كتاب صفة القيامة والرقائق والورع، ۲۹ باب، الحديث: ۲۴۶۳، ج۳، ص۲۶۶)
(سنن النسائي، كتاب الزكاة، باب مسألة الرجل في أمر لابد له منه، الحديث: ۲۶۰۱، ج۳، الجزء۵، ص۱۰۶)
(مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب من لا تحل له المسألة ومن تحل له، الحديث: ۱۸۴۲، ج۱، ص۳۵۰)

مزید فرماتے ہیں کہ لاپرواہی سے مراد طمع اور ہوس کا مقابل ہے، یعنی جو مال لے تو لیکن صبر وقناعت کے ساتھ کہ ناجائز کی طرف نظر نہ اُٹھائے اور جائز مال کی بھی ہوس نہ ہو تو اگر چہ اس کے پاس مال تھوڑا ہو مگر برکت ہوگی، کیونکہ اس میں اللہ رسول کی رضا شامل ہوگی، خیال رہے کہ مال کی زیادتی اور ہے، برکت کچھ اور، زیادتی مال کبھی ہلاک کردیتی ہے مگر برکت مال دین ودنیا میں رب تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے برکت والا تھوڑا پانی پیاس بجھا دیتا ہے، بہت سا پانی ڈبو دیتا ہے دیکھو طالوت کے جن ساتھیوں نے نہر سے ایک چلّو پانی پر قناعت کی، وہ کامیاب رہے اور بہت سا پینے والے مارے گئے، کیونکہ چلّو میں برکت تھی اور اس میں محض کثرت۔

''جو کھائے اور سیر نہ ہو'' اس کی وضاحت میں مفتی صاحب فرماتے ہیں: جوع البقر بیماری والا کھانے سے سیر نہیں ہوتا اور استسقاء والا پانی سے، ان دونوں کی یہ بھوک اور پیاس کبھی ہلاکت کا باعث ہوجاتی ہے، حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مال کی ہوس کو جوع البقر قرار دیا۔

مزید فرماتے ہیں: اوپر والے ہاتھ سے مراد دینے والا اور نیچے والے سے مانگ کر لینے والا، خواہ دینے والا نذرانہ کے طور پر نیچا ہاتھ کر کے ہی دے اور لینے والا اوپر ہاتھ کر کے ہی اُٹھائے، مگر پھر بھی دینے والا ہی اونچا ہے، یہاں دینے اور لینے سے مراد بھیک دینا اور لینا ہے اولاد کا ماں باپ کو دینا، مرید صادق کا اپنے شیخ کامل کی خدمت میں کچھ پیش کرنا، انصار کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں نذرانے پیش کرنا اس حکم سے علیحدہ ہیں، اگر ہماری کھالوں کے جوتے بنیں اور رشتۂ جان کے تسمے اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے استعمال فرمالیں تو ان کے حق کا کروڑواں حصہ ادا نہ

ہو اس حدیث سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ غنا فقر سے بہتر ہے، اور غنی شاکر، فقیر صابر سے افضل، مگر حق یہ ہے کہ فقیر صابر غنی شاکر سے افضل ہے، ہماری اس تقریر سے یہ حدیث غنی کے افضل ہونے کی دلیل نہیں ہوسکتی کیونکہ یہاں بھکاری فقیر کا ذکر ہے نہ کہ صابر کا بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ یہاں اوپر والے ہاتھ سے فقیر صابر مراد ہے اور نیچے والے سے بھکاری، تب تو سبحان اللہ بہت لطف کی بات ہے۔

مفتی صاحب مزید فرماتے ہیں: "بَعْد" کے معنی "سوا" بہت ہی مناسب ہیں جو شیخ نے اختیار کئے یعنی آپ سے تو جیتے جی قبر میں حشر میں مانگتا ہی رہوں گا کیوں نہ مانگوں میں بھکاری آپ داتا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ﴾ ([النساء: ۴/۶۴] ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں (کنزالایمان)) اور فرماتا ہے: ﴿وَاَمَّا السَّآىٕلَ فَلَا تَنْهَرْ﴾ ([الضحی: ۹۳/۱۰] ترجمہ: اور منگتا کو نہ جھڑ کو (کنزالایمان)) آپ سے مانگنے میں ہماری عزّت ہے، ہاں آپ کے سواء کسی سے نہ مانگوں گا، شعر

اُن کے در کی بھیک چھوڑیں سروری کے واسطے

اُن کے در کی بھیک اچھی سروری اچھی نہیں

کل قیامت میں ساری مخلوق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شفاعت وغیرہ کی بھیک مانگے گی، حضرت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ وعدہ ایسا پورا کیا کہ اگر گھوڑے سے آپ کا کوڑا گرجاتا تو خود اُتر کر لیتے کسی سے مانگتے نہیں۔[1]

سُوال سے گریز کرنے پر جنّت کی بشارت ہے، چنانچہ:

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج ۳، ص ۵۷_۵۸)

عَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ يَكْفُلُ لِي أَنْ لَّا يَسْأَلَ النَّاسَ شَيْئاً أَتَكَفَّلُ لَهُ بِالْجَنَّةِ" فَقُلْتُ: أَنَا فَكَانَ لَا يَسْأَلُ أَحَداً شَيْئاً.[1]

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور پاک، صاحب لولاک سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مجھے اس کی ضمانت دے کہ لوگوں سے کچھ نہ مانگے گا تو میں اُس کے لئے جنت کا ضامن ہوں تو میں نے کہا: میں! چنانچہ وہ کسی سے کچھ نہیں مانگا کرتے تھے۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں: یعنی جو مجھ سے بھیک نہ مانگنے کا عہد کرے تو میں اُس کی چار چیزوں کا ذمہ دار ہوتا ہوں، زندگی تقویٰ پر، موت ایمان پر، کامیابی قبر میں، چھٹکارا حشر میں؛ کیونکہ جنت ان چار چیزوں کے بعد نصیب ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی جنت کا مالک و مختار بنایا ہے کیونکہ بغیر اختیار ضمانت کیسی، یہ بھی معلوم ہوا کہ سوال سے بچنے والے کو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امان میں لے لیتے ہیں پھر اس پر نہ شیطان کا داؤ چلے، نہ نفس امارہ قابو پائے، جسے وہ اپنے دامن میں چھپالیں اُس کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تصرف اور حضور علیہ السلام کی امن و امان عالم میں قیامت تک جاری ہے، کیونکہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ ضمانت صرف صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے نہیں تا قیامت ہر سوال سے بچنے والے مومن کے لئے ہے۔ شعر

---

[1] (سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب في الاستعفاف، الحديث: ۱۶۴۳، ج۲، ص۲۰۲)
(مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب من لا تحل له المسألة ومن تحل له، الحديث ۱۸۵۷، ج۱، ص۳۵۳)

ڈھونڈا ہی کریں صدرِ قیامت کے سپاہی
وہ کس کو ملے جو ترے دامن میں چھپا ہو

یہاں شیخ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا کہ انبیائے کرام کی یہ ضمانتیں باذنِ الٰہی ہیں اور برحق ہیں حتی کہ ایک پیغمبر کا نام ہی ذی الکفل ہے کیونکہ وہ اپنی اُمّت کے لئے جنت کے کفیل ہوگئے تھے۔

مزید فرماتے ہیں: سب سے پہلے اس حدیث پر خود حضرت ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایسا عمل کیا کہ وفات تک کسی سے کچھ نہ مانگا، معلوم ہوا کہ علم پر عالم خود عمل کرے۔[1]

سوال کا انجام فقر ہے چنانچہ:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "ثَلَاثٌ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ إِنْ کُنْتُ لَحَالِفاً عَلَیْھِنَّ: لَا یَنْقُصُ مَالٌ مِنْ صَدَقَۃٍ فَتَصَدَّقُوْا، وَلَا یَعْفُوْ عَبْدٌ عَنْ مَظْلَمَۃٍ یَبْتَغِیْ بِھَا وَجْہَ اللّٰہِ إِلَّا رَفَعَہُ اللّٰہُ بِھَا عِزّاً، وَلَا یَفْتَحُ عَبْدٌ بَابَ مَسْأَلَۃٍ إِلَّا فَتَحَ اللّٰہُ عَلَیْہِ بَابَ فَقْرٍ.[2]

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے تین باتیں ہیں جن پر میں قسم کھا سکتا ہوں، صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا تو صدقہ دیا کرو اور بندہ اللہ کی رضا کی خاطر ظلم کو درگزر نہیں کرتا مگر اللہ تعالٰی بروزِ قیامت اُسے عزّت عطا فرمائے گا اور بندہ سوال کا دروازہ نہ کھولے گا مگر اللہ تعالٰی اس پر فقیری کا دروازہ کھول دے گا۔

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج ۳، ص ۶۸)
[2] (المسند للإمام أحمد بن حنبل، مسند عبد الرحمان بن عوف، الحدیث: ۱۶۷۴، ج ۱، ص ۴۱۵)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی ضرورت طلب کرے تو نرمی سے طلب کرے اور کسی کے پاس جا کر یہ نہ کہے کہ تم ایسے ہو تم ایسے ہو کہ اس کی پیٹھ توڑ دے (یعنی تعریف میں مبالغہ کرتا جائے) کیوں کہ رزق تو اتنا ہی ملے گا جو اس کے نصیب میں ہے۔

بنو امیہ میں سے کسی نے حضرت ابو حازم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خط لکھا اور قسم دے کر کہا جو حاجات ہوں مجھے بتائیں حضرت ابو حازم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواباً لکھا: میں نے اپنی حاجات اپنے مولا عزوجل کے ہاں پیش کر دی ہیں تو وہ جو کچھ دے گا قبول کروں گا اور جو کچھ مجھ سے روک رکھے گا اس پر صبر کروں گا۔[1]

مانگنے والا حقیقتاً آگ طلب کرتا ہے، چنانچہ:

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَقَدْ سَمِعْتُ فُلَاناً وَفُلَاناً یُحْسِنَانِ الثَّنَاءَ یَذْکُرَانِ أَنَّکَ أَعْطَیْتَہُمَا دِیْنَارَیْنِ. قَالَ: فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:

حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میں نے فلاں، فلاں کو سنا وہ بہت اچھی تعریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دو دینار عطا فرمائے۔ راوی کہتے ہیں: تو نبی کریم رءوف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مدینہ

[1] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، الآثار، ج۳، ص۳۲۰)

"وَاللّٰہِ لٰکِنَّ فُلَاناً مَا ھُوَ کَذٰلِکَ لَقَدْ أَعْطَیْتُہُ مَا بَیْنَ عَشْرَۃٍ إِلٰی مِائَۃٍ فَمَا یَقُوْلُ ذٰلِکَ أَمَا وَاللّٰہِ إِنَّ أَحَدَکُمْ لَیُخْرِجُ مَسْأَلَتَہُ مِنْ عِنْدِيْ یَتَأَبَّطُھَا" یَعْنِيْ تَکُوْنُ تَحْتَ إِبْطِہٖ نَاراً، فَقَالَ: قَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِمَ تُعْطِیْھَا إِیَّاھُمْ؟ قَالَ: "فَمَا أَصْنَعُ؟ یَأْبَوْنَ إِلَّا ذٰلِکَ، وَیَأْبَی اللّٰہُ لِيَ الْبُخْلَ".[1]	اللہ عزوجل کی قسم! فلاں کا معاملہ تو ایسا نہیں، میں نے تو اسے دس سے سو کے درمیان دیئے ہیں وہ ایسا کیوں کہتا ہے؟ اللہ عزوجل کی قسم! تم میں سے کوئی مجھ سے اپنی مطلوبہ شے بغل میں دبائے لے جاتا ہے، یعنی اس کی بغل کے نیچے آگ ہوتی ہے۔ راوی کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! تو پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انہیں کیوں عطا کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں کیا کروں؟ وہ اس کے بغیر راضی نہیں اور اللہ تعالیٰ میرے لیے بخل کو ناپسند فرماتا ہے۔

صاحبِ نزہۃ المجالس فرماتے ہیں کہ میں نے تفسیر علائی میں سورۂ یٰس شریف کی تفسیر میں دیکھا کہ ایک مرتبہ عیسیٰ علیہ السلام ایک گاؤں سے گزرے تو وہاں والوں کو راستوں میں مردہ حالت میں پایا تو آپ نے اللہ عزوجل سے ان کے متعلق پوچھا، اللہ تعالیٰ نے انہیں وحی فرمائی کہ جب رات ہو تو ان کو پکاریئے گا یہ آپ کو جواب دیں گے۔ جب رات ہوئی تو آپ علیہ السلام نے انہیں پکارا، ان میں سے ایک بولا: لبیک اے روح اللہ! حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تمہارا کیا معاملہ ہے؟ اس نے جواب

[1] (الترغیب والترھیب، کتاب الصدقات، فصل،الترھیب من المسألۃ وتحریمھا مع الغنی،الحدیث:۲۸،ج۱،ص۳۰۰)

دیا: ہم دن عافیت میں گزارتے تھے اور راتیں خواہشات میں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: کیوں؟ اس نے جواب دیا: اس لئے کہ ہم دنیا سے یوں محبت کرتے تھے جیسے بچہ ماں سے محبت کرتا ہے جب کوئی دنیاوی اچھائی پاتے تو بہت خوش ہوتے اور جب کوئی مصیبت پڑتی تو روتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے ساتھیوں کو کیا ہوا وہ کیوں جواب نہیں دیتے؟ عرض کی: انہیں عذاب کے فرشتے آگ کی لگامیں ڈالے ہوئے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تو تم کیسے ان کے درمیان جواب دے رہے ہو؟ عرض کی: میں ان میں سے نہیں میں تو بس ان پر عذاب نازل ہوتے وقت ان کے درمیان سے گزر رہا تھا تو وہ عذاب مجھ پر بھی آ پہنچا اور میں جہنم کے کنارے ایک بال سے لٹکا ہوا ہوں پس میں نہیں جانتا کہ میں اس سے نجات پاؤں گا یا نہیں۔[1]

تین قسم کے لوگوں کا سوال کرنا جائز ہے۔ چنانچہ:

عَنْ أَبِي بِشْرٍ قَبِيصَةَ بْنِ الْمُخَارِقِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: تَحَمَّلْتُ حَمَالَةً، فَأَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْأَلُهُ فِيْهَا فَقَالَ: "أَقِمْ حَتّٰى تَأْتِيَنَا الصَّدَقَةُ فَنَأْمُرَ لَكَ بِهَا"	حضرت ابو بشر قبیصہ بن مخارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں ایک قرض کا ضامن بن گیا تھا، تو خاتم المرسلین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب رب العلمین، جناب صادق وامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کے لئے کچھ مانگنے کو حاضر ہوا، تو حضور نے فرمایا: ٹھہرو حتی کہ صدقہ آجائے تو ہم اُس کا تمہارے لئے حکم دے دیں گے

مدینہ

[1] (نزھۃ المجالس، باب الزھد والقناعۃ والتوکل، ج ۲، ص ۲۴)

ثُمَّ قَالَ: "يَا قُبَيْصَةُ، إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِأَحَدِ ثَلَاثَةٍ: رَجُلٍ تَحَمَّلَ حَمَالَةً فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتّٰى يُصِيبَهَا ثُمَّ يُمْسِكَ، وَرَجُلٍ أَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ اِجْتَاحَتْ مَالَهُ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتّٰى يُصِيبَ قِوَاماً مِنْ عَيْشٍ- أَوْ قَالَ- سِدَاداً مِنْ عَيْشٍ، وَرَجُلٍ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ حَتّٰى يَقُولَ ثَلَاثَةٌ مِنْ ذَوِي الْحِجَى مِنْ قَوْمِهِ: لَقَدْ أَصَابَتْ فُلَاناً فَاقَةٌ، فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتّٰى يُصِيبَ قِوَاماً مِنْ عَيْشٍ- أَوْ قَالَ- سِدَاداً مِنْ عَيْشٍ، فَمَا سِوَاهُنَّ مِنَ الْمَسْأَلَةِ يَا قُبَيْصَةُ سُحْتٌ يَأْكُلُهَا صَاحِبُهَا سُحْتاً".[1]	پھر فرمایا: اے قبیصہ! تین شخصوں کے سواء کسی کو مانگنا جائز نہیں ایک وہ جو کسی قرض کا ضامن ہوگیا ہو اُسے مانگنا جائز ہے حتی کہ بقدرِ قرض پالے پھر باز رہے، ایک وہ جس پر آفت آجائے جو اُس کا مال برباد کردے اُسے مانگنا حلال ہے حتی کہ زندگانی کا قیام پائے یا فرمایا کہ زندگی کی درستی پائے، اورایک وہ جسے فاقہ پہنچ جائے حتی کہ اس کی قوم کے تین عقلمند شخص گواہی دیں کہ فلاں کوفاقہ پہنچا ہے تو اُسے مانگنا حلال ہے حتی کہ زندگی کا قیام یافرمایا: زندگی کی درستی پائے، اے قبیصہ! ان تین باتوں کے سواء مانگنا حرام ہے کہ مانگنے والاحرام کھاتا ہے۔

[1] (سنن الدارمي، كتاب الزكاة، باب من تحل له الصدقة، الحديث:۱٦۸۴، ص۴۹۳)
(صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب من تحل له المسألة، الحديث:۱۰۴۴، ص۳۷۳)
(سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب ما تجوز فيه المسألة، الحديث:۱٦۴۰، ج۲، ص۱۹۸-۱۹۹)
(سنن النسائي، كتاب الزكاة، باب الصدقة لمن تحمل بحمالة، الحديث:۲۵۸۰، ج۳، الجزء۵، ص۹۳)
(مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب من لا تحل له المسألة ومن تحل له، الحديث:۱۸۳۷، ج۱، ص۳۴۹)

''قرض کا ضامن بن گیا تھا''اس کی وضاحت کرتے ہوئے مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اس ضمانت کی صورت یہ ہوتی ہے کہ دو قومیں دیت یا دوسرے قرض کی وجہ سے آپس میں لڑنے لگیں، کوئی اُن میں صلح کرانے اور دفع شر کے لئے مقروض کا قرض یا مقتول کی دیت اپنے ذمہ لے لے یعنی دفع فساد یا صلح کرانے کے لئے مال کا ضامن بن جانا یا اپنے ذمہ لے لینا۔

''ٹھہرو حتی کہ صدقہ آجائے''اس کے تحت حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: صدقہ سے مراد ظاہری جانوروں کی پیداوار کی زکوٰۃ ہے جو حکومت اسلامیہ وصول کرتی تھی یا مال باطنی یعنی سونے چاندی وغیرہ کی زکوٰۃ جو غنی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کرتے تھے تاکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی خیرات کردیں اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت سے خیرات قبول ہو یعنی اے قبیصہ! اتنا توقف کرو کہ زکوٰۃ وصول ہو جائے تو اس سے تمہارا زرِ ضمانت ادا کردیا جائیگا۔

''بقدر قرض پالے پھر باز رہے''اس کے تحت فرماتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ ایسا ضامن اگرچہ مالدار بھی ہو تو صدقہ مانگ سکتا ہے کیونکہ یہ مانگنا اپنے لئے نہیں بلکہ اُس مقروض فقیر کے لئے ہے جو فقیر ہے جس کا یہ ضامن ہے، رب تعالیٰ نے زکوٰۃ کے مصارف میں غارمین (مقروضوں) کا بھی ذکر فرمایا ہے وہ یہ ہی مقروض ہیں۔[1]

ایک اور حدیث شریف میں سُوال سے اجتناب کی تعلیم فرمائی گئی، چنانچہ:

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج ۳، ص ۵۴)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِسْتَغْنُوْا عَنِ النَّاسِ، وَلَوْ بِشُوْصِ السِّوَاكِ"[1].

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں: تاجدارِ رسالت، شہنشاہ نبوت، مخزنِ جود وسخاوت، پیکر عظمت وشرافت، محبوب رب العزت، محسن انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں سے مانگنے سے احتراز کرو اگرچہ مسواک ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: بے شک لالچ فقر ہے اور (لوگوں سے) ناامیدی، مالداری ہے جو شخص لوگوں کے پاس موجود چیزوں سے ناامید ہوجائے تو وہ لوگوں سے بے نیاز ہوجاتا ہے۔

کسی دانا سے پوچھا گیا کہ مالداری کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: تیرا خواہش کم کرنا اور جو کچھ موجود ہو اسی پر راضی رہنا مالداری ہے۔[2]

باصرار مانگنے والے کو اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتا ہے (نعوذ باللہ من ذلک)، چنانچہ:

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰى يَأْمَنَ جَارُهُ بَوَائِقَهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روز شمار، دو عالم کے مالک ومختار، حبیب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوتا جب تک اس کا ہمسایہ اس کی شرارتوں سے محفوظ نہ ہو

---

[1] (المعجم الكبير للطبراني، الحديث: ١٢٢٥٧، ج ١١، ص ٣٣٣)
[2] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، الآثار، ج٣، ص ٣٢٠)

وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْراً أَوْ لِيَسْكُتْ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْغَنِيَّ الْحَلِيْمَ الْمُتَعَفِّفَ، وَيَبْغَضُ الْبَذِيَّ الْفَاجِرَ السَّائِلَ الْمُلِحَّ". رواه البزار[1]

اور جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ اپنے مہمان کا احترام کرے اور جو اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے، بے شک اللہ تعالیٰ سوال سے بچنے والے غنی بردبار کو پسند فرماتا ہے اور بدگو فاجر باصرار مانگنے والے کو ناپسند فرماتا ہے۔

کسی دانا سے پوچھا گیا کہ سمجھدار کے لئے زیادہ خوشی کا باعث کیا چیز ہے اور غم دور کرنے میں کون سی چیز زیادہ معاون ثابت ہوسکتی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اس کے لئے زیادہ خوشی کا باعث وہ نیک اعمال ہیں جو اس نے آگے بھیجے ہوں اور اس کا غم اسی وقت دور ہوسکتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی ہو۔[2]

جہنم میں داخل ہونے والے پہلے تین اشخاص میں فاجر فقیر بھی شامل ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "عُرِضَ عَلَيَّ أَوَّلُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں، آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر وہ تین

---

[1] (الترغيب والترهيب، كتاب الصدقات، فصل، الترهيب من المسألة وتحريمها مع الغنى، الحديث: ٣١، ج ١، ص ٣٠١)

[2] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، الآثار، ج ٣، ص ٣٢٠)

ثَلاثَةٍ يَدخُلُونَ الجنَّةَ، وَأَوَّلُ	شخص پیش کئے گئے جو پہلے جنت میں جائیں
ثَلاثَةٍ يَدخُلُونَ النَّارَ، فَأَمَّا	گے اور وہ تین بھی جو پہلے جہنم میں جائیں
أَوَّلُ الثَّلاثَةِ يَدخُلُونَ الجَنَّةَ:	گے۔ وہ تین جو پہلے جنت میں جائیں گے ان
فَالشَّهِيدُ، وَعَبدٌ مَملُوكٌ أَدّى	میں ایک شہید ہے، دوسرا وہ غلام جو اللہ عزوجل کا
حَقَّ اللّٰهِ وَنَصَحَ لِسَيِّدِهِ،	حق ادا کرے اور اپنے آقا کے لئے مخلص ہو اور
وَفَقِيرٌ مُتَعَفِّفٌ ذُو عِيَالٍ،	وہ محتاج عیال دار جو سوال سے پرہیز کرے
وَأَمَّا أَوَّلُ ثَلاثَةٍ يَدخُلُونَ النَّارَ	اور وہ تین جو پہلے جہنم میں جائیں گے ان میں
فَسُلطَانٌ مُسَلِّطٌ وَذُو ثَروَةٍ	ایک زبردستی مسلط حاکم ہے دوسرا ایسا صاحبِ
مِنَ المَالِ لَم يُعطِ حَقَّ مَالِهِ	ثروت جو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہ کرے اور
وَفَقِيرٌ فَجُورٌ".[1]	تیسرا فاجر فقیر۔

کسی دانا نے فرمایا کہ میں نے سب سے زیادہ غمگین حاسدوں کو پایا اور سب سے خوشحال اس شخص کو پایا جو زیادہ قناعت کرتا ہے اور خواہشات والی چیزوں پر صبر کرتا ہے۔ جو شخص تارک الدنیا ہو اس کی زندگی آسانی سے گزرتی ہے اور جو عالم زیادہ کوتاہی کرتا ہے اسے ندامت زیادہ ہوتی ہے۔[2]

ایک اور حدیث شریف:

[1] (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الزكاة، باب ما ورد من الوعيد فيمن كنز مال زكاة ولم يؤد زكاته، الحديث:۷۲۲۷،ج۴،ص۱۳۸)

[2] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، الآثار،ج۳،ص۳۲۰)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَذَكَرَ الصَّدَقَةَ، وَالتَّعَفُّفَ عَنِ الْمَسْأَلَةِ: "اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى، وَالْعُلْيَا هِيَ الْمُنْفِقَةُ، وَالسُّفْلٰى هِيَ السَّائِلَةُ"۔[1]	حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے، کہ نبی مکرم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے، صدقہ کا اور مانگنے سے باز رہنے کا ذکر فرما رہے تھے یہ فرمایا کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہے اور نیچے والا ہاتھ مانگنے والا ہے۔

حضرت عبد الواحد بن زید رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: میں ایک راہب کے پاس سے گزرا تو میں نے پوچھا: آپ کہاں سے کھاتے ہیں؟ اس نے کہا: مہربان خبر رکھنے والے (اللہ تعالٰی) کی گندم کے ڈھیر سے کھاتا ہوں جس نے چکی یعنی میرے دانت بنائے ہیں وہی پیسا ہوا دے دیتا ہے۔ وہ قادر خبر رکھنے والا پاک ہے۔[2]

ایک اور حدیث شریف:

مدینہ

[1] (صحیح البخاري، کتاب الزکاۃ، باب لاصدقۃ إلا عن ظھرغنی، الحدیث: ۱۴۲۹، ج ۱، ص ۳۵۰)
(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب بیان أن الیدالعلیاخیرمن الیدالسفلی...إلخ، الحدیث ۱۰۳۳، ص ۳۷۰)
(سنن أبي داود، کتاب الزکاۃ، باب في الاستعفاف، الحدیث: ۱۶۴۸، ج ۲، ص ۲۰۳)
(سنن النسائي، کتاب الزکاۃ، باب الصدقۃ عن ظھرغنی، الحدیث: ۲۵۳۳، ج ۳، الجزء ۵، ص ۶۲)
(مشکاۃ المصابیح، کتاب الزکاۃ، باب من لا تحل لہ المسألۃ ومن تحل لہ، الحدیث: ۱۸۴۳، ج ۱، ص ۳۵۰)
[2] (إحیاء علوم الدین، کتاب ذم البخل وذم حب المال، الآثار، ج ۳، ص ۳۲۲)

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اَلْاَیْدِي ثَلَاثَۃٌ اَیْدٍ فَیَدُ اللّٰہِ الْعُلْیَا وَیَدُ الْمُعْطِي الَّتِي تَلِیْھَا وَیَدُ السَّائِلِ اَسْفَلُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ فَاسْتَعِفُّوْا مِنَ السُّؤَالِ مَا اسْتَطَعْتُمْ، وَمَنْ اَعْطَاہُ اللّٰہُ خَیْراً فَلْیُرَ عَلَیْہِ، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ، وَارْتَضِخْ مِنَ الْفَضْلِ، وَلَا تُلَامُ عَلٰی کَفَافٍ وَلَا تَعْجِزْ عَنْ نَفْسِکَ"[1]	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: شہنشاہ مدینہ،قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ہاتھ تین ہیں ایک اللہ عزوجل کا ہاتھ ہے جو سب سے اوپر ہے، اور دوسرا دینے والے کا ہاتھ ہے جو اس کے نزدیک ہے اور تیسرا مانگنے والے کا ہاتھ ہے جو قیامت تک سب سے نیچے ہے لہذا جس قدر ممکن ہو سوال کرنے سے بچو اور جسے اللہ تعالٰی کوئی نعمت عطا کرے تو چاہیے کہ وہ اس پر نظر بھی آئے اور (خرچ کرنے میں) ان سے شروع کر جو تیری پرورش میں ہیں اور اپنی ضرورت سے زائد مال میں سے صدقہ کر، بقدرِ ضرورت روکنے پر ملامت نہیں اور خود کو محروم نہ رکھو۔

ایک اور حدیث شریف:

عَنْ حَکِیْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ	حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صلی

[1] (السنن الکبری للبیهقي، کتاب الزکاۃ، باب بیان الید العلیا والید السفلی، الحدیث: ۷۸۸۶، ج۴، ص۳۳۳)

وَسَلَّمَ : "اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ، وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفُّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ". [1]	اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور ان سے ابتداء کر جو تیری پرورش میں ہیں اور اچھا صدقہ وہ ہے جس کے بعد تونگری باقی رہے اور جو سوال سے بچنا چاہے اللہ عزوجل اُسے بچالے گا اور جو غنی بننا چاہے اللہ اسے غنی کر دے گا۔

سوال کی مذمت میں ایک اور حدیث شریف:

عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ أُنَاساً مِنَ الْأَنْصَارِ سَأَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَاهُمْ، ثُمَّ سَأَلُوْهُ فَأَعْطَاهُمْ، ثُمَّ سَأَلُوْهُ فَأَعْطَاهُمْ، حَتّٰى إِذَا نَفِدَ مَا عِنْدَهُ قَالَ: "مَا يَكُوْنُ عِنْدِيْ مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ أَدَّخِرَهُ عَنْكُمْ، وَمَنِ اسْتَعَفَّ يُعِفَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ، وَمَنْ يَّتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ، وَمَا	حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کچھ انصاری لوگوں نے حضور پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا حضور نے انہیں دیا انہوں نے پھر مانگا حضور نے عطا فرمایا پھر انہوں نے مانگا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عطا فرمایا حتی کہ وہ مال جو آپ کے پاس تھا ختم ہوگیا، آپ نے فرمایا: جو کچھ مال میرے پاس ہوگا وہ تم سے ہرگز بچا نہ رکھوں گا، اور جو سوال سے بچنا چاہے

[1] (صحیح البخاري، کتاب الزکاۃ، باب لا صدقۃ إلا عن ظھر غنی، الحدیث:۱۴۲۷، ج۱، ص۳۵۰)

أَعۡطَی اللّٰهُ أَحَداً عَطَاءً هُوَ خَيۡرٌ لَّهُ، وَأَوۡسَعُ مِنَ الصَّبۡرِ". [1]

اللہ اُسے بچائے گا اور جو غنی بننا چاہے اللہ اُسے غنی کر دیگا اور جو صبر چاہے اللہ تعالیٰ اُسے صبر عطا کریگا اور اللہ نے صبر سے بہتر اور وسیع عطا کسی کو نہ دی۔

اس حدیث کی شرح میں حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: وہ حضرات مانگتے رہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیتے رہے انہیں سب کچھ دے کر مسئلہ بتایا، اس میں تبلیغ بھی ہے اور سخاوت مطلقہ کا اظہار بھی معلوم ہوا کہ بلاضرورت مانگنے والوں کو دینا حرام نہیں اگرچہ انہیں مانگنا ممنوع ہے خیال رہے کہ جس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ خوش ہو کر دیا ہے وہ بہت عرصہ تک ختم نہ ہوا، چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تھوڑے تھوڑے جو عطا فرمائے تھے جو اُن بزرگوں نے سالہا سال کھائے اور کھلائے، پھر جب تولے تو اتنے ہی تھے مگر تولنے سے ختم ہو گئے، حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں ساڑھے چار سیر جَو کی روٹی پر سینکڑوں آدمیوں کی دعوت فرمائی۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید فرماتے ہیں: یہ حدیث اس حدیث قدسی کی

---

[1] (سنن الدارمي، كتاب الزكاة، باب في الاستعفاف عن المسألة، الحديث: ١٦٥٢، ص ٤٨١)
(صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب الاستعفاف عن المسألة، الحديث: ١٤٦٩، ج ١، ص ٣٦١)
(صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل التعفف و الصبر، الحديث: ١٠٥٣، ص ٥٢٦)
(سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب في الاستعفاف، الحديث: ١٦٤٤، ج ٢، ص ٢٠٢)
(سنن الترمذي، كتاب البر و الصلة، باب ما جاء في الصبر، الحديث: ٢٠٢٤، ج ٣، ص ١٢٣)
(سنن النسائي، كتاب الزكاة، باب الاستعفاف عن المسألة، الحديث: ٢٥٨٧، ص ١٠٠)
(مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب من لا تحل له المسألة ومن تحل له، الحديث: ١٨٤٤، ج ١، ص ٣٥٠)

شرح ہے أَنَـا عِندَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ یعنی رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے قریب رہتا ہوں اس کا ظہور آخرت میں تو ہوگا ہی کہ اگر بندہ معافی کی امّید کرتا ہوا مرجائے تو ان شاءَ اللہ اُسے معافی ہی ملے گی، اکثر دنیا میں بھی ہوجاتا ہے کہ جو قرض نہ لینے نہ مانگنے کا خدا کے بھروسے پر پورا ارادہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اسے ان سے بچا ہی لیتا ہے اور جو یہ کوشش کرے کہ دنیا والوں سے لاپرواہ رہوں تو بہت حد تک اللہ تعالیٰ اُسے لاپرواہ ہی رکھتا ہے، مگر یہ فقط زبانی دعویٰ نہ ہو عملی کوشش بھی ہو کہ کمانے میں مشغول رہے، خرچ درمیانہ رکھے، گُل چھرّے نہ اُڑائے اللہ رسول سچّے ہیں ان کے وعدے حق، غلطی ہم کرجاتے ہیں۔

''جو صبر چاہے اللہ تعالیٰ اُسے صبر عطا کریگا'' اس کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: رب تعالیٰ کی عطاؤں میں سے بہترین اور بہت گنجائش والی عطا صبر ہے کہ رب تعالیٰ نے اس کا ذکر نماز سے پہلے فرمایا: ﴿اِسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾ [البقرۃ: ۲/۱۵۳ ترجمہ: صبر اور نماز سے مدد چاہو (کنز الایمان)] اور صابر کے ساتھ اللہ ہوتا ہے، نیز صبر کے ذریعہ انسان بڑی بڑی مشقتیں برداشت کرلیتا ہے اور بڑے بڑے درجے حاصل کرلیتا ہے، رب تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: ﴿اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا﴾ [ص: ۴۴] ہم نے انہیں بندۂ صابر پایا، صبر ہی کی برکت سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیّد الشہداء ہوئے۔[1]

اور غِناء کثرتِ مال کا نام نہیں بلکہ اصل غِناء تو دل کی تونگری ہے، چنانچہ:

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج ۳، ص ۵۹-۶۰)

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَيْسَ الْغِنٰى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ، وَلٰكِنَّ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ".[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: سید المبلغین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: امیری زیادہ مال و اسباب سے نہیں بلکہ امیری دل کی غنا سے ہے۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: دل کی غنا سے مراد قناعت وصبر، رضا برقضا ہے۔ حریص مالدار فقیر ہے قناعت والا غریب امیر ہے، شعر

توانگری نہ بمال است نزد اہل کمال ❁ کہ مال تالبِ گور است بعد ازاں اعمال

(یعنی اہلِ کمال کے ہاں تونگری وخوشحالی مال سے نہیں کہ مال تو قبر کے کنارے تک ہے اس کے بعد تو اعمال ہیں) ہوسکتا ہے کہ غنیٰ نفس سے مراد کمالات روحانیہ ہوں کہ اس کی برکت سے دولت منداس کے دروازہ کی خاک چاٹتے ہیں دیکھ لو داتا گنج بخش اور خواجہ اجمیری کے آستانے رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ حضرت علی فرماتے ہیں، شعر

---

[1] (صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب الغنى غنى النفس، الحديث: ٦٤٤٦، ج٤، ص١٩٧)
(صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب ليس الغنى عن كثرة العرض، الحديث: ١٠٥١، ص٥٢٥)
(سنن الترمذي، كتاب الزهد، باب ما جاء أن الغنى غنى النفس، الحديث: ٢٣٨٠، ج٣، ص٣١٨)
(سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، باب القناعة، الحديث: ٤١٣٧، ج٤، ص٤٨٢)
(مشكاة المصابيح، كتاب الرقاق، الفصل الأول، الحديث: ٥١٧٠، ج٢، ص٢٤٤)

رضينا قسمة الجبّار فينا ❁ لنا علم وللجهال مالٌ

فإنّ المال يفني عن قريب ❁ وإنّ العلم باقٍ لا يزالٌ[1]

(ہم اپنے درمیان رب تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہیں، کہ ہمارے لئے علم ہے اور جاہلوں کے لئے مال، بے شک مال جلد فناء ہو جائے گا اور بے شک علم باقی رہے گا زائل نہ ہوگا)

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا أَبَا ذَرٍّ أَتَرٰى كَثْرَةَ الْمَالِ هُوَ الْغِنٰى"؟ قُلْتُ: نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: "أَفَتَرٰى قِلَّةَ الْمَالِ هُوَ الْفَقْرُ"؟ قُلْتُ: نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. قَالَ: "إِنَّمَا الغِنٰى غِنَى الْقَلْبِ".[2]

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: مجھ سے اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! کیا تم کثرتِ مال کو غنا سمجھتے ہو؟ میں نے عرض کی: ہاں! یارسول اللہ! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم مال کی کمی کو فقر سمجھتے ہو؟ میں نے عرض کی: ہاں! یارسول اللہ! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اصل غنا تو دل کی تونگری ہے۔

ایک اور حدیث شریف:

---

[1] (مرآة المناجيح شرح مشكاة الصابيح، ج ۷، ص ۱۱-۱۲)

[2] (الترغيب والترهيب، كتاب الصدقات، فصل، الترهيب من المسألة وتحريمها مع الغنى، الحديث: ۴۲، ج ۱، ص ۳۰۴)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِي تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ، وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، وَلٰكِنَّ الْمِسْكِيْنَ الَّذِيْ لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ، وَلَا يُفْطَنُ لَهُ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ، وَلَا يَقُوْمُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ" [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ شہنشاہ خوش خصال، پیکر حسن و جمال، دافع رنج وملال، صاحب جود ونوال، رسول بے مثال بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مسکین وہ نہیں جسے ایک دو لقمے یا ایک دو چھوہارے لوٹا دیں بلکہ مسکین وہ ہے کہ اتنا نہ پائے جو اسے لوگوں سے بے نیاز کردے اور اُسے پہچانا بھی نہ جائے کہ اُسے صدقہ دیا جائے اور نہ ہی خود اٹھ کر لوگوں سے سوال کرے۔

یعنی جس مسکینیت پر ثواب ہے اور صابروں کے زمرہ میں داخل ہے وہ یہ بھکاری فقیر نہیں ہے بلکہ یہ تو عام حالات میں اسی سوال پر گنہگار رہے کہ جب وہ بھیک مانگنے کے لئے اتنی دوڑ دھوپ کرسکتا ہے تو وہ کمانے کے لئے بھی کرسکتا ہے، ہاں صابر وہ مسکین ہے جو حاجت مند ہو مگر پھر کسی پر اپنی حاجت ظاہر نہ کرے، اپنے فقر کو چھپانے کی کوشش کرے، اسی مسکین کی رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں تعریف فرمائی ہے کہ فرمایا: ﴿ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ﴾ الآية [البقرة:۳/۲۷۳]

مدینہ

[1] (صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب قول الله تعالىٰ ﴿لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ إِلْحَافًا﴾ وكم الغنى، الحديث: ۱۴۷۹، ج ۱، ص ۳۶۴)
(صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب المسكين الذي لا يجد غنى... إلخ، الحديث: ۱۰۳۹، ص ۳۷۲)
(سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب من يعطى من الصدقة وحد الغنى، الحديث: ۱۶۳۱، ج ۲، ص ۱۹۳)
(سنن النسائي، كتاب الزكاة، باب تفسير المسكين، الحديث: ۲۵۷۱، ج ۳، الجزء ۵، ص ۹۰)
(مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب من لا تحل له الصدقة، الحديث: ۱۸۲۸، ج ۱، ص ۳۴۷)

ترجمہ: ان فقیروں کے لئے جو راہِ خدا میں روکے گئے (کنزالایمان)) خیال رہے کہ جس مسکینیت کی دعا حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مانگی ہے وہ مسکینیت دل ہے یعنی دل میں عجز وانکسار ہونا، تکبّر وغرور نہ ہونا، ایسا شخص اگر مالدار بھی ہو تو مبارک مسکین ہے، اور جن احادیث میں فقر ومسکینیت سے پناہ مانگی گئی ہے وہ ایسی تنگدستی ہے جو فتنہ میں مبتلا کر دے، لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں اور نہ اعتراض ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو مسکینیت کی دعا کی مگر رب تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بادشاہ بنادیا یہ دعا قبول نہ ہوئی۔[1]

جس نے بکفایت رزق پایا اور قناعت کی وہ کامیاب ہے۔ چنانچہ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ، وَرُزِقَ كَفَافاً، وَقَنَّعَهُ اللّٰهُ بِمَا آتَاهُ".[2]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، کہ سرکار والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روزِ شمار، دو عالم کے مالک ومختار، حبیب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کامیاب ہوگیا جو مسلمان ہوا اور بقدرِ کفایت رزق دیا گیا اور اللہ نے اُسے اپنے عطا کردہ پر قناعت دی۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: یعنی جسے ایمان وتقویٰ بقدرِ ضرورت مال اور تھوڑے مال پر صبر یہ چار نعمتیں مِل گئیں، اُس پر اللہ

---

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج ۳، ص ۴۹)

[2] (صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب في الکفاف والقناعۃ، الحدیث: ۱۰۵۴، ص ۵۲۶)
(سنن الترمذي، کتاب الزھد، باب ما جاء في الکفاف والصبر علیه، الحدیث: ۲۳۴۸، ج ۳، ص ۳۰۷)
(مشکاۃ المصابیح، کتاب الرقاق، الفصل الأول، الحدیث: ۵۱۶۵، ج ۲، ص ۲۴۳)

کا بڑا ہی کرم و فضل ہو گیا، وہ کامیاب رہا اور دنیا سے کامیاب گیا۔[1]

ابو محمد یزیدی فرماتے ہیں: میں ہارون الرشید کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ ایک کاغذ کو دیکھ رہا ہے جس کی تحریر سونے کی ہے جب مجھے دیکھا تو ہنس پڑا میں نے کہا: اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین کو سلامت رکھے کیا کوئی فائدہ مند چیز ہے؟ اس نے کہا: ہاں میں نے بنو امیہ کے ایک خزانے کو ان دو شعروں میں پایا تو ان کو اچھا سمجھا اور ان کے ساتھ تیسرا شعر بھی ملا دیا، پھر مجھے وہ شعر سنائے ؎

إِذَا سَدَّ بَابٌ عَنْکَ مِنْ دُوْنِ حَاجَةٍ
فَدَعْهُ لِأُخْرٰی يَنْفَتِحُ لَکَ بَابُهَا

فَإِنَّ قِرَابَ الْبَطْنِ يَكْفِيكَ مِلْؤُهٗ
وَيَكْفِيكَ سَوْآتُ الْأُمُوْرِ اجْتِنَابُهَا

وَلَا تَکُ مِبْذَالًا لِعِرْضِكَ وَاجْتَنِبْ
رُكُوْبَ الْمَعَاصِيْ يَجْتَنِبْكَ عِقَابُهَا

جب تیری حاجت پوری ہوئے بغیر ایک دروازہ بند ہو جائے تو اس کو دوسری حاجت کے لئے چھوڑ دے تیرے لئے اس کا دروازہ کھل جائے گا پیٹ کے مشکیزے کا بھر جانا تیرے لئے کافی ہے اور برائی کے کاموں سے پرہیز بھی کافی ہے، اپنی عزّت کو داؤ پر نہ لگا اور گناہوں پر سوار ہونے سے بچ سزا سے بچ جائے گا۔[2]

ضروریات سے باقی ماندہ خرچ کرنے میں بھی فضیلت ہے، چنانچہ:

مدینہ

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج ۵، ص ۹)

[2] (إحیاء علوم الدین، کتاب ذم البخل وذم حب المال، الآثار، ج ۳، ص ۳۲۱)

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''یَا ابْنَ آدَمَ اِنَّکَ اَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَیْرٌ لَّکَ، وَاَنْ یُمْسِکَہُ شَرٌّ لَّکَ، وَلَا تُلَامُ عَلٰی کَفَافٍ، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ، وَالْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی''۔[1]

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِ اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن آدم! بچے ہوئے کا خرچ کرنا تیرے لئے بہتر ہے اور اس کا روکنا تیرے لئے بُرا ہے اور بقدرِ ضرورت روکنے پر ملامت نہیں اور ان سے شروع کر جو تیری پرورش میں ہیں اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

یعنی اپنی ضروریات سے بچا ہوا مال خرچ کر دینا خود تیرے لئے ہی مفید ہے کہ اس سے تیرا کوئی کام نہ رُکے گا اور تجھے دنیا و آخرت میں عوض مل جائے گا، اور اسے روکے رکھنا خود تیرے لئے ہی بُرا ہے کیونکہ وہ چیز سڑ گل یا اور طرح ضائع ہو جائے گی اور تُو ثواب سے محروم ہو جائے گا، اسی لئے حکم ہے کہ نیا کپڑا پاؤ تو پرانا کپڑا خیرات کر دو، نیا جوتا رب تعالیٰ دے تو پرانا جوتا جو تمہاری ضرورت سے بچا ہوا ہے کسی فقیر کو دے دو کہ تمہارے گھر کا کوڑا نکل جائے گا اور اُس کا بھلا ہو جائے گا۔[2]

---

[1] (صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب بیان أن الید العلیا خیر من الید السفلی...إلخ، الحدیث: ۱۰۳۶، ص ۳۷۱)
(مشکاۃ المصابیح، کتاب الزکاۃ، باب الإنفاق و کراھیۃ الإمساک، الحدیث: ۱۸۶۳، ج ۱، ص ۳۵۴)
[2] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج ۳، ص ۷۰)

حدیث شریف میں لالچ کو فقر فرمایا گیا، چنانچہ:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِيَّاكُمْ وَالطَّمَعَ، فَإِنَّهُ هُوَ الْفَقْرُ، وَإِيَّاكُمْ وَمَا يُعْتَذَرُ مِنْهُ"۔[1]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں: نبی مکرم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: لالچ سے بچو کیونکہ لالچ ہی فقر ہے اور اس کام سے بچو جس میں عذر کرنا پڑے۔

حضرت شعبی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: منقول ہے کہ ایک شخص نے قنبرہ (چنڈول پرندہ) شکار کیا، اس نے کہا: تم میرے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہو؟ اس شخص نے کہا: میں تجھے ذبح کر کے کھاؤں گا۔ پرندے نے کہا: اللہ کی قسم! نہ میں تیری خواہش کو پورا کرسکتا ہوں اور نہ ہی مجھے کھا کر تو سیر ہوگا البتہ میں تجھے تین باتیں سکھاتا ہوں جو مجھے کھانے سے بہتر ہیں ایک بات تو ابھی سکھاؤں گا جبکہ تیرے قبضے میں ہوں دوسری بات اس وقت سکھاؤں گا جب درخت پر چلا جاؤں اور تیسری بات اس وقت بتاؤں گا جب پہاڑ پر چلا جاؤں۔ اس آدمی نے کہا: پہلی بات بتاؤ۔ پرندے نے کہا: گزری ہوئی بات پر افسوس نہ کرنا۔ اس نے اسے چھوڑ دیا جب پرندہ درخت پر چلا گیا تو اس نے کہا: دوسری بات بتاؤ۔ پرندے نے کہا: جو کام نہ ہو سکے اس کے ہونے کا یقین نہ کرنا۔ پھر وہ اُڑ کر پہاڑ پر جا بیٹھا اور کہا: اے بدبخت! اگر تو مجھے ذبح کرتا تو میرے پوٹے میں سے دو موتی نکلتا ہر موتی کا وزن بیس مثقال ہے۔ حضرت شعبی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: یہ سن کر اس شخص کو افسوس ہوا اور کہا: تیسری بات بتا۔ پرندے نے کہا:

[1] (المعجم الأوسط للطبراني، الحديث: ٧٧٥٤، ج٧، ص ٣٧٠)

تو پہلی دو باتیں بھول چکا ہے تیسری بات کیسے بتاؤں، کیا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ گزری ہوئی بات پر افسوس نہ کرنا اور جو کام نہ ہو سکے اس کے ہونے کا یقین نہ کرنا؟ میں تو ایک گوشت، خون اور پروں کا مجموعہ ہوں اور یہ سب کچھ ملا کر بیس مثقال نہیں ہو سکتے تو میرے پوٹے میں بیس بیس مثقال کے دو موتی کیسے ہو سکتے ہیں؟ پھر وہ پرندہ اُڑ کر چلا گیا۔ یہ مثال انسان کے زیادہ لالچ کرنے سے متعلق ہے کہ اس کے سبب آدمی حق بات کو پانے سے اندھا ہو جاتا ہے حتی کہ جو کام نہ ہو سکتا ہو وہ اس کے بارے میں خیال کرتا ہے کہ ہو جائے گا۔[1]

قناعت نہ ختم ہونے والا خزانہ ہے، چنانچہ:

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اَلْقَنَاعَةُ كَنْزٌ لَا يَفْنٰى".[2]

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: شہنشاہ مدینہ، قرار قلب وسینہ، صاحب معطر پسینہ، باعث نزول سکینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قناعت ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔

حضرت ابن سماک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ امید تیرے دل میں ایک رسی ہے جو پاؤں کی بیڑی بنی ہوئی ہے تو دل سے امید کو نکال دے تیرے پاؤں سے بیڑی خود بخود نکل جائے گی۔[3]

---

[1] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، الآثار، ج٣، ص ٣٢١)
[2] (كتاب الزهد الكبير للبيهقي، الحديث: ١٠٤، ج٢، ص٨٨)
[3] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، الآثار، ج٣، ص ٣٢١)

ایک اور حدیث شریف:

عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحْصِنٍ الْخُطَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ آمِناً فِيْ سِرْبِهِ مُعَافًى فِيْ بَدَنِهِ، عِنْدَهُ قُوْتُ يَوْمِهِ فَكَأَنَّمَا حِيْزَتْ لَهُ الدُّنْيَا بِحَذَافِيْرِهَا"۔[1]

حضرت عبید اللہ بن محصن خطمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص تم میں سے صبح پائے کہ اُس کے دل میں امن و امان ہو، اس کے جسم میں تندرستی ہو، اُس کے پاس اُس دن کا کھانا ہو تو گویا اُس کے لئے دنیا پوری کی پوری جمع کر دی گئی۔

اس حدیث کی شرح میں مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

سرب سین کے فتحہ یا کسرہ سے ر کے سکون سے بمعنی راستہ، چہرہ، سینہ، دل، نفس، یہاں بمعنی دل ہے، یعنی اس کو نہ دشمن کا خوف ہو، نہ عذابِ الٰہی کا خطرہ، کیونکہ اُس کا دشمن کوئی نہ ہو اور اُس نے کفر یا گناہ نہ کیا ہو، اہل عرب کہتے ہیں لَيْسَ الْعِيْدُ لِمَنْ لَبِسَ الْجَدِيْدَ إِنَّمَا الْعِيْدُ لِمَنْ آمَنَ الْوَعِيْدَ یعنی عید اُس کی نہیں جو نئے کپڑے پہن لے، بلکہ عید اُسکی ہے جو عذاب سے امن میں ہو۔[2]

---

[1] (سنن الترمذي، كتاب الزهد، ٣٤۔ باب، الحديث: ٢٣٤٦، ج٣، ص٣٠٥)
(سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، باب القناعة، الحديث: ٤١٤١، ج٤، ص٤٨٤)
(مشكاة المصابيح، كتاب الرقاق، الفصل الثاني، الحديث: ٥١٩١، ج٢، ص٢٤٧)

[2] (مرآة المناجيح شرح مشكاة المصابيح، ج٧، ص٢٨)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: ایک روز حضرت موسیٰ علیہ السلام سمندر کے کنارے تشریف لے جارہے تھے کہ ایک مومن اور ایک کافر کو مچھلیاں پکڑتے دیکھا مومن اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول تھا مگر شکار ہاتھ نہیں آرہا تھا جبکہ کافر اپنے بتوں کا نام لے رہا تھا کہ اس کے جال میں مچھلی آگئی تو موسیٰ علیہ السلام نے اس پر تعجب فرمایا، اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل فرمائی: اے موسیٰ! دیکھو! آپ علیہ السلام نے دیکھا تو جنت میں ایک حوض پر سونے سے مومن بندے کا نام لکھا تھا جس میں بے شمار مچھلیاں تھیں اور جہنم میں ایک آگ کا محل تھا جس پر کافر کا نام لکھا تھا اور اس میں بے شمار سانپ اور بچھو تھے کہ جن کی تعداد کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی: اے موسیٰ! میرے مومن بندے سے فرمایئے کہ اُسے سمندر کی مچھلیاں زیادہ پسند ہیں یا جنت کی نعمتیں؟ تو وہ شخص رویا اور عرض کی: اے رب! اگر تو مجھ سے رزق روکتا ہے تو میں تیری رضا کی خاطر کھانے سے صبر کرتا ہوں تو مچھلیوں سے کیوں نہ صبر کروں۔[1]

ایک اور حدیث شریف جس میں حضور پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک انصاری صحابی کو سوال سے بچنے کی ترغیب دی، چنانچہ:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ ایک انصاری نے سید المبلغین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

مدینہ

[1] (نزھۃ المجالس، باب الزھد والقناعۃ والتوکل، ج ۲، ص ۲۵)

فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: "أَمَا فِي بَيْتِكَ شَيْءٌ"؟ قَالَ: بَلٰى. حِلْسٌ نَلْبَسُ بَعْضَهُ، وَنَبْسُطُ بَعْضَهُ، وَقَعْبٌ نَشْرَبُ فِيهِ مِنَ الْمَاءِ. قَالَ: "اِئْتِنِي بِهِمَا"، فَأَتَاهُ بِهِمَا فَأَخَذَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ، وَقَالَ: "مَنْ يَّشْتَرِيْ هٰذَيْنِ". قَالَ رَجُلٌ: أَنَا آخُذُهُمَا بِدِرْهَمٍ. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ يَّزِيْدُ عَلٰى دِرْهَمٍ" مَرَّتَيْنِ. قَالَ رَجُلٌ: أَنَا آخُذُهُمَا بِدِرْهَمَيْنِ فَأَعْطَاهُمَا إِيَّاهُ وَأَخَذَ الدِّرْهَمَيْنِ فَأَعْطَاهُمَا الْأَنْصَارِيَّ، وَقَالَ: "اِشْتَرِ بِأَحَدِهِمَا طَعَاماً فَانْبِذْهُ إِلٰى أَهْلِكَ، وَاشْتَرِ بِالْآخَرِ قَدُوْماً فَائْتِنِيْ بِهِ"، فَأَتَاهُ بِهِ فَشَدَّ فِيهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى	بارگاہ میں حاضر ہوکر سوال کیا، آپ نے فرمایا کہ کیا تیرے گھر میں کچھ نہیں؟ عرض کیا: ہاں ایک ٹاٹ ہے جو ہم کچھ اوڑھ لیتے ہیں کچھ بچھا لیتے ہیں اور ایک لکڑی کا پیالہ ہے جس میں ہم پانی پیتے ہیں۔ فرمایا: دونوں ہمارے پاس لے آؤ وہ یہ دونوں چیزیں لے کر حاضر ہوئے، اُنہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا: انہیں کون خریدتا ہے؟ ایک شخص نے کہا: میں ایک درہم عوض لیتا ہوں، آپ نے فرمایا: ایک درہم سے زیادہ کون دیتا ہے؟ ایک صاحب بولے کہ میں دو درہم میں لیتا ہوں، آپ نے وہ دونوں چیزیں اُنہیں دے دیں اور دو درہم لے کر اُن انصاری کو دیئے اور فرمایا: ان میں سے ایک کا غلّہ خرید کر اپنے گھر میں ڈال دو اور دوسرے کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ، وہ حضور کے پاس کلہاڑی لائے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُوداً بِيَدِهِ، ثُمَّ قَالَ: "اِذْهَبْ فَاحْتَطِبْ وَبِعْ، وَلَا أَرَيَنَّكَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْماً"، فَفَعَلَ فَجَاءَ وَقَدْ أَصَابَ عَشْرَةَ دَرَاهِمَ فَاشْتَرَى بِبَعْضِهَا ثَوْباً وَبِبَعْضِهَا طَعَاماً فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هٰذَا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ تَجِيءَ الْمَسْأَلَةُ نُكْتَةً فِي وَجْهِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَصْلُحُ إِلَّا لِثَلَاثٍ: لِذِي فَقْرٍ مُدْقِعٍ، أَوْ لِذِي غُرْمٍ مُفْظِعٍ، أَوْ لِذِي دَمٍ مُوجِعٍ". [1]

سے اسمیں دستہ ڈالا، پھر فرمایا: جاؤ لکڑیاں کاٹو اور بیچو اور اب میں تمہیں پندرہ دن تک نہ دیکھوں انہوں نے ایسا ہی کیا پھر جب حاضر ہوئے تو ان کے پاس دس درہم تھے انہوں نے کچھ درہموں کا کپڑا خرید ا اور کچھ کا غلّہ، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لئے یہ اس سے بہتر ہے کہ قیامت کے دن سوال تمہارے منہ پر چھالا بن کر آتا سوال درست نہیں مگر تین شخص کیلئے ایسی محتاجی والے کیلئے جو اسے زمین پر لٹادے یا تاوان والے کیلئے جو رسوا کردے یا خون والے کیلئے جو اسے تکلیف پہنچائے۔

اس حدیث کی شرح میں حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: یعنی ایک درہم کے جَو خرید کر اپنی بیوی کو دے تا کہ وہ پیس کر پکا کر خود بھی کھائے تجھے اور بچّوں کو بھی کھلائے، اور دوسرے درہم کی کلہاڑی خرید کر مجھے دے جا اور روٹی کھا کر پھر آنا،

مدینہ

[1] (سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب ما تجوز فيه المسألة، الحديث: ۱۶۴۱، ج۲، ص ۲۰۰۔ ۲۰۱)
(سنن ابن ماجه، كتاب التجارات، باب بيع المزايدة، الحديث: ۲۱۹۸، ج۳، ص ۳۸)
(مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب من لا تحل له المسألة ومن تحل له، الحديث: ۱۸۵۱، ج۱، ص ۳۵۲)

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ، ایک یہ کہ فقیر نادار پر بھی بیوی بچوں کا خرچہ واجب ہے، کیونکہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا کہ بیوی سے بھی کمائی کرا، دوسرے یہ کہ کمانا صرف مرد پر لازم ہے نہ کہ بیوی پر کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کلہاڑی صرف مرد کو دی، دو کلہاڑیاں لیکر عورت و مرد میں تقسیم نہ فرمائیں، اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو لڑکیوں سے کمائی کرانے کے لئے بی۔اے، ایم۔اے کرا رہے ہیں اور جو ضروری مسائل لڑکیوں کو سیکھنا فرض ہیں اُن سے بالکل بے خبر ہیں۔

''تمہیں پندرہ دن تک نہ دیکھوں'' اس کی وضاحت کرتے ہوئے حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ جنگلی لکڑیاں شکاری جانوروں کی طرح عام مباح ہیں جو قبضہ کرلے وہ اس کا مالک ہے کہ وہ اسے بیچ بھی سکتا ہے، دوسرے یہ کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باذنِ الٰہی مالکِ احکام ہیں، دیکھو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسکے لئے ان پندرہ دنوں کی جماعت سے نماز معاف فرمادی حتی کہ درمیان میں جمعہ بھی آیا وہ بھی اس کے لئے معاف رہا، اسی دوران میں اسے مسجد نبوی میں آنا ممنوع ہوگیا کیونکہ اس کو فرمایا گیا: ''تجھ کو میں دیکھوں نہیں'' اب اگر وہ مسجد میں حاضر ہوتے، تو اس ممانعت کے مرتکب ہوتے، انہوں نے اس زمانہ میں دن کی نماز جنگل میں اور رات کی گھر پڑھیں۔ (چند سطور کے بعد فرماتے ہیں) یہ ان کی خصوصیات میں سے ہے، اب کسی تاجر یا پیشہ ور کو یہ جائز نہیں کہ کاروبار میں مشغول رہ کر جماعت ترک کرے۔

مزید فرماتے ہیں: حلال پیشہ خواہ کتنا ہی معمولی ہو بھیک مانگنے سے افضل ہے کہ اس میں دنیا و آخرت میں عزّت ہے، افسوس آج بہت سے لوگ اس تعلیم کو

بھول گئے، مسلمانوں میں صدہا خاندان پیشہ ور بھکاری ہیں۔[1]

ایک اور حدیث شریف:

عَنِ الزُّبَیرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "لَأَنْ یَّأْخُذَ أَحَدُکُمْ أَحْبُلَہٗ فَیَأْتِيَ بِحُزْمَۃٍ مِنْ حَطَبٍ عَلٰی ظَھْرِہٖ فَیَبِیْعَھَا، فَیَکُفَّ بِھَا وَجْھَہٗ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ أَنْ یَّسْأَلَ النَّاسَ أَعْطُوْہُ أَمْ مَنَعُوْہُ".[2]

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی اپنی رسی لے کر جائے اور اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا لاد کر لائے پھر اسے بیچے اور یوں اپنے چہرہ کو سوال کی ذلت سے بچائے یہ اس کیلئے اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے سوال کرے اور لوگ اسے دیں یا منع کر دیں۔

اپنے ہاتھ کی کمائی کا کھانا ہی بہتر ہے۔ چنانچہ:

عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِ یْکَرِبَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "مَا أَکَلَ أَحَدٌ

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، وہ شہنشاہ خوش خصال، پیکر حسن وجمال، دافع رنج و ملال، صاحب جود و نوال، رسول بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ

---

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۳، ص۶۴۔۶۵)

[2] (صحیح البخاري، کتاب الزکاۃ، باب الاستعفاف عن المسألۃ، الحدیث: ۱۴۷۱، ج ۱، ص ۴۹۷)

(سنن ابن ماجہ، کتاب الزکاۃ، باب کراھیۃ المسألۃ، الحدیث: ۱۸۳۶، ج ۲، ص ۴۰۸)

طَعَاماً خَیراً مِّنْ أَنْ یَّأْکُلَ مِنْ عَمَلِ یَدِہٖ، وَإِنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ دَاوٗدَ علیہ السلام کَانَ یَأْکُلُ مِنْ عَمَلِ یَدِہٖ''۔[1]

علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ کسی نے اس کھانے سے بہتر کوئی کھانا نہیں کھایا جو اپنے ہاتھ سے کمایا ہو، اللہ کے نبی داوٗد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے۔

اس حدیث پاک کی شرح میں حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ہاتھوں سے مراد پوری ذات ہے، ہاتھ سے کمائے یا پاؤں سے یا آنکھ یا زبان سے غرضیکہ اپنی قوّت سے حلال روزی کمائے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ بِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ ﴾ (]شوریٰ:۴۲/۳۰[ترجمہ: جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا (کنز الایمان)) وہاں بھی أَیْدِيْ یعنی ہاتھوں سے ذات ہی مراد ہے، مقصد یہ ہے کہ دوسروں کی کمائی پر اپنا گزارہ نہ کرے خود محنت کرے۔

''داوٗد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے'' اس کے تحت مفتی صاحب فرماتے ہیں: باوجودیکہ آپ بادشاہ تھے مگر آپ نے کبھی خزانہ سے اپنے پر خرچ نہ کیا بلکہ روزانہ ایک زِرہ بناتے تھے جسے چھ ہزار درہم میں فروخت کرتے تھے، دو ہزار اپنے بال بچوں پر خرچ فرماتے تھے اور چار ہزار فقراء بنی اسرائیل پر خیرات کرتے تھے۔ (مرقات) علماء فرماتے ہیں کہ بقدرِ ضرورت کمائی فرض ہے اور زیادہ مباح اور فخر وزیادتی مال کے لئے کمائی مکروہ ہے۔[2]

---

[1] (صحیح البخاري، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ، الحدیث: ۲۰۷۲، ج۲، ص۱۰)
(مشکاۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال، الحدیث: ۲۷۵۹، ج۱، ص۵۱۳)

[2] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۴، ص۲۲۶۔۲۲۷)

اگر مانگنا واقعی ناگزیر ہو تو نیک لوگوں سے مانگا جائے، چنانچہ:

عَنِ ابْنِ الْفِرَاسِيِّ، أَنَّ الْفِرَاسِيَّ قَالَ: قُلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَسْأَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا، وَإِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَسَلِ الصَّالِحِيْنَ".[1]

ابن فراسی سے مروی ہے کہ فراسی فرماتے ہیں: میں نے خاتم المرسلین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب رب العلمین، جناب صادق و امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مانگ سکتا ہوں؟ تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں اور اگر مانگنا پڑ جائے تو نیکوں سے مانگ۔

اس حدیث کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ بلاسخت مجبوری کسی سے کچھ مانگو مت، جب سخت مجبور ہو جاؤ، جس سے شرعاً مانگنا درست ہو جائے تو اللہ کے متقی و نیک بندوں ہی سے مانگو کیونکہ ان کی روزی حلال ہوگی نیز اس میں برکت ہوگی جو تمہیں بھی نصیب ہو جائے گی نیز وہ تمہیں لعنت ملامت نہ کرینگے جھڑکیں گے نہیں نیز وہ تمہارے حق میں دعا بھی کرینگے جس سے تمہاری فقیری دور ہو جائے گی۔ یہ حکم بھیک مانگنے کے متعلق ہے مگر برکت حاصل کرنے کے لئے ان کے تبرکات مانگنا بہت ہی بہتر ہے جس پر بادشاہوں کو فخر ہوتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بال شریف، تہبند،

---

[1] (سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب في الاستعفاف، الحديث: ۱۶۴۶، ج۲، ص۲۰۲)
(سنن النسائي، كتاب الزكاة، باب سؤال الصالحين، الحديث: ۲۵۸۶، ج۳، الجزء۵، ص۹۹)
(مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب من تحل له المسألة ومن لا تحل له، الحديث: ۱۸۵۳، ج۱، ص۳۵۲)

فضالہ، پانی حضور انور علیہ السلام سے مانگا ہے بال اور تہبند شریف اپنی قبروں میں لے گئے ہیں، حضور خواجہ اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لنگر کا دلیہ سلاطین دکن مانگ مانگ کر حاصل کرتے ہیں ہم کو اس پر فخر ہے ہم گدائے آستانۂ غوثیہ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔[1]

لالچ فقر ہے اور دوسروں کے مال سے ناامید ہوجانا تونگری ہے۔ چنانچہ:

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: تَعْلَمُنَّ أَيُّهَا النَّاسُ! أَنَّ الطَّمَعَ فَقْرٌ، وَأَنَّ الإِيَاسَ غِنًى، وَأَنَّ الْمَرْءَ إِذَا يَئِسَ عَنْ شَيْءٍ اسْتَغْنٰى عَنْهُ. رواه رزين.[2]	حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: اے لوگو! یقین رکھو کہ لالچ فقیری ہے اور ناامیدی غِنا ہے اور انسان جب کسی چیز سے مایوس ہوجاتا ہے تو اس سے لاپرواہ ہوجاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح میں مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

اسی لئے کہا جاتا ہے کہ مایوسی بھی ایک قسم کی راحت ہے، کسی نے حضرت ابومحسن شاذلی سے کیمیا پوچھی، آپ نے فرمایا: مخلوق سے امید توڑو اور تقدیر پر شاکر رہو، سب سے بڑی کیمیا یہ ہے، شعر:

آس بگزار بادشاہی کن ❁ گردن بے طمع بلند بود[3]

کسی دانا نے فرمایا کہ انسان کا معاملہ بھی عجیب ہے اگر اسے کہا جائے کہ تو دنیا میں ہمیشہ رہے گا تو اسے جمع کرنے کی اس قدر حرص نہ ہوتی جتنی اب ہے

---

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۳، ص۶۶)
[2] (مشکاۃ المصابیح، کتاب الزکاۃ، باب من لا تحل لہ المسئلۃ ومن تحل لہ، الحدیث:۱۸۵۶، ج۱، ص۳۵۳)
[3] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۳، ص۶۷-۶۸)

حالانکہ نفع حاصل کرنے کی مدت کم ہے اور زندگی چند دنوں کی ہے۔[1]

حرص ولالچ کا علاج اور حصولِ قناعت کی دوا

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حرص اور لالچ کا علاج بیان فرماتے ہیں کہ یہ دوا تین چیزوں کا مرکب ہے، صبر، علم اور عمل اور پانچ باتوں میں یہ تینوں چیزیں آتی ہیں۔

﴿ ۱ ﴾ پہلی بات عمل ہے یعنی گزر بسر میں میانہ روی اور خرچ میں کفایت۔ جو شخص قناعت میں بزرگی چاہتا ہو اسے چاہئے کہ صرف بضرورت خرچ کرے اور حتَّی الْاِمکان اپنے اوپر عیاشی کا دروازہ بند کرے ایک موٹے کھردرے کپڑے پر قناعت کرے اور جو کھانا میسّر ہو اسی پر صابر وشاکر ہو جس قدر ممکن ہو سالن کم استعمال کرے اور اپنے نفس کو اس بات کی عادت ڈالے۔ اگر وہ صاحبِ اولاد ہو تو ان کو بھی اسی مقدار پر رکھے کیوں کہ یہ مقدار ادنیٰ محنت سے بھی حاصل ہو جاتی ہے اور طلب بھی اچھی رہتی ہے قناعت کے سلسلے میں اصل چیز اعتدال ہے اور اس سے ہماری (یعنی امام غزالی کی) مراد خرچ کرنے میں نرمی اختیار کرنا اور بُرے طریقے سے بچنا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْاَمْرِ كُلِّهٖ (صحيح بخاري، كتاب الأدب) بے شک اللہ تعالیٰ تمام معاملات میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، الآثار، ج۳، ص۳۲۲)

مَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ. جو شخص اعتدال اختیار کرے گا تنگدست نہیں ہوگا۔

اور فرمایا:

ثَلَاثٌ مُنْجِيَاتٌ: خَشْيَةُ اللّٰهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ وَالْقَصْدُ فِي الْغِنٰى وَالْفَقْرِ وَالْعَدْلُ فِي الرِّضَا وَالْغَضَبِ. تین باتیں نجات دینے والی ہیں پوشیدہ اور ظاہری حالت میں اللہ تعالیٰ کا خوف، مالداری اور فقر میں اعتدال اور حالتِ رضا اور غضب میں انصاف سے کام لینا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ آپ زمین سے ایک دانا چُن رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ زندگی سہولت کے ساتھ گزارنا سمجھداری کی دلیل ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: سرکار والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْاِقْتِصَادُ حُسْنُ السَّمْتِ وَالْهَدْيُ الصَّالِحُ جُزْءٌ مِّنْ بِضْعٍ وَّعِشْرِيْنَ جُزْءً مِنَ النُّبُوَّةِ. (سنن أبي داود) میانہ روی اچھا طریقہ اور اچھی سیرت نبوت کا چوبیسواں حصہ ہے۔

(مطلب یہ ہے کہ یہ خصائل انبیائے کرام علی نبینا وعلیہم الصلوۃ والسلام کے خصائل ہیں اور ان کو اپنانا ان کی اقتدا کرنا ہے ورنہ نبوت کے اجزاء نہیں ہوتے۔ (مصباح السالکین))

ایک اور حدیث شریف میں ہے:

اَلتَّدْبِیْرُ نِصْفُ الْمَعِیْشَۃِ. تدبیر سے کام لینا نصف معیشت ہے۔
(مسند الفردوس)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنِ اقْتَصَدَ أَغْنَاہُ اللّٰہُ، وَمَنْ بَذَّرَ أَفْقَرَہُ اللّٰہُ، وَمَنْ ذَکَرَ اللّٰہَ عزوجل أَحَبَّہُ اللّٰہُ. (مجمع الزوائد، کتاب الزھد)

جو شخص (اخراجات میں) اعتدال قائم رکھے گا، اللہ تعالیٰ اسے مالدار بنائے گا، اور جو آدمی ضرورت سے زائد خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے فقیر کر دیتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے پسند کرتا ہے۔

اور فرمایا:

إِذَا أَرَدْتَّ أَمْراً فَعَلَیْکَ بِالتُّؤَدَۃِ حَتّٰی یَجْعَلَ اللّٰہُ لَکَ فَرَجاً وَّمَخْرَجاً.
(البر والصلة لابن المبارک)

جب تم کسی کام کا ارادہ کرو (اور وہ تم پر شاق ہو) تو تم پر تاخیر لازم ہے حتی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کشادگی کرے اور راستہ کھول دے۔

خرچ کرنے میں تاخیر کرنا (یعنی جلد بازی میں سب کچھ خرچ نہ کرنا) نہایت اہم بات ہے۔

﴿۲﴾ جب فی الحال مال کافی ہو تو مستقبل کے لئے زیادہ پریشانی کی ضرورت نہیں ہے اور اس بات پر امید کم رکھنا تمہارے لئے معاون ثابت ہوگا حقیقت یہ ہے کہ جس قدر رزق تمہارے لئے مقدر (لکھ دیا گیا) ہے وہ تمہارے پاس ضرور آئے گا اگرچہ شدید حرص نہ کرو کیونکہ زیادہ حرص رزق کے پہنچنے کا سبب نہیں ہے بلکہ اللہ

تعالٰی کے وعدے پر پختہ یقین ہونا چاہئے کیوں کہ ارشادِ خداوندی ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا۔ (ھود: ۶/۱۱)	ترجمہ کنزالایمان: اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو

مزید یہ کہ شیطان اسے محتاجی سے ڈراتا بھی ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر تم مال جمع کرنے اور اسے ذخیرہ بنانے کی حرص نہیں کرو گے تو کبھی ایسا ہوگا کہ بیمار پڑ جاؤ گے اور کبھی عاجز ہو جاؤ گے اور مانگ کر ذلیل ہونا پڑے گا، تو وہ زندگی بھر طلبِ مال میں اسے تھکاتا رہتا ہے کیونکہ اسے فقر کا ڈر ہوتا ہے، اور شیطان اس پر ہنستا ہے کہ وہ تکلیف برداشت کر رہا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اللہ تعالٰی سے غافل بھی ہے جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ دوسرے موقعہ کی مشقت اور تکلیف کا وہم رکھتا ہے حالانکہ ہو سکتا ہے اسے مستقبل میں یہ پریشانی اٹھانا نہ پڑے اسی قسم کے معاملے میں کہا گیا ہے:

وَمَنْ يُّنْفِقُ السَّاعَاتِ فِيْ جَمْعِ مَالِهٖ مَخَافَةَ فَقْرٍ فَالَّذِيْ فَعَلَ الْفَقْرَ	جو شخص فقر کے خوف سے اپنے اوقات مال جمع کرنے میں صرف کرتا ہے تو وہ خود ہی فقر کا سبب ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دو صاحبزادے، آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان دونوں سے فرمایا:

لَا تَیْأَسَا مِنَ الرِّزْقِ مَا تَهَزْهَزَتْ رُؤُوْسُكُمَا فَإِنَّ الْإِنْسَانَ تَلِدُهُ أُمُّهُ أَحْمَرَ لَيْسَ عَلَيْهِ قِشْرٌ ثُمَّ يَرْزُقُهُ اللّٰهُ تَعَالٰى.

جب تک تمہارے سروں میں حرکت ہے تم رزق سے مایوس نہ ہو انسان کو اس کی ماں جنتی ہے تو وہ سرخ رنگ کا ہوتا ہے اس پر چمڑا بھی نہیں ہوتا پھر اللہ تعالیٰ ہی اسے رزق دیتا ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے گزر فرمایا جبکہ وہ غمگین تھے تو آپ نے فرمایا:

لَا تُكْثِرْ هَمَّكَ مَا قُدِّرَ يَكُنْ وَمَا تُرْزَقُ تَأْتِكَ. (الترغیب والترهیب)

زیادہ غمگین نہ ہو جو مقدر میں ہے وہ ہوگا اور جو رزق لکھا گیا ہے وہ آئے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَلَا أَيُّهَا النَّاسُ أَجْمِلُوْا فِي الطَّلَبِ، فَإِنَّهُ لَيْسَ لِعَبْدٍ إِلَّا مَا كُتِبَ لَهُ وَلَنْ يَّذْهَبَ عَبْدٌ مِنَ الدُّنْيَا حَتّٰى يَاتِيَهُ مَا كُتِبَ لَهُ مِنَ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ.

اے لوگو! سنو! اچھی طلب کیا کرو کیوں کہ بندے کے لئے جو کچھ لکھا گیا ہے وہی اسے ملے گا اور کوئی شخص دنیا سے نہیں جاتا جب تک اس کے لئے مقدر کی گئی دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر نہ آجائے۔

بندہ حرص سے اس وقت تک بَری نہیں ہوسکتا جب تک وہ بندوں کے رزق سے متعلق اللہ تعالیٰ کی تدبیر پر اچھا اعتقاد نہ رکھے اور یہ عقیدہ ہونا چاہئے کہ اچھی طلب ہو تو ضرور ملے گا۔ بلکہ اسے اس بات کا یقین ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندے کو جو زیادہ رزق ملتا ہے وہ ان مقامات سے آتا ہے جن کے بارے میں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔

ارشادِ خداوندی ہے:

وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجۡعَلۡ لَّهٗ مَخۡرَجًا ۙ﴿۲﴾ وَّیَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ ۔ (الطلاق:۶۵/۲-۳)

ترجمہ کنزالایمان: اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو

تو جس دروازے سے اسے رزق کا انتظار تھا اگر وہ بند ہو جائے تو اس سے اس کے دل میں اضطراب اور پریشانی نہیں آنی چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کو وہاں سے رزق دیتا ہے جس کے بارے میں اس کا گمان نہیں ہوتا۔ (کنزالعمال)

حضرت سفیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اللہ سے ڈرو تم کسی متقی کو محتاج نہیں دیکھو گے یعنی اللہ تعالیٰ کسی متقی کو یوں نہیں چھوڑتا کہ اس کی ضرورتیں پوری نہ ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دلوں میں ڈالتا ہے کہ وہ اس تک اس کا رزق پہنچائیں۔

حضرت مُفَضَّل ضبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں میں نے ایک دیہاتی سے کہا تم کہاں سے کھاتے پیتے ہو؟ اس نے کہا حاجیوں کی نذر سے، میں نے کہا جب وہ چلے جاتے ہیں تو پھر کہاں سے کھاتے ہو؟ اس پر وہ رو پڑا اور کہنے لگا اگر ہم یوں زندگی گزارتے کہ ہمیں معلوم ہوتا تو ہم زندہ نہ رہتے۔

حضرت ابو حازم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں نے دنیا کو دو چیزوں کی صورت میں پایا ایک وہ جو میرے لئے ہے تو میں اس کے وقت سے پہلے اس کے لئے جلدی نہیں کرتا اگرچہ میں اسے آسمانوں اور زمین کی قوت سے طلب کروں اور

دوسری چیز وہ ہے جو میرے غیر کے لئے ہے وہ مجھے پہلے بھی نہیں ملی اور آئندہ بھی نہیں ملے گی دوسروں کی چیز کو مجھ سے اسی ذات نے روکا ہے جس نے میری چیز کو ان سے روکا ہے تو میں ان دو باتوں میں اپنی زندگی کیوں تباہ کروں۔

تو معرفت کی جہت سے حرص اور لالچ کا علاج یہی ہے اور اسے حاصل کرنا ضروری ہے تاکہ شیطان کا ڈرانا اور محتاجی کا خوف دلانا ختم ہو جائے۔

﴿۳﴾اس بات کی پہچان حاصل ہونی چاہئے کہ قناعت میں دوسروں سے بے نیازی کی عزت حاصل ہوتی ہے اور لالچ اور حرص کی صورت میں ذلت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جب آدمی کے دل میں یہ بات بیٹھ جائے تو وہ قناعت کی طرف مائل ہوتا ہے اور اس کا جذبہ پیدا ہوتا ہے کیونکہ حرص کی صورت میں مشقت برداشت کرنا پڑتی ہے اور لالچ، ذلت سے خالی نہیں ہوتی جب کہ قناعت میں خواہش اور زوائد سے صبر کی تکلیف برداشت کرنا ہوتی ہے اور یہ وہ تکلیف ہے جس پر صرف اللہ تعالیٰ ہی مطلع ہوتا ہے اور اس میں آخرت کا ثواب بھی ہے۔ جب کہ لالچ اور حرص ایسی چیزیں ہیں کہ جن کی طرف لوگوں کی نظریں مائل ہوتی ہیں یعنی حریص اور لالچی شخص کی حرص وطمع لوگوں سے پوشیدہ نہیں رہتی اور اس کا وبال اور گناہ الگ ہے۔ عزت نفس چلی جاتی ہے اور حق کی اتباع کی طاقت بھی نہیں رہتی کیونکہ جو شخص زیادہ حرص اور لالچ کرتا ہے وہ لوگوں کا زیادہ محتاج ہوتا ہے لہٰذا وہ لوگوں کو حق کی طرف بلا نہیں سکتا اور وہ منافقت سے کام لیتا ہے ایسے آدمی کا دین ہلاک ہو جاتا ہے اور جو آدمی اپنے نفس کی عزت کو پیٹ کی خواہش پر ترجیح نہیں دیتا اس کی عقل بہت کمزور ہے اور ایمان ناقص ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

عِزُّ الْمُؤْمِنِ اسْتِغْنَاؤُهٗ عَنِ النَّاسِ. مومن کی عزت لوگوں سے بے نیاز رہنا ہے۔

قناعت میں آزادی بھی ہے اور عزت بھی، اسی لئے کہا گیا ہے جس سے کچھ لینا چاہتا ہے اس سے بے نیاز رہ اس کی مثل ہو جائے گا جس سے کوئی حاجت طلب کرے گا اس کا اسیر ہو جائے گا اور جس پر چاہے احسان کر اس کا امیر ہو جائے گا۔

﴿۴﴾ یہود و نصاریٰ کی عیش پرستی، ذلیل و رسوا قسم کے لوگوں بیوقوف کُردوں (کُرد ایک قبیلہ ہے) اُجڈ دیہاتیوں اور ایسے لوگوں کی حالت کو دیکھ جن کا نہ کوئی دین ہے اور نہ عقل، پھر انبیاء کرام اور اولیاء کرام کے احوال ملاحظہ کر خلفاء راشدین اور باقی صحابہ کرام کے حالات زندگی دیکھ تابعین کو دیکھ اور پھر ان کی باتیں غور سے سن کر ان کے حالات کا مطالعہ کر اور اس کے بعد اپنی عقل کو اختیار دے کہ وہ ذلیل و رسوا قسم کے لوگوں کی پیروی کو پسند کرتی ہے یا ان لوگوں کی اقتدا چاہتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ معزز ہیں تاکہ معیشت کی تنگی اور تھوڑے رزق پر قناعت آسان ہو جائے اگر پیٹ کو ہی زیادہ بھرنا ہے تو گدھا زیادہ کھاتا ہے اگر جماع کی فروانی چاہتا ہے تو اس سے خنزیر کا رتبہ زیادہ ہوگا اگر لباس اور سواریوں کی زینت مطلوب ہے تو کئی یہودیوں کو زیادہ زینت حاصل ہے اور اگر تھوڑے پر قناعت اور راضی رہے تو اس صورت میں صرف انبیاء کرام اور اولیاء کرام کے ساتھ شریک ہوگا۔

﴿۵﴾ مال جمع کرنے کا جو خطرہ ہے اسے سمجھنا چاہئے جیسا کہ ہم نے اس کی آفات کے ذکر میں بیان کیا ہے۔ اس میں چوری لُوٹ کھسوٹ اور ضائع ہونے کا خطرہ

رہتا ہے اور جب ہاتھ خالی ہوتا ہے تو امن اور فراغت ہوتی ہے ہم نے مال کی آفات کے سلسلے میں جو کچھ ذکر کیا ہے ان سب پر غور کرنا چاہئے اس کے علاوہ پانچ سو سال تک جنت سے دُور رہے گا اور جب وہ بقدرِ کفایت پر قناعت نہیں کرتا تو اغنیاء کے گروہ میں شامل ہوتا ہے اور فقراء کی فہرست سے نکل جاتا ہے اور یہ غور وفکر اس طرح پوری ہوگی کہ دنیا کے معاملے میں ہمیشہ اپنے سے نیچے کے لوگوں کی طرف دیکھے اوپر والوں کی طرف نہ دیکھے کیوں کہ شیطان ہمیشہ اس کی نظر کو اوپر والوں کی طرف پھیرتا ہے اور کہتا ہے کہ طلبِ مال میں کوتاہی کیوں کرتے ہو حالانکہ مال دار لوگوں کو اچھے اچھے کھانے اور عمدہ لباس حاصل ہیں اور دین کے معاملے میں شیطان اس کی نگاہ کو اپنے سے نیچے والوں کی طرف پھیرتا ہے اور کہتا ہے کہ اپنے نفس کو کیوں مشقت اور تنگی میں ڈالتے ہو اور اللہ تعالٰی سے ڈرتے رہتے ہو حالانکہ فلاں شخص تجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے اور وہ اللہ تعالٰی سے نہیں ڈرتا تمام لوگ عیش وعشرت میں مشغول ہیں تم ان سے کہاں ممتاز ہونا چاہتے ہو۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: مجھے میرے خلیل (نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے وصیت فرمائی ہے کہ میں (دنیا کے معاملے میں) اپنے سے نیچے درجے والے کو دیکھوں اوپر والے کو نہیں۔ (مجمع الزوائد، کتاب الوصایا)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا نَظَرَ أَحَدُكُمْ إِلَى مَنْ فَضَّلَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الْمَالِ وَالْخَلْقِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنْهُ مِمَّنْ فُضِّلَ عَلَيْهِ. (صحيح البخاري، كتاب الرقاق)	جب تم میں سے کوئی شخص اس آدمی کو دیکھے جسے اللہ تعالیٰ نے مال اور خلقت میں اس پر فضیلت دی ہے تو اسے چاہئے کہ اس کی طرف دیکھے جو اس سے کمتر ہے اور اسے اس پر فضیلت دی گئی ہے۔

ان امور کے ساتھ قناعت کی صفت حاصل کرنے پر قادر ہو جائے گا تو اصل بات یہ ہے کہ صبر کرے اور امید کم رکھے اور یہ بات جان لے کہ دنیا میں اس کے صبر کی انتہا چند روزہ ہے لیکن اس کا نفع ایک طویل زمانے تک ہوگا پس وہ اس مریض کی طرح ہے جو دوائی کی کڑواہٹ پر صبر کرتا ہے کیوں کہ اسے شفاء کے انتظار کی شدید لالچ ہوتی ہے۔[1]

سوال کرنا کیسا ہے؟

سوال کرنے کے بارے میں بہت زیادہ ممانعت آئی ہے اور اس سلسلے میں اجازت بھی دی گئی ہے۔ شہنشاہ مدینہ، قرار قلب و سینہ، صاحب معطر پسینہ، باعث نزول سکینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لِلسَّائِلِ حَقٌّ وَلَوْ جَاءَ عَلَى فَرَسٍ (سنن أبي داود، كتاب الزكاة)	مانگنے والے کا حق ہے اگرچہ گھوڑے پر آئے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے:

[1] (إحياء علوم الدين، كتاب ذم البخل وذم حب المال، بيان علاج الحرص والطمع والدواء الذي يكتسب به صفة القناعة، ج۳، ص ۳۲۲-۳۲۵)

رُدُّوا السَّائِلَ وَلَوْ بِظِلْفٍ مُحَرَّقٍ   سائل کا سوال پورا کرو اگر چہ جلا ہوا کھر دے کر۔

اصل کے اعتبار سے سوال حرام ہے اور ضرورت کے تحت یا کسی اہم حاجت کی صورت میں جو ضرورت کے قریب ہو، مانگنا جائز ہے اگر اس سے بچ سکتا ہو تو سوال حرام ہوگا ہم نے یہ کہا کہ اصل میں سوال حرام ہے کیونکہ مانگنے کی صورت میں تین حرام کام کرنا پڑتے ہیں:

پہلا کام: اللہ تعالیٰ پر شکوہ کا اظہار، کیوں کہ سوال فقر کا اظہار ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی کمی کا ذکر عین شکوہ ہے اور جس طرح کسی مملوک غلام کا مانگنا اپنے مالک پر طعن و تشنیع ہے اسی طرح بندوں کا سوال کرنا اللہ تعالیٰ کی ذات پر طعن ہے اور یہ کام حرام ہے اور ضرورت کے بغیر ایسا کرنا جائز نہیں جیسا کہ مردار ضرورت کے وقت ہی حلال ہوتا ہے۔

دوسرا کام: مانگنے میں غیر خدا کے سامنے ذلت اختیار کرنا ہے اور مومن کے لئے جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے سامنے ذلیل و رسوا ہوتا پھرے بلکہ اسے چاہئے کہ اپنے آقا کے سامنے ہی عاجزی اختیار کرے کیوں کہ اس میں اس کی عزت ہے باقی تمام لوگ اس کی طرح بندے ہیں لہٰذا ضرورت کے بغیر ان کے سامنے ذلت و رسوائی اختیار نہ کرے۔ اور سوال کرنے میں مسئول عنہ (جس سے سوال کیا گیا) کے مقابل سائل کی ذلت ہے۔

تیسرا کام: عام طور پر مانگنے والے کو مسئول عنہ کی طرف سے اذیت پہنچتی ہے کیوں کہ بعض اوقات وہ دل کی خوشی سے خرچ کرنا نہیں چاہتا پس اگر وہ

سائل سے حیا کرتے ہوئے یا ریاکاری کے طور پر خرچ کرے تو یہ لینے والے پر حرام ہے اور اگر وہ منع کرے تو بعض اوقات وہ حیا کرتے ہوئے منع کرتے وقت اپنے نفس میں اذیت محسوس کرتا ہے کیوں کہ اپنے آپ کو بخیل کی شکل میں دیکھتا ہے کہ خرچ کرنے میں مال کا نقصان ہے اور منع کرنے میں عزت کا نقصان ہے اور یہ دونوں کام اذیت ناک ہیں اور سائل ہی ایذا کا سبب بنا اور ایذا رسانی ضرورت کے بغیر حرام ہے۔

اب جب تم ان تینوں باتوں کو سمجھ گئے تو تمہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کی سمجھ بھی آ گئی ہو گی کہ آپ نے فرمایا:

مَسْـئَلَةُ النَّاسِ مِنَ الْفَوَاحِشِ مَا أُحِلَّ مِنَ الْفَوَاحِشِ غَيْرُهَا. لوگوں سے مانگنا فاحش کاموں سے ہے اور فواحش میں سے اس کے سوا کچھ مباح نہیں کیا گیا۔

تو دیکھئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مانگنے کو فاحش (گناہ کبیرہ) قرار دیا ہے اور یہ بات مخفی نہیں ہے کہ فاحش کام ضرورت کے وقت ہی جائز ہوتا ہے جیسے کہ آدمی کا لقمہ پھنس جائے اور اس کے پاس شراب کے سوا کچھ نہ ہو (تو بدل نخواستہ) اسے استعمال کر سکتا ہے۔

اور نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَـنْ سَأَلَ عَنْ غِنًى فَإِنَّمَا يَسْتَكْثِرُ مِنْ جَمْرِ جَهَنَّمَ. (صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ) جو شخص مالدار ہونے کے باوجود مانگتا ہے وہ جہنم کے انگارے زیادہ کرتا ہے۔

اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ سَأَلَ وَلَهُ مَا يُغْنِيهِ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَوَجْهُهُ عَظْمٌ يَتَقَعْقَعُ وَلَيْسَ عَلَيْهِ لَحْمٌ. (المستدرک للحاکم، کتاب الزکوٰۃ)

جو شخص سوال کرے اور اس کے پاس اتنا ہے جو اسے بے پرواہ کرے وہ قیامت کے دن یوں آئے گا کہ اس کا چہرہ حرکت کرتی ہوئی ایک ہڈی ہوگی جس پر گوشت نہیں ہوگا۔

دوسری روایت میں اس طرح ہے:

وَكَانَتْ مَسْأَلَتُهُ خُدُوشاً وَكُدُوحاً فِي وَجْهِهِ. (سنن أبي داود، کتاب الزکوٰۃ)

اس کا سوال اس کے چہرے پر خراشیں ہوگا۔

تو یہ الفاظ مانگنے کی حُرمت اور سختی میں واضح ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو اسلام پر بیعت فرمایا تو ان پر سننے اور ماننے کی شرط رکھی پھر ایک بات آہستہ سے فرمائی کہ

وَلَا تَسْأَلُوا النَّاسَ شَيْئاً.

لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کروگے۔

(المسند للإمام أحمد، مرویات عوف بن مالک)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عام طور پر سوال سے بچنے کا حکم دیتے اور فرماتے:

مَنْ سَأَلَنَا أَعْطَيْنَاهُ وَمَنِ اسْتَغْنٰى أَغْنَاهُ اللّٰهُ وَمَنْ لَّمْ يَسْأَلْنَا فَهُوَ أَحَبُّ إِلَيْنَا. (المسند، مرویات أبي سعید الخدري)

جو شخص ہم سے مانگے ہم اسے دیں گے اور جو غنی بننا چاہے اللہ تعالیٰ اسے غنی کردے گا اور جو ہم سے سوال نہ کرے وہ ہی ہمیں زیادہ محبوب ہے۔

اور آپ نے ارشاد فرمایا:

اِسۡتَغۡنُوۡا عَنِ النَّاسِ وَمَا قَلَّ مِنَ السُّؤَالِ فَهُوَ خَيۡرٌ. لوگوں سے بے نیاز رہو اور جس قدر سوال کم ہو وہی بہتر ہے۔

(المعجم الكبير للطبراني: ١٢٢٥٧)

صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ سے بھی؟ آپ نے فرمایا: ہاں مجھ سے بھی۔ [1]

نومولود کی طرح گناہوں سے پاک

حضرتِ سیِّدُنا عبداللہ بن عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسولُ اللہ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم فرماتے ہیں: ''جس نے رَمَضان کے روزے رکھے پھر چھ دن شوّال میں رکھے تو گناہوں سے ایسے نکل گیا جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔'' (مجمع الزوائد، ج٣، ص٤٢٥، حدیث ٥١٠٢)

گویا عمر بھر کا روزہ رکھا

حضرتِ سیِّدُنا ابو ایّوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرکارِ نامدار مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ مُشکبار ہے: ''جس نے رَمَضان کے روزے رکھے پھر ان کے بعد چھ ٦ شوّال میں رکھے۔ تو ایسا ہے جیسے دَہر کا (یعنی عمر بھر کیلئے) روزہ رکھا۔'' (صحیح مسلم، ص ٥٩٢، حدیث ١١٦٤)

مدینہ

[1] (إحياء علوم الدين، كتاب الفقر والزهد، بيان تحريم السؤال بغير ضرورة وآداب الفقير المضطر إليه، ج٤، ص ٢٨٠_٢٨٢)

اللہ عزوجل کے نام پر مانگنا

اللہ کے نام پر سُوال کرنا نہایت قبیح ہے ایسا کرنے والے کو احادیث میں ملعون فرمایا گیا، یوں ہی جس سے اللہ کے نام کا سُوال کیا جائے اور وہ دینے کی استطاعت رکھتے ہوئے بھی نہ دے تو اُسے بھی ملعون فرمایا گیا، چنانچہ:

عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَلْعُوْنٌ مَنْ سَأَلَ بِوَجْهِ اللّٰهِ، وَمَلْعُوْنٌ مَنْ سُئِلَ بِوَجْهِ اللّٰهِ، ثُمَّ مَنَعَ سَائِلَهُ مَا لَمْ يَسْأَلْ هُجْراً".[1]

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا، ملعون ہے وہ جو اللہ کے نام پر مانگے اور ملعون ہے وہ جس سے اللہ کے نام کا سُوال ہوا پھر مانگنے والے کو دینے سے منع کردے جب تک کہ وہ کوئی قبیح سوال نہ کرے۔

ایک اور حدیث شریف:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنِ اسْتَعَاذَ بِاللّٰهِ فَأَعِيْذُوْهُ، وَمَنْ سَأَلَ بِاللّٰهِ فَأَعْطُوْهُ وَمَنْ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جو تم سے اللہ کی پناہ لے اُسے پناہ دے دو اور جو اللہ کے نام پر مانگے اُسے کچھ دو اور جو تمہیں دعوت دے اسکی

[1] (مسند الرویانی، مسند أبي موسى الأشعري، الحدیث: ۴۹۵، الجزء ۱، ص ۱۹۶)

دَعَاكُمْ فَأَجِيبُوهُ، وَمَنْ صَنَعَ	دعوت قبول کرو اور جو کوئی تمہارے ساتھ
إِلَيْكُمْ مَعْرُوفاً فَكَافِئُوهُ، فَإِنْ لَّمْ	بھلائی کرے اُس کا بدلہ کرو اگر بدلہ کی چیز
تَجِدُوا مَا تُكَافِئُوهُ فَادْعُوا لَهُ	نہ پاؤ تو اُس کو دعائیں دو یہاں تک کہ
حَتّٰى تَرَوْا أَنَّكُمْ قَدْ كَافَأْتُمُوهُ".[1]	یقین ہوجائے کہ تم نے اُسکا بدلہ کردیا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''اسے پناہ دو'' کے تحت فرماتے ہیں: ''یعنی جو تمہاری سختی یا غیر کی سختی سے تمہارے پاس اللہ کی پناہ مانگے تو اُسے دیدو، کہ اگر تم کسی کو مارنا چاہتے ہو تو معاف دے دو یا کوئی دوسرا اُس پر سختی کرنا چاہتا ہے اور تم دفع کرسکتے ہو تو کردو، یہ حکم اپنے ذاتی معاملات میں ہے، قوم یا دین کے مجرم کو ہرگز معاف نہیں کرسکتے، اگرچہ وہ کیسی ہی پناہ لے تاکہ امن و دین میں خلل نہ پڑے، لہٰذا یہ حدیث اُسکے خلاف نہیں، کہ آپ نے فاطمہ فخرومیہ کو جس نے چوری کرلی تھی معافی نہ دی''۔

اور ''دعوت قبول کرو'' کے تحت فرماتے ہیں: ''بشرطیکہ وہ دعوت ممنوعات شرعیہ سے خالی ہو لہٰذا جس ولیمہ میں ناچ گانا خاص کھانے کی جگہ ہو وہاں نہ جائے، ایسے ہی میت کے کھانے پر رسمی دعوت قبول نہ کرے، لہٰذا یہ فرمان فتویٰ فقہاء کے خلاف نہیں''۔اور ''بھلائی کا بدلہ کرو'' اسطرح کہ وہ جس قسم کا سلوک تم سے

---

[1] (سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب عطية من سأل بوجه الله، الحديث: ۱۶۷۲، ج۲، ص۲۱۲)
(سنن النسائي، كتاب الزكاة، باب من سأل بوجه الله عزوجل، الحديث: ۲۵۶۶، ج۳، ص۸۷)
(مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب أفضل الصدقة، الحديث: ۱۹۴۳، ج۱، ص۳۶۸)

کرے قولی، عملی، مالی تم بھی اُس سے ویسا سلوک کرو، رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿هَلۡ جَزَآءُ الۡاِحۡسَانِ اِلَّا الۡاِحۡسَانُ﴾ ([الرحمٰن: ۵۵/۶۰] ترجمہ: نیکی کا بدلہ کیا ہے مگر نیکی (کنزالایمان)) اور فرماتا ہے: ﴿وَاَحۡسِنۡ كَمَاۤ اَحۡسَنَ اللّٰهُ اِلَيۡكَ﴾ ([القصص: ۲۸/۷۷] ترجمہ: اور احسان کر جیسا اللہ نے تجھ پر احسان کیا (کنزالایمان)) یہ حکم ہم جیسے کم ہمت لوگوں کے لئے ہے ہمت والے تو اپنے دشمنوں کی برائی کا بدلہ معافی اور بھلائی سے کرتے ہیں، شعر

لیا ظلم کا عفو سے انتقام ✿ علیہ الصلوٰۃ والسلام

اور "دعائیں دو" کے تحت لکھتے ہیں: "اس طرح کہو جَزَاکَ اللّٰہُ یا اس کا کھانا کھا کر کہو اَللّٰهُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنَا وَاسْقِ مَنْ سَقَانَا وغیرہ حضرت عائشہ صدیقہ کو جب کوئی سائل دعائیں دیتا، تو آپ پہلے اُسے دعائیں دیتیں، پھر بھیک عطا فرماتیں کسی نے پوچھا کہ آپ عطا سے پہلے دعا کیوں دیتی ہیں فرمایا تاکہ یہ میرا صدقہ عوض سے بچا رہے رضی اللہ تعالیٰ عنہا"۔[1]

ایک اور حدیث شریف:

عَنْ رَافِعٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَلْعُوْنٌ مَنْ سَأَلَ بِوَجْهِ اللّٰهِ، وَمَلْعُوْنٌ مَنْ سُئِلَ بِوَجْهِ اللّٰهِ فَمَنَعَ سَائِلَهُ"۔[2]

حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ملعون ہے وہ جو اللہ کے نام پر مانگے اور ملعون ہے وہ جس سے اللہ کے نام پر مانگا گیا اور منگتے کو منع کردے۔

---

[1] (مرآۃ المناجیح، ج۳، ص ۱۲۴)

[2] (المعجم الکبیر للطبرانی الحدیث: ۹۴۳، ج ۲۲، ص ۳۷۷)

ایک اور حدیث شریف:

عَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِشَرِّ الْبَرِيَّةِ"؟ قَالُوْا: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: قَالَ: "الَّذِيْ يُسْأَلُ بِاللّٰهِ وَلَا يُعْطِيْ". [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا میں تمہیں لوگوں میں سے بدترین شخص کے بارے میں نہ بتاؤں؟ صحابہ نے عرض کی، ضرور یا رسول اللہ، فرمایا وہ جس سے اللہ کے نام پر مانگا جائے اور نہ دے۔

اللہ عزوجل کے نام پر سوال کرنے کے بارے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا، چنانچہ:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَلَا أُحَدِّثُكُمْ عَنِ الْخَضِرِ"؟ قَالُوْا: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. قَالَ: "بَيْنَمَا هُوَ ذَاتَ يَوْمٍ يَمْشِيْ فِيْ سُوْقِ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ أَبْصَرَهُ رَجُلٌ مُكَاتَبٌ، فَقَالَ: تَصَدَّقْ عَلَيَّ، بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ فَقَالَ الْخَضِرُ: آمَنْتُ بِاللّٰهِ

حضرت ابواُمامہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا میں تمہیں خضر علیہ السلام کے بارے میں نہ بتاؤں؟ صحابہ نے عرض کی، ضرور یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم، فرمایا ایک روز وہ بنی اسرائیل کے بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک مکاتب شخص نے آپ کو دیکھا (مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں جس نے اپنے آقا سے مال کی ادائیگی کے بدلے آزادی کا معاہدہ کیا ہوا ہو۔ مختصر القدوری، کتاب المکاتب، ص ۲۷۶) اور عرض کیا کہ مجھے کچھ صدقہ دیجئے اللہ تعالیٰ آپ کو برکت دے، تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا، میں اللہ پر ایمان لایا،

[1] (المسند للإمام أحمد، مسند أبي هريرة، الحديث: ۹۱۳۱، ج۳، ص ۴۴۱)

مَا شَاءَ اللّٰهُ مِنْ أَمْرٍ يَّكُوْنُ
مَا عِنْدِيْ شَيْءٌ أُعْطِيْكَهُ،
فَقَالَ الْمِسْكِيْنُ: أَسْأَلُكَ
بِوَجْهِ اللّٰهِ لَمَا تَصَدَّقْتَ
عَلَيَّ، فَإِنِّيْ نَظَرْتُ
السَّمَاحَةَ فِيْ وَجْهِكَ
وَرَجَوْتُ الْبَرَكَةَ عِنْدَكَ،
فَقَالَ الْخَضِرُ: آمَنْتُ بِاللّٰهِ
مَا عِنْدِيْ شَيْءٌ أُعْطِيْكَهُ إِلَّا
أَنْ تَأْخُذَنِيْ فَتَبِيْعَنِيْ، فَقَالَ
الْمِسْكِيْنُ: وَهَلْ يَسْتَقِيْمُ
هٰذَا؟ قَالَ: نَعَمْ، أَقُوْلُ لَقَدْ
سَأَلْتَنِيْ بِأَمْرٍ عَظِيْمٍ أَمَا إِنِّيْ
لَا أُخَيِّبُكَ بِوَجْهِ رَبِّيْ
بِعْنِيْ. قَالَ: فَقَدَّمَهُ إِلَى
السُّوْقِ فَبَاعَهُ بِأَرْبَعِ مِائَةِ
دِرْهَمٍ فَمَكَثَ عِنْدَ
الْمُشْتَرِيْ زَمَانًا لَا
يَسْتَعْمِلُهُ فِيْ شَيْءٍ، فَقَالَ:

ہر کام میں اللہ کی مشیت ہے تمہیں دینے کے لیے اس وقت میرے پاس کچھ نہیں، تو اُس مسکین نے کہا میں آپ سے اللہ کے نام کا سُوال کرتا ہوں آپ ضرور مجھے صدقہ دیں میں آپ کے چہرے پر سخاوت وفیاضی کے آثار دیکھتا ہوں اور آپ سے برکت کی امید رکھتا ہوں تو خضر علیہ السلام نے فرمایا، میں اللہ پر ایمان لایا میرے پاس تمہیں دینے کے لیے کچھ نہیں مگر یہ کہ تم مجھے ہی لے لو اور مجھے بیچ ڈالو! تو اُس مسکین نے کہا، کیا یہ درست رہے گا؟ فرمایا، ہاں تم نے مجھ سے امر عظیم کے ساتھ سوال کیا ہے بے شک میں تمہیں اپنے رب کے نام پر مانگنے پر مایوس نہیں کروں گا مجھے بیچ دو!۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تو وہ مکاتب خضر علیہ السلام کو لئے بنی اسرائیل کے بازار میں گیا اور آپ کو چار سو درہم میں بیچ دیا پھر آپ علیہ السلام خریدار کے ہاں طویل مدّت یوں رہے کہ اُس نے آپ سے کوئی کام نہ لیا، تو ایک روز آپ نے فرمایا، تم نے مجھے بھلائی کی غرض سے خریدا ہے تو مجھے

إِنَّمَا اشْتَرَيْتَنِي الْتِمَاسَ خَيْرٍ عِنْدِيْ فَأَوْصِنِيْ بِعَمَلٍ. قَالَ: أَكْرَهُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ إِنَّكَ شَيْخٌ كَبِيْرٌ ضَعِيْفٌ. قَالَ: لَيْسَ يَشُقُّ عَلَيَّ. قَالَ: قُمْ فَانْقُلْ هٰذِهِ الْحِجَارَةَ، وَكَانَ لَا يَنْقُلُهَا دُوْنَ سِتَّةِ نَفَرٍ فِيْ يَوْمٍ فَخَرَجَ الرَّجُلُ لِبَعْضِ حَاجَتِهِ، ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدْ نَقَلَ الْحِجَارَةَ فِيْ سَاعَةٍ. قَالَ: أَحْسَنْتَ وَأَجْمَلْتَ وَأَطَقْتَ مَا لَمْ أَرَكَ تُطِيْقُهُ. قَالَ: ثُمَّ عَرَضَ لِلرَّجُلِ سَفَرٌ فَقَالَ: إِنِّيْ أَحْسِبُكَ أَمِيْناً فَاخْلُفْنِيْ فِيْ أَهْلِيْ وَمَالِيْ خِلَافَةً حَسَنَةً. قَالَ: وَأَوْصِنِيْ بِعَمَلٍ. قَالَ: إِنِّيْ أَكْرَهُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ قَالَ:

کسی کام کا تو کہو، اس نے عرض کی، مجھے یہ پسند نہیں کہ آپ کو مشقت میں ڈالوں کیونکہ آپ بوڑھے اور ضعیف ہیں، تو خضر علیہ السلام نے فرمایا، مجھ پر کچھ گراں نہیں تو اس نے عرض کی، اُٹھئے اور اس پتھر کو یہاں سے دوسری جگہ منتقل کردیں، حالانکہ چھ سے کم افراد دن بھر میں بھی اس پتھر کو دوسری جگہ منتقل نہیں کرسکتے تھے۔ پھر وہ شخص کسی کام سے گیا جب لوٹا تو آپ اس پتھر کو دوسری جگہ منتقل کرچکے تھے، کہنے لگا، بہت خوب آپ نے اس طاقت کا مظاہرہ کیا جس کا مجھے گمان بھی نہ تھا، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، پھر اس شخص کو سفر پر جانا پڑ گیا تو آپ علیہ السلام سے عرض کی، میں آپ کو امانتدار سمجھتا ہوں آپ میرے پیچھے میرے گھر اور مال کے نگہبان رہیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا، آپ مجھے کوئی کام کہہ جایئے، تو اس نے عرض کی مجھے یہ پسند نہیں کہ آپ کو مشقت میں ڈالوں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا، مجھ پر کوئی مشقّت نہ ہوگی آپ کہیے، تو اس نے کہا میرے آنے تک میرے گھر

لَیْسَ یَشُقُّ عَلَيَّ. قَالَ: فَاضْرِبْ مِنَ اللَّبِنِ لِبَیْتِي حَتّٰی أَقْدَمَ عَلَیْکَ. قَالَ: فَمَرَّ الرَّجُلُ لِسَفَرِهٖ قَالَ: فَرَجَعَ الرَّجُلُ وَقَدْ شَیَّدَ بِنَاءَهُ قَالَ: أَسْأَلُکَ بِوَجْهِ اللّٰهِ مَا سَبَبُکَ وَمَا أَمْرُکَ؟ قَالَ: سَأَلْتَنِيْ بِوَجْهِ اللّٰهِ وَوَجْهُ اللّٰهِ أَوْقَعَنِي فِيْ هٰذِهِ الْعُبُوْدِیَّةِ، فَقَالَ الْخَضِرُ سَأُخْبِرُکَ مَنْ أَنَا أَنَا الْخَضِرُ الَّذِيْ سَمِعْتَ بِهٖ سَأَلَنِيْ مِسْکِیْنٌ صَدَقَةً فَلَمْ یَکُنْ عِنْدِيْ شَيْءٌ أُعْطِیْهِ فَسَأَلَنِي بِوَجْهِ اللّٰهِ فَأَمْکَنْتُهُ مِنْ رَقَبَتِي فَبَاعَنِيْ وَأُخْبِرُکَ أَنَّهُ مَنْ سُئِلَ بِوَجْهِ اللّٰهِ فَرَدَّ سَائِلَهُ وَهُوَ یَقْدِرُ وَقَفَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ جِلْدَةً،

کے لیے اینٹیں بنائیے، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، پھر وہ شخص سفر پر چلا گیا جب لوٹا تو آپ اس کے گھر کی تعمیر مکمل کر چکے تھے تو اس نے خضر علیہ السلام سے عرض کی، خدا کے لیے مجھے بتائیے کہ آپ کا کیا معاملہ ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا، آپ نے مجھ سے خدا کا واسطہ دے کر سُوال کیا ہے حالانکہ اسی واسطہ دینے نے مجھے اس غلامی میں ڈالا، حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا میں آپ کو بتا دیتا ہوں کہ میں کون ہوں، میں ہی خضر ہوں کہ جس کے متعلق آپ نے سن رکھا ہے (ایک روز) مجھ سے ایک مسکین نے صدقہ مانگا اسے دینے کے لیے اُس وقت میرے پاس کوئی چیز نہ تھی، پھر اس نے مجھ سے اللہ کے نام پر مانگا تو میں نے اُسے اپنی ذات پر اختیار دے دیا، تو اس نے مجھے بیچ دیا اور میں تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ جس شخص سے اللہ کے نام کا سوال ہو اور وہ مانگنے والے کو تہی دست لوٹا دے حالانکہ وہ دینے کی استطاعت بھی رکھتا ہو تو قیامت کے دن لرزتا ہوا یوں کھڑا ہو گا کہ اس کے بدن

وَلَا لَحمَ لَهُ يَتَقَعقَعُ، فَقَالَ الرَّجُلُ: آمَنتُ بِاللّٰهِ، شَقَّقتُ عَلَيكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَلَم أَعلَم. قَالَ: لَا بَأسَ أَحسَنتَ وَأَتقَنتَ، فَقَالَ الرَّجُلُ: بِأَبِي أَنتَ وَأُمِّي يَا نَبِيَّ اللّٰهِ احكُم فِي أَهلِي بِمَا شِئتَ، أَوِ اختَر فَأُخَلِّيَ سَبِيلَكَ. قَالَ: أَحِبُّ أَن تُخَلِّيَ سَبِيلِي فَأَعبُدَ رَبِّي فَخَلّٰى سَبِيلَهُ، فَقَالَ الخَضِرُ: الحَمدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَوثَقَنِي فِي العُبُودِيَّةِ، ثُمَّ نَجَّانِي مِنهَا"[1]

پر گوشت نہ ہوگا صرف کھال ہوگی، تو اس شخص نے عرض کی میں اللہ پر ایمان لایا میں نے لاعلمی میں آپ علیہ الصلوۃ والسلام کو مشقت میں مبتلا کردیا، آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کوئی بات نہیں تم نے اچھا معاملہ کیا اور مجھ پر اعتماد کیا تو خریدار نے عرض کی، آپ پر میرے ماں باپ قربان اے اللہ کے نبی! میرے اہل کے بارے میں جیسا آپ چاہیں حکم فرمائیں یا چاہیں تو آپ کو آزاد کردوں تو خضر علیہ السلام نے فرمایا، مجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ آپ مجھے آزاد کردیں تاکہ میں اپنے رب کی بندگی کرتا رہوں تو اُس شخص نے انہیں آزاد کردیا تو خضر علیہ السلام نے فرمایا: تمام خوبیاں اللہ کے لئے جس نے مجھے اس غلامی میں ثابت قدم رکھا پھر مجھے اس سے نجات عطا فرمائی۔

---

[1] (المعجم الکبیر للطبرانی الحدیث: ۷۵۳۰ ج ۸، ص ۱۱۳)
(الترغیب والترھیب، کتاب الصدقات، ترھیب السائل أن یسأل...الخ، الحدیث ۶، ج ۱، ص ۳۱۱)

مانگنے میں اصرار کرنا

مانگنے میں اصرار کرنا بہت قبیح فعل ہے کہ نہ صرف مانگنے والے کی عزت کم ہوتی چلی جاتی ہے بلکہ یہ امر دینے سے انکار والے پر بھی گراں گزرتا ہے۔ مانگنے والے کو یہ یقین ہونا چاہئے کہ رازق برحق اللہ تعالیٰ ہے دیگر اسباب تو اُسی کے پیدا کردہ ہیں، چنانچہ:

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِيْ سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تُلْحِفُوْا فِي الْمَسْأَلَةِ، فَوَاللّٰهِ لَا يَسْأَلُنِيْ أَحَدٌ مِّنْكُمْ شَيْئاً فَتُخْرِجُ لَهُ مَسْأَلَتُهُ مِنِّيْ شَيْئاً وَأَنَا لَهُ كَارِهٌ، فَيُبَارَكُ لَهُ فِيْمَا أَعْطَيْتُهُ".[1]

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، مانگنے میں زاری (ضد) نہ کرو اللہ کی قسم ایسا نہیں ہوسکتا کہ میرے ناچاہتے ہوئے تم میں سے کوئی مجھ سے کچھ مانگ کرلے جائے اور پھر اس میں برکت دی جائے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں "یعنی سوال پر اڑ نہ جاؤ کہ سامنے والا دینا نہ چاہے اور تم بغیر لئے ٹلنا نہ چاہو، مانگنا ایک عیب ہے اور اس پر اڑنا دس گنا عیب، رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا﴾"۔

[البقرۃ: ۲/۲۷۳] ترجمہ: لوگوں سے سوال نہیں کرتے کہ گڑگڑانا پڑے (کنزالایمان)۔

---

[1] (سنن الدارمي، كتاب الزكاة، باب التشديد على...الخ،الحديث: ۱۶۴۴ ص ۴۸۰)
(صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب النهي عن المسألة، الحديث: ۹۹_(۱۰۳۸)، ص ۳۷۱)
(سنن النسائي، كتاب الزكاة، باب الإلحاف في المسألة، الحديث: ۲۵۹۲،ج۲، الجزء۵،ص۱۰۲)
(مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب من لا تحل له المسألة ومن تحل له،الحديث: ۱۸۴۰، ج ۱، ص ۳۵۰)

''حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذکر تو اپنا فرمایا مگر قانون کلی فرمایا کہ جو بھکاری بھی ضد یا اڑ سے بھیک وصول کرے، دینے والا دینا نہ چاہے، تو اس سے بھیک میں سخت بے برکتی ہوگی، امام غزالی فرماتے ہیں جو فقیر یہ جانتے ہوئے بھیک لے کہ دینے والا شخص شرم وندامت کی وجہ سے دے رہا ہے اس کا دل دینے کو نہ چاہتا تھا، تو یہ مال بھکاری کے لئے حرام ہے، خیال رہے کہ بھکاری کی ضد اور ہے چندہ کرنے والوں کا لحاظ کچھ اور، ضد حرام ہے لحاظ کا یہ حکم نہیں، آج مسجدوں مدرسوں کے چندوں میں عموماً دیکھا گیا ہے کہ شہر کا بڑا معزز مالدار آدمی زیادہ وصول کرسکتا ہے، پھر اپنے لئے مانگنے اور دینی کاموں کے لئے چندہ کرنے کے احکام میں فرق ہے''۔[1]

ایک دوسری حدیث شریف:

عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "إِنَّمَا أَنَا خَازِنٌ، فَمَنْ أَعْطَيْتُهُ عَنْ طِيْبِ نَفْسٍ فَيُبَارَكُ لَهُ فِيْهِ، وَمَنْ أَعْطَيْتُهُ عَنْ مَسْأَلَةٍ، وَشَرَهٍ كَانَ كَالَّذِيْ يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ".[2]	حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا، بے شک میں (اللہ عزوجل کے خزانوں کا) خازن ہوں تو جسے میں خوشدلی سے کچھ دوں اس میں لینے والے کے لئے برکت عطا فرمائی جاتی ہے اور جسے اس کے مانگنے پر اور اس کی حرص کی وجہ سے (نہ کہ اپنے دل کی خوشی سے) دوں تو وہ اس کی مثل ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔

[1] (مرآۃ المناجیح، ج۳، ص۵۶)

[2] (صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب النهي عن المسألة، الحديث: ۹۸ـ(۱۰۳۷)، ص ۳۷۱)

ایک اور حدیث شریف:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تُلْحِفُوْا فِي الْمَسْأَلَةِ، فَإِنَّهُ مَنْ يَّسْتَخْرِجُ مِنَّا شَيْئاً بِهَا لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيْهِ"[1].

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، مانگنے میں ضد نہ کرو بے شک جو ہم سے ضد کرکے کچھ لینا چاہے تو اس میں اُس کے لئے برکت نہیں۔

ایک اور حدیث شریف:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ الرَّجُلَ يَأْتِيْنِي فَيَسْأَلُنِي فَأُعْطِيْهِ فَيَنْطَلِقُ، وَمَا يَحْمِلُ فِيْ حِضْنِهِ إِلَّا النَّارَ".[2]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے پاس کوئی شخص آکر کسی چیز کا سوال کرے اور میں اسے عطا کروں (حالانکہ نہ وہ حاجت مند ہو اور نہ ہی میں خوش دلی سے دینا چاہوں بلکہ اس کے اصرار کی وجہ سے اسے کچھ دوں) اور وہ اسے لے کر چلا جائے تو وہ اپنے دامن میں آگ ہی اٹھا کر جاتا ہے۔

ایک اور روایت:

---

[1] (الفردوس بمأثور الخطاب، الحديث: ۷۳۷۴، ج۵، ص۳۳)

[2] (مسند عبد بن حميد، الحديث: ۱۱۱۳، ج۱، ص۳۳۵)
(صحيح ابن حبان، الحديث: ۳۳۹۲، ج۸، ص۱۸۶)
(موارد الظمآن، الحديث: ۸۴۷، ج۱، ص۲۱۶)

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ ذَهَباً، إِذْ أَتَاهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَعْطِنِيْ، فَأَعْطَاهُ، ثُمَّ قَالَ: زِدْنِيْ فَزَادَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ وَلّٰى مُدْبِراً، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَأْتِيْنِي الرَّجُلُ فَيَسْأَلُنِيْ فَأُعْطِيْهِ، ثُمَّ يَسْأَلُنِيْ فَأُعْطِيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ وَلّٰى مُدْبِراً، وَقَدْ جَعَلَ فِيْ ثَوْبِهِ نَاراً إِذَا انْقَلَبَ إِلٰى أَهْلِهِ".[1]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سونا تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک شخص حاضر ہوا عرض کی یارسول اللہ مجھے دیجئے تو آپ نے عطا کیا پھر عرض کی مجھے زیادہ دیں تو آپ نے اسے مزید عطا فرمایا اس نے تین مرتبہ مانگا اور آپ نے اسے ہر بار عطا فرمایا پھر وہ لوٹ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے پاس ایک شخص آتا ہے اور مجھ سے مانگتا ہے میں اسے دیتا ہوں وہ پھر مانگتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں تین مرتبہ، پھر وہ لوٹ جاتا ہے اور بلاشبہ جب وہ اپنے گھر والوں کے پاس جاتا ہے تو وہ اپنے کپڑوں میں آگ لے کر جاتا ہے۔

ایک اور حدیث شریف:

---

[1] (صحیح ابن حبان، ج۸، ص۵۶)
(موارد الظمآن، الحدیث: ۸۴۸، ج۱، ص۲۱۶)

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَقَدْ سَمِعْتُ فُلَاناً وَفُلَاناً یُحْسِنَانِ الثَّنَاءَ یَذْکُرَانِ أَنَّکَ أَعْطَیْتَھُمَا دِیْنَارَیْنِ. قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "وَاللّٰہِ لٰکِنَّ فُلَاناً مَا ھُوَ کَذٰلِکَ لَقَدْ أَعْطَیْتُہُ مَا بَیْنَ عَشْرَۃٍ إِلٰی مِائَۃٍ فَمَا یَقُوْلُ ذٰلِکَ أَمَا وَاللّٰہِ إِنَّ أَحَدَکُمْ لَیُخْرِجُ مَسْأَلَتَہُ مِنْ عِنْدِيْ یَتَأَبَّطُھَا" یَعْنِيْ تَکُوْنُ تَحْتَ إِبْطِہِ نَاراً، فَقَالَ: قَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِمَ تُعْطِیْھَا إِیَّاھُمْ؟ قَالَ: "فَمَا أَصْنَعُ؟ یَأْبُوْنَ إِلَّا ذٰلِکَ، وَیَأْبَی اللّٰہُ لِيَ الْبُخْلَ"۔[1]

حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میں نے فلاں، فلاں کو سنا وہ بہت اچھی تعریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دو دینار عطا فرمائے۔ راوی کہتے ہیں: تو نبی کریم رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل کی قسم! فلاں کا معاملہ تو ایسا نہیں، میں نے تو اسے دس سے سو کے درمیان دیئے ہیں وہ ایسا کیوں کہتا ہے؟ اللہ عزوجل کی قسم! تم میں سے کوئی مجھ سے اپنی مطلوبہ شے بغل میں دبائے لے جاتا ہے، یعنی اس کی بغل کے نیچے آگ ہوتی ہے۔ راوی کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! تو پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم انہیں کیوں عطا کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں کیا کروں؟ وہ اس کے بغیر راضی نہیں اور اللہ تعالیٰ میرے لیے بخل کو ناپسند فرماتا ہے۔

---

[1] (الأحادیث المختارۃ،الحدیث: ۱۲۰،ج۱، ص۲۲۵)
(موارد الظمآن، باب شکر المعروف، الحدیث: ۲۰۷۴،ج۱، ص۵۰۶)

بغیر سُوال کے ملنے والی شے لینے کا حکم

عام فہم زبان میں اسے تحفہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اصطلاحِ شرع میں اسے ہِبہ کہا جاتا ہے، جس کے معنی بلاعوض کسی شخص کو اپنی کسی چیز کا مالک بنا دینا ہے۔ اور تحفہ دینے کی حدیث شریف میں تعریف بھی بیان کی گئی اور اسے زیادتی محبت کا ذریعہ بھی فرمایا گیا ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْنِي الْعَطَاءَ، فَأَقُوْلُ أَعْطِهِ مَنْ هُوَ إِلَيْهِ أَفْقَرُ مِنِّيْ. قَالَ: فَقَالَ: "خُذْهُ إِذَا جَاءَكَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ شَيْءٌ، وَأَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلَا سَائِلٍ، فَخُذْهُ فَتَمَوَّلْهُ، فَإِنْ شِئْتَ كُلْهُ، وَإِنْ شِئْتَ تَصَدَّقْ بِهِ، وَمَا لَا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ".

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے کوئی مال عطا فرماتے تو میں عرض کرتا: آپ مجھ سے زیادہ ضرورت مند کو دیں، فرماتے ہیں: اس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے: جب یہ مال تمہارے پاس سوال اور لالچ نفس کے بغیر آئے تو اسے لے لو اور اپنا کر لو پھر اگر چاہو تو اسے اپنے صرف میں لاؤ اور اگر چاہو تو صدقہ کر دو اور جو مال اس طرح نہ آئے تو اس کے پیچھے اپنے نفس کو نہ ڈالو۔

قَالَ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ: فَلِأَجَلِ ذٰلِکَ کَانَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا يَسْأَلُ أَحَداً شَيْئاً، وَلَا يَرُدُّ شَيْئاً أُعْطِيَه.[1]

سالم بن عبداللہ فرماتے ہیں: اسی وجہ سے حضرت عبد اللہ بن عمر کسی سے کوئی چیز نہ مانگتے اور جب میں اُنہیں کچھ دیتا تو اسے رد بھی نہ فرماتے۔

ایک اور حدیث شریف:

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَ إِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِعَطَاءٍ فَرَدَّهُ عُمَرُ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لِمَ رَدَدْتَهُ"؟ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَلَيْسَ أَخْبَرْتَنَا أَنَّ خَيْراً لِأَحَدِنَا أَنْ لَّا يَأْخُذَ مِنْ أَحَدٍ شَيْئاً، فَقَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّمَا ذٰلِکَ عَنِ الْمَسْأَلَةِ، فَأَمَّا مَا كَانَ مِنْ غَيْرِ

حضرت عطا بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تحفہ بھیجا تو حضرت عمر نے لوٹا دیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا: تم نے تحفہ کیوں لوٹا دیا؟ عرض کی: یارسول اللہ! آپ نے نہ فرمایا تھا کہ ہمارے لئے بہتر ہے کہ کسی سے کچھ نہ لیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مانگنے کی بات تھی اور جو چیز بغیر مانگے ملے وہ تو رزق ہے جو اللہ عزوجل تمہیں دیتا

[1] (صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب من أعطاه اللّٰه شيئا من غير مسألة...إلخ، الحديث:١٤٧٣، ج١، ص٣٦٣)

مَسْأَلَةٍ، فَإِنَّمَا هُوَ رِزْقٌ يَرْزُقُكَهُ اللّٰهُ“ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ: أَمَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَا أَسْأَلُ أَحَداً شَيْئاً، وَلَا يَأْتِيْنِيْ شَيْءٌ مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ إِلَّا أَخَذْتُهُ۔[1]	ہے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ میں کبھی کسی سے کچھ نہ مانگوں گا اور جو بغیر مانگے مِلے گا تو لے لیا کروں گا۔

اسی ضمن میں ایک اورحدیث شریف:

عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَامِرٍ بَعَثَ إِلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بِنَفْقَةٍ وَكِسْوَةٍ، فَقَالَتْ لِرَسُوْلِهِ: يَا بُنَيَّ لَا أَقْبَلُ مِنْ أَحَدٍ شَيْئاً، فَلَمَّا خَرَجَ، قَالَتْ: رُدُّوْهُ عَلَيَّ، قَالَ: فَرَدَّهُ فَقَالَتْ: إِنِّيْ ذَكَرْتُ شَيْئاً، قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”يَا عَائِشَةُ مَنْ أَعْطٰى عَطَاءً بِغَيْرِ مَسْأَلَةٍ فَاقْبَلِيْهِ فَإِنَّمَا هُوَ رِزْقٌ سَاقَهُ اللّٰهُ إِلَيْكِ“۔[2]	مطلب بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ عبد اللہ بن عامر نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کچھ خرچ ولباس بھیجا تو آپ نے قاصد سے فرمایا: اے بیٹا! میں کسی سے کچھ نہیں لیتی۔ جب قاصد جانے لگا تو آپ نے فرمایا: یہ تحائف مجھے دے دو۔ راوی فرماتے ہیں: تو اُس (لانے والے) نے اسے آپ کی بارگاہِ عالیہ میں پیش کر دیا، تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: مجھے یاد آ گیا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! جو تمہیں بغیر مانگے کچھ دے تو قبول کرلیا کرو کہ وہ تو رزق ہے جو اللہ نے تمہاری طرف بھیجا۔

[1] (المؤطا للإمام مالک، کتاب الصدقة، باب ما جاء في التعفف عن المسألة، الحديث: ۱۸۸۲، ص۵۵۷)
[2] (شعب الإيمان، باب في الزكاة، فصل فيمن أتاه الله مالاً من غير مسألة، الحديث: ۳۵۵۵، ج۳، ص۲۸۲)

ایک اور حدیث شریف میں ہے:

عَنْ خَالِدِ بْنِ عَدِيٍّ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَنْ بَلَغَهُ مَعْرُوْفٌ عَنْ أَخِيْهِ مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ وَلَا إِشْرَافِ نَفْسٍ فَلْيَقْبَلْهُ، وَلَا يَرُدُّهُ فَإِنَّمَا هُوَ رِزْقٌ سَاقَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ إِلَيْهِ".[1]

حضرت خالد بن عدی جُہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا: جسے اس کے بھائی کے ذریعہ کوئی چیز بغیر مانگے اور بغیر حرص کے پہنچے تو اُسے چاہئے کہ قبول کرلے اور رد نہ کرے کہ وہ تو رزق ہے جو اللہ عزوجل نے اس کی طرف بھیجا۔

لہٰذا بغیر سُوال کے ملنے والی چیز کے لینے میں کوئی حرج نہیں جبکہ اس چیز کی طرف اُسے حرص وطمع نہ ہو البتہ اگر دینے والے کی دل جوئی کے لئے لے تو لیا لیکن اس چیز کی اسے ضرورت نہیں تو کسی کو تحفۃً دیدے یا صدقہ کردے، چنانچہ:

عَنْ عَائِذِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ عُرِضَ لَهُ شَيْءٌ مِنْ هٰذَا الرِّزْقِ مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ وَلَا إِشْرَافٍ فَلْيُوَسِّعْ بِهِ فِيْ رِزْقِهِ فَإِنْ كَانَ عَنْهُ غَنِيًّا فَلْيُوَجِّهْهُ إِلٰى مَنْ هُوَ أَحْوَجُ إِلَيْهِ مِنْهُ".[2]

حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے اس رزق سے بغیر مانگے اور بغیر حرص کے کچھ پیش کیا جائے تو اسے چاہئے کہ اس کے ذریعہ اپنے رزق میں وسعت کرے پھر اگر خود غنی و غیر محتاج ہو تو اپنے سے زیادہ حاجت مند کو دے دے۔

---

[1] (المسند للإمام أحمد بن حنبل، مسند خالد بن عدي الجهني، الحديث: ۱۸۱۰۱، ج۶، ص۱۵۴)

[2] (المسند للإمام أحمدبن حنبل، مسند عائذ بن عمرو، الحديث: ۲۰۹۲۴، ج۶، ص۸۸۷)

ایک اور حدیث شریف:

عَـنِ ابُـنِ السَّـاعِـدِيِّ، قَـالَ: اِسُتَـعُمَلَنِيُ عُمَرُ عَلَى الصَّدَقَةِ، فَلَمَّا فَرَغُتُ مِنُهَا وَأَدَّيُتُهَا إِلَيُهِ، أَمَـرَلِـيُ بِـعُـمَالَةٍ، فَقُلُتُ: إِنَّمَا عَـمِـلُـتُ لِـلّٰـهِ، وَأَجُرِيُ عَلَى الـلّٰـهِ،قَـالَ: خُـذُ مَا أُعُطِيتَ، فَـإِنِّـيُ قَـدُ عَـمِـلُـتُ عَلى عَهُدِ رَسُـوُلِ اللّٰهِ صَـلَّـى اللّٰهُ تَعَالٰى عَـلَيُـهِ وَسَـلَّـمَ فَعَمَّلَنِيُ، فَقُلُتُ مِثُلَ قَـوُلِكَ، فَـقَـالَ لِيُ رَسُـوُلُ اللّٰهِ صَـلَّـى الـلّٰـهُ تَـعَالٰى عَلَيُهِ وَسَلَّـمَ : "إِذَا أُعُـطِيتَ شَيُئاً مِنُ غَيُرِ أَنُ تَسُأَلَهُ فَكُلُ وَتَصَدَّقُ" ۔[1]	حضرت ابن ساعدی سے مروی ہے، فرماتے ہیں، مجھے حضرت عمر نے صدقہ پر عامل بنایا، جب میں اس سے فارغ ہوا اور صدقہ آپ کی خدمت میں ادا کر دیا تو آپ نے میرے لئے اُجرت کا حکم دیا میں نے عرض کیا کہ میں نے اللہ کیلئے کام کیا ہے میرا اجر اللہ عزوجل (کے ذمہ کرم) پر ہے، تو آپ نے فرمایا: جو تمہیں دیا جائے وہ لے لو، میں نے بھی زمانۂ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں یہ کام کیا تھا تو مجھے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجرت دی میں نے بھی تمہاری طرح عرض کیا تھا تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کچھ تمہیں بغیر مانگے ملے وہ کھالو اور صدقہ کرو۔

مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن ساعدی کا یہ خیال تھا کہ اُجرت لے لینے سے ثواب جاتا رہے گا اور میں نے یہ کام ثواب کے لئے کیا ہے اس لئے قبول سے انکار کیا۔

---

[1] (سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب في الاستعفاف، الحديث:١٦٤٧، ج٢،ص ٢٠٣)
(مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب من لا تحل له المسألة ومن تحل له،الحديث:١٨٥٤، ج ١،ص٣٥٢)

''جو کچھ تمہیں بغیر مانگے ملے وہ کھالو اور صدقہ کرو۔'' اس کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: سبحان اللہ کیا پیاری تعلیم ہے، مقصد یہ ہے کہ بغیر مانگے جو رب دے اُسے نہ لینا اللہ کی نعمت کا ٹھکرانا ہے جو اللہ تعالٰی کو سخت ناپسند ہے لہٰذا یہ ضرور لے لو اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ نیک اعمال کی اُجرت لینا جائز ہے، چنانچہ علماء، قاضی، مدرسین، حتی کہ خود خلیفہ کی تنخواہ بیت المال سے دی جائے گی سوائے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے باقی تینوں خلفاء نے بیت المال سے خلافت کی تنخواہ وصول کی ہے، دوسرے یہ کہ جب کام کرنے والے کی نیت خیر ہو تو تنخواہ لینے سے ان شاء اللہ ثواب کم نہ ہوگا، صرف تنخواہ کے لئے دینی کام نہ کرے تنخواہ تو گزارے کے لئے وصول کرے اصل مقصد دینی خدمت ہو، تیسرے یہ کہ غنی بھی یہ اُجرتیں لے سکتا ہے صرف فقیر ہی کو اجازت نہیں۔ پھر لے کر خود بھی کھا سکتا ہے اس سے خیرات بھی کرسکتا ہے خیال رہے کہ امام احمد کے ہاں ہدیہ قبول کرنا واجب ہے اس حدیث کی بنا پر باقی جمہور علماء کے ہاں یہ حکم استحبابی ہے۔ مرقات نے اس جگہ فرمایا کہ سلطان اسلام پر واجب ہے کہ ایسے علماء، مفتیوں، مدرسوں کی تنخواہیں مقرر کرے جنہوں نے اپنے کو دینی خدمات کے لئے وقف کردیا ہو۔[1]

امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں: مکہ مکرمہ کے ایک مجاور بتاتے ہیں کہ میرے پاس کچھ درہم تھے جو میں نے راہ خدا میں خرچ کرنے کے لئے رکھے ہوئے تھے ایک دن میں نے ایک فقیر کو سنا جو طواف سے فارغ ہو چکا تھا اور آہستہ آواز سے کہہ رہا تھا میں بھوکا ہوں جیسا کہ تو جانتا ہے میں ننگا ہوں جیسا کہ تو دیکھتا ہے اے وہ کہ

مدینہ

[1] (مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۳، ص۶۶-۶۷)

جو دیکھتا ہے لیکن دکھائی نہیں دیتا۔ وہ کہتے ہیں میں نے دیکھا تو اس پر دو پرانے کپڑے تھے جو اس کے جسم کو ڈھانپ نہیں پا رہے تھے میں نے دل میں کہا کہ میرے درہموں کا اس سے بہتر مصرف نہیں ہے چنانچہ میں نے وہ دراہم اسے دے دیئے اس نے ان میں سے پانچ درہم لے لئے اور کہنے لگا چار درہموں کی دو چادریں آئیں گی اور ایک درہم کو میں تین دن خرچ کروں گا اس کے علاوہ کی مجھے حاجت نہیں ہے چنانچہ اس نے باقی درہم واپس کر دیئے۔

راوی بیان کرتے ہیں دوسری رات میں نے اسے دیکھا کہ اس کے اوپر دو نئی چادریں ہیں تو میرے دل میں کچھ وسوسہ پیدا ہوا اس نے میری طرف دیکھ کر میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ سات بار طواف کرایا۔ ہر ایک پھیرے میں ایک نئی قسم کا جوہر زمین کی کانوں میں سے ہمارے پاؤں کے نیچے ٹخنوں تک ہو جاتا۔ ان میں سونا، چاندی یاقوت، موتی اور جواہر وغیرہ تھے لیکن لوگوں کو نظر نہیں آتا تھا اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ مجھے دیا ہے لیکن میں نے ان سے بے رغبتی اختیار کی ہے اور میں لوگوں کے ہاتھوں سے لیتا ہوں کیوں کہ یہ سب کچھ بوجھ اور فتنہ ہے اور اس لینے میں لوگوں کے لئے رحمت اور نعمت ہے۔

اس بات کا مقصد یہ ہے کہ حاجت سے زیادہ جو کچھ تمہارے پاس آتا ہے وہ آزمائش اور فتنے کے طور پر آتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ آزمائے کہ تم اس میں کیسا عمل کرتے ہو اور حاجت کے مطابق تمہارے پاس نرمی اور آسانی کے طور پر آتا ہے پس تجھے آسانی اور آزمائش میں فرق سے غافل نہیں ہونا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (الكهف: ۷/۱۸)

ترجمہ کنزالایمان: بیشک ہم نے زمین کا سنگار کیا جو کچھ اس پر ہے کہ انہیں آزمائیں ان میں کس کے کام بہتر ہیں۔

اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا حَقَّ لِابْنِ آدَمَ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ: طَعَامٍ يُقِيمُ صُلْبَهُ وَثَوْبٍ يُوَارِي عَوْرَتَهُ وَبَيْتٍ يُسْكِنُهُ فَمَا زَادَ فَهُوَ حِسَابٌ. (جامع الترمذي: أبواب الزهد)

انسان کا حق صرف تین چیزوں میں ہے کھانا جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھے اور لباس جو اس کے ستر کو چھپائے اور گھر جو اسے پناہ دے تو جو کچھ اس سے زائد ہے اس کا حساب ہوگا۔

پس جو کچھ تم ان تین چیزوں میں سے حاجت کے مطابق لوگے اس پر تمہیں ثواب ہوگا اور جو اس سے زائد لوگے اس کی دو صورتیں ہیں اگر تم نے اس میں اللہ تعالٰی کی نافرمانی نہیں کی تو وہ حساب کے لئے پیش ہوگا اور اگر اللہ تعالٰی کی نافرمانی کر کے مال حاصل کیا ہے تو تمہیں عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔[1]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهِ وَنُوْرِ عَرْشِهِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَمَلْجَانَا وَمَاْوٰنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

تمّ بحمد اللہ

---

[1] (إحياء علوم الدين، كتاب الفقر والزهد، بيان آداب الفقير وقبول العطاء إذا جاء بغير سؤال، ج۴، ص۲۷۹)

مآخذ و مراجع

مطبوعه	مصنف/ مؤلف	نام کتاب
مرکز اہلسنت برکات رضا	الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی ۱۳۴۰ھ	کنزالایمان
مرکز اہلسنت برکات رضا	علامہ مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی ۱۳۶۷ھ	تفسیر خزائن العرفان
دار الکتب العلمية بيروت	الإمام أبو عبد اللّٰه محمد بن إسماعيل ۲۵۶ھ	صحيح البخاري
دار الکتب العلمية بيروت	الإمام أبو الحسن مسلم بن الحجّاج القُشيري ۲۶۱ھ	صحيح مسلم
دار ابن حزم بيروت	الإمام أبو داود سليمان بن أشعث السجستاني ۲۷۵ھ	سنن أبي داود
دار الکتب العلمية بيروت	الإمام أبو عبد اللّٰه محمد بن يزيد القزويني ۲۷۵ھ	سنن ابن ماجه
دار المعرفة بيروت	الإمام أحمد بن شعيب الخراساني النسائي ۳۰۳ھ	سنن النسائي
دار الکتب العلمية بيروت	الإمام محمد بن عيسى الترمذي ۲۹۷ھ	سنن الترمذي
المکتبة العصرية بيروت	الإمام مالک بن أنس ۱۷۹ھ	الموطا
دار المعرفة بيروت	الإمام أبو عبد اللّٰه محمد بن إسماعيل ۲۵۶ھ	الأدب المفرد
دار المعرفة بيروت	الإمام أبو محمدعبد اللّٰه بن عبد الرحمن الدارمي ۲۵۵ھ	سنن الدارمي
دار الکتب العلمية بيروت	الإمام عبد الرزاق بن همام بن نافع الصنعاني ۲۱۱ھ	المصنف
دار الکتب العلمية بيروت	الإمام عبد اللّٰه بن محمد بن أبي شيبة الكوفي ۲۳۵ھ	المصنف
عالم الکتب بيروت	الإمام أحمد بن محمد بن حنبل ۲۴۱ھ	المسند
مؤسسة علوم القرآن بيروت	الإمام أبو بكر أحمد بن عمرو بن عبد الخالق ۲۹۲ھ	مسند البزار
دار المأمون للتراث دمشق	الإمام أبو يعلى أحمد بن علي الموصلي التميمي ۳۰۷ھ	مسند
دار الکتب العلمية بيروت	الإمام محمد بن هارون الروياني الرازي الأملي ۳۰۷ھ	مسند الروياني
مؤسسة الرسالة بيروت	الإمام سليمان بن أحمد بن أيوب الطبراني ۳۶۰ھ	مسند الشاميين
مؤسسة الرسالة بيروت	الإمام أبو عبد اللّٰه محمد بن سلامة القضاعي ۴۵۴ھ	مسند الشهاب

مسند	الإمام أبو محمد عبد بن حميد بن نصر الكسي ٢٤٩ھ	مكتبة السنة القاهرة
السنن الكبرىٰ	الإمام أحمد بن شعيب الخراساني النسائي٣٠٣ھ	دار الكتب العلمية بيروت
صحيح ابن خزيمة	الإمام محمد بن إسحاق السلمي النيسابوري ٣١١ھ	المكتب الإسلامي بيروت
صحيح ابن حبان	الإمام أبو حاتم محمد بن حبان التميمي البستي٣٥٤ھ	مؤسسة الرسالة بيروت
المعجم الصغير	الإمام أبو القاسم سليمان بن أحمد الطبراني٣٦٠ھ	المكتب الإسلامي بيروت
المعجم الأوسط	الإمام أبو القاسم سليمان بن أحمد الطبراني٣٦٠ھ	دار الحرمين القاهرة
المعجم الكبير	الإمام أبو القاسم سليمان بن أحمد الطبراني٣٦٠ھ	مكتبة العلم والحكم
سنن الدار قطني	الإمام علي بن عمر الدار قطني ٣٨٥ھ	دار الكتب العلمية بيروت
المستدرک	الإمام محمد بن عبد الله الحاكم النيسابوري٤٠٥ھ	دار الكتب العلمية بيروت
السنن الكبرى	الإمام أبو بكر أحمد بن الحسين البيهقي٤٥٨ھ	دار الكتب العلمية بيروت
الفردوس	الإمام أبو شجاع شيرويه بن شهردار الهمداني٥٠٩ھ	دار الكتب العلمية بيروت
شعب الإيمان	الإمام أبو بكر أحمد بن الحسين البيهقي٤٥٨ھ	دار الكتب العلمية بيروت
الأحاديث المختارة	الإمام أبو عبد الله محمد بن عبد الواحد الحنبلي ٦٤٣ھ	مكتبة النهضية مكة
موارد الظمآن	الإمام أبو الحسن علي بن أبي بكر الهيثمي ٨٠٧ھ	دار الكتب العلميةبيروت
الترغيب والترهيب	الإمام زكي الدين عبد العظيم بن عبد القوي المنذري٦٥٦ھ	دار إحياء التراث العربي بيروت
مشكاة المصابيح	الإمام وليّ الدين محمد بن عبد الله الخطيب ٧٤١ھ	دار الكتب العلمية بيروت
مجمع الزوائد	الإمام علي بن أبي بكر الهيثمي ٨٠٧ھ	دار الكتاب العربي بيروت
الجامع الصغير	الإمام جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي ٩١١ھ	دار طائر العلم جدة
الجامع	الإمام معمر بن راشد الأزدي ١٥١ھ	المكتب الإسلامي بيروت
تلخيص الحبير	الإمام أحمد بن علي بن حجر العسقلاني الشافعي ٨٥٢ھ	المدينة المنورة
كشف الخفاء	الإمام إسماعيل بن محمد العجلوني ١١٦٢ھ	مؤسسة الرسالة بيروت

عمدة القاري	الإمام بدر الدين أبو محمد محمود بن أحمد العيني٨٥٥ھ	دار الكتب العلمية بيروت
شرح سنن أبي داود	الإمام بدر الدين أبو محمد محمودبن أحمد العيني٨٥٥ھ	المملكة العربية
حاشية سنن النسائي	الإمام جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي ٩١١ھ	دار المعرفة بيروت
شرح الزرقاني على الموطا للإمام مالک	الإمام محمد بن عبد الباقي الزرقاني الأزهري ١١٢٢ھ	دار الفكر بيروت
حاشية سنن النسائي	العلامة أبو الحسن نور الدين السندي ١١٣٨ھ	دار المعرفة بيروت
تنوير الحوالک شرح الموطاللإمام مالک	الإمام جلال الدين عبد الرحمن بن أبيبكر السيوطي ٩١١ھ	دار الكتب العلمية بيروت
مرقاة المفاتيح	الإمام الشيخ علي بن سُلطان محمد القاري ١٠١٤ھ	دار الكتب العلمية بيروت
مرآة المناجيح	حكيم الأمّت مفتی احمد یار خان نعیمی ١٣٩١ھ	ضياء القرآن پبلیکیشنز لاهور
نوادر الأصول	الإمام محمد بن علي الحكيم الترمذي ٣٢٠ھ	دار الجيل بيروت
الديباج	الإمام جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي ٩١١ھ	دار المعرفة بيروت
نصب الراية	الإمام عبد الله بن يوسف الزيلعي الحنفي ٧٦٢ھ	دار الحديث مصر
التمهيد لابن عبد البر	الإمام يوسف بن عبد الله بن عبد البر النمري ٤٦٣ھ	وزارة عموم الأوقاف
الهداية	العلامة علي بن أبي بكر الرشداني المرغيناني ٥٩٢ھ	دار الكتب العلمية بيروت
بدائع الصنائع	الإمام علاء الدين أبي بكر بن مسعود الحنفي ٥٨٧ھ	دار الكتب العلمية بيروت
كنز الدقائق	الإمام أبو البركات عبد الله بن أحمد النسفي ٧١٠ھ	دار الكتب العلمية بيروت
البحر الرائق	الإمام زين الدين بن إبراهيم المعروف بابن نجيم الحنفي ٩٧٠ھ	دار الكتب العلمية بيروت
الدر المختار	الإمام محمد بن علي الحنفي الحصكفي ١٠٨٨ھ	دار الكتب العلمية بيروت
رد المحتار	الإمام السيد محمد أمين ابن عابدين الشامي الحنفي ١٢٥٢ھ	دار المعرفة بيروت
الفتاوى الهندية	العلامة نظام الدين الحنفي ١١٦١ھ وجماعة من علماء الهند	دار إحياء التراث العربي بيروت
فتاوی رضویه	الشاه امام احمد رضا خان فاضل بریلوی ١٣٤٠ھ	رضا فاؤنڈیشن لاهور
بهارِ شریعت	صدر الشریعه علامه مفتی امجد علی قادری ١٣٦٧ھ	مکتبه اسلامیه لاهور

التاريخ الكبير	الإمام أبو عبد الله محمد بن إسماعيل ٢٥٦ھ	دار الفكر بيروت
الثقات لابن حبان	الإمام أبو حاتم محمد بن حبان التميمي البستي٣٥٤ھ	دار الفكر بيروت
الكامل في ضعفاء الرجال	الإمام أبو أحمد عبد الله بن عدي الجرجاني٣٦٥ھ	دار الفكر بيروت
تاريخ جرجان	الإمام أبو القاسم حمزة بن يوسف الجرجاني٤٢٨ھ	عالم الكتب بيروت
تاريخ بغداد	الإمام أبو بكر أحمد بن علي الخطيب البغدادي٤٦٣ھ	دار الكتب العلمية بيروت
تهذيب الكمال	الإمام يوسف بن زكي عبد الرحمن المزي٧٤٢ھ	مؤسسة الرسالة بيروت
سير أعلام النبلاء	الإمام أبو عبد الله محمد بن أحمد الذهبي٧٤٨ھ	مؤسسة الرسالة بيروت
لسان الميزان	الإمام أحمد بن علي بن حجر العسقلاني الشافعي٨٥٢ھ	مؤسسة الأعلمي بيروت
ميزان الاعتدال	العلامة شمس الدين محمد بن أحمد الذهبي٧٤٨ھ	دار الكتب العلمية بيروت
إحياء علوم الدين	حجة الإسلام إمام محمد بن محمد الغزالي٥٠٥ھ	دار الكتب العلمية بيروت
مصباح السالکین ترجمہ احیاء علوم الدین	حضرت علامہ مولانا محمد صدیق ہزاروی	پروگریسو بکس لاہور
مكاشفة القلوب	حجة الإسلام إمام محمد بن محمد الغزالي٥٠٥ھ	دار المعرفة بيروت
تنبيه الغافلين	الإمام أبو الليث نصر بن محمد السمرقندي الحنفي٣٧٣ھ	المكتبة العصرية بيروت
كتاب الزهد الكبير	الإمام أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي ٤٥٨ھ	مؤسسة الكتب الثقافية بيروت
التخويف من النار	الإمام أبو الفرج عبد الرحمن بن أحمد الحنبلي٧٩٥ھ	مكتبة دار البيان دمشق
نزهة المجالس	الإمام عبد الرحمن بن عبدالسلام الصفوري الشافعي٨٩٤ھ	دار الكتب العلمية بيروت
فیضانِ سنّت	حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری	مکتبۃ المدینہ کراچی
التعريفات	العلامةالسيد الشريف علي بن محمد الجرجاني ٨١٦ھ	دار المنار
تاريخ دمشق	الإمام علي بن الحسن المعروف بابن عساكر ٥٧١ھ	

مجلس المدینۃ العلمیۃ کی طرف سے پیش کردہ قابلِ مطالعہ کتب

شعبہ کُتُبِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

(۱) راہِ خداعزوجل میں خرچ کرنے کے فضائل(رَادُّ الْقَحطِ وَالْوَبَاءِ بِدَعْوَةِ الْجِيْرَانِ وَمُوَاسَاةِ الْفُقَرَاءِ)(کل صفحات:40)

(۲) دعاء کے فضائل(اَحْسَنُ الْوِعَاءِ لِآدَابِ الدُّعَاءِ مَعَهٗ ذَيْلُ الْمُدَّعَا لِأَحْسَنُ الْوِعَاءِ)(کل صفحات:140)

(۳) عیدین میں گلے ملنا کیسا؟ (وِشَاحُ الْجِيْدِ فِيْ تَحْلِيْلِ مُعَانَقَةِ الْعِيْدِ)(کل صفحات:55)

(۴) کرنسی نوٹ کے شرعی احکامات(كِفْلُ الْفَقِيْهِ الْفَاهِمِ فِيْ اَحْكَامِ قِرْطَاسِ الدَّرَاهِمِ)(کل صفحات:199)

(۵) والدین، زوجین اور اساتذہ کے حقوق(اَلْحُقُوقُ لِطَرْحِ الْعُقُوْقِ)(کل صفحات:125)

(۶) اعلیٰ حضرت سے سوال جواب(اِظْهَارُ الْحَقِّ الْجَلِيِّ)(کل صفحات:100)

(۷) ولایت کا آسان راستہ (تصورِ شیخ)(اَلْيَاقُوْتَةُ الْوَاسِطَةُ)(کل صفحات:60)

(۸) شریعت و طریقت (مَقَالُ الْعُرَفَاءِ بِاِعْزَازِ شَرْعٍ وَعُلَمَاءِ)(کل صفحات:57)

(۹) معاشی ترقی کا راز (حاشیہ وتشریح تدبیر فلاح ونجات واصلاح)(کل صفحات:41)

(۱۰) ثبوتِ ہلال کے طریقے(طُرُقُ اِثْبَاتِ هِلَالٍ)(کل صفحات:63)

(۱۱) ایمان کی پہچان (حاشیہ تمہید ایمان)(کل صفحات:74)

عربی کتب: از امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

(۱۲) كِفْلُ الْفَقِيْهِ الْفَاهِمِ(کل صفحات:74)۔ (۱۳) تَمْهِيْدُ الْاِيْمَان ۔ (کل صفحات:77)

(۱۴) اَلْاِجَازَاتُ الْمَتِيْنَة (کل صفحات:62)۔ (۱۵) اِقَامَةُ الْقِيَامَةِ (کل صفحات:60)

(۱۶) اَلْفَضْلُ الْمَوْهَبِيُّ (کل صفحات:46) (۱۷) اَجْلَى الْاِعْلَامِ(کل صفحات:70)

(۱۸) اَلزَّمْزَمَةُ الْقَمَرِيَّةِ (کل صفحات:93) (۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲) جَدُّ الْمُمْتَارِ عَلٰى رَدِّالْمُحْتَارِ(المجلد الاول والثانی والثالث والرابع)(کل صفحات:570، 672، 713، 650)

شعبہ اصلاحی کتب

(۲۳) خوفِ خداعزوجل (کل صفحات:160)

(۲۴) انفرادی کوشش (کل صفحات:200)

(۲۵) تنگ دستی کے اسباب (کل صفحات:33)

(۲۶) فکرِ مدینہ (کل صفحات:164)

(۲۷) امتحان کی تیاری کیسے کریں؟ (کل صفحات:32)

(۲۸) نماز میں لقمہ کے مسائل (کل صفحات:39)

(۲۹) جنت کی دو چابیاں (کل صفحات:152)

(۳۰) کامیاب استاذ کون؟ (کل صفحات:43)

(۳۱) نصاب مدنی قافلہ (کل صفحات:196)

(۳۲) کامیاب طالب علم کون؟ (کل صفحات: تقریباً63)

(۳۳) فیضانِ احیاء العلوم (کل صفحات:325)

(۳۴) مفتیٔ دعوتِ اسلامی (کل صفحات:96)

(۳۵) ٹی وی اور مُووی (کل صفحات:32)
(۳۶) عطاری جن کا غسلِ میّت (کل صفحات:24)
(۳۷) طلاق کے آسان مسائل (کل صفحات:30)
(۳۸) توبہ کی روایات وحکایات (کل صفحات:124)
(۳۹) قبر کھل گئی (کل صفحات:48)
(۴۰) آدابِ مرشدِ کامل (مکمل پانچ حصے)(کل صفحات:275)
(۴۱) قبرستان کی چڑیل (کل صفحات:24)
(۴۲) غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کے حالات (کل صفحات:106)
(۴۳) تعارفِ امیرِ اہلسنّت (کل صفحات:100)
(۴۴) رہنمائے جدول برائے مدنی قافلہ (کل صفحات255)
(۴۵) مدنی کاموں کی تقسیم (کل صفحات:68)
(۴۶) دعوتِ اسلامی کی مَدَنی بہاریں (کل صفحات:220)
(۴۷) تربیتِ اولاد (کل صفحات:187)
(۴۸) آیاتِ قرانی کے انوار (کل صفحات:62)
(۴۹) احادیثِ مبارکہ کے انوار (کل صفحات:66)
(۵۰) فیضانِ چہل احادیث (کل صفحات:120)
(۵۱) بدگمانی (کل صفحات:57)
(۵۲) غافل درزی (کل صفحات:36)
(۵۳) بدنصیب دولہا (کل صفحات:32)
(۵۴) گونگا مبلغ (کل صفحات:55)
(۵۵) کرسچین مسلمان ہوگیا (کل صفحات:32)
(۵۶) دعوتِ اسلامی کی جیل خانہ جات میں خدمات (کل صفحات:24)
(۵۷) فیضانِ امیرِ اہلسنّت (کل صفحات:101)
(۵۸) 40 فرامین مصطفٰی ﷺ (کل صفحات:87)
(۵۹) قومِ جنّات اور امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ (کل صفحات:262)
(۶۰) شرح شجرہ قادریہ (کل صفحات:215)
(۶۱) ساس بہو میں صلح کا راز (کل صفحات:32)
(۶۲) ہیرونچی کی توبہ (کل صفحات:32)

شعبہ تراجمِ کتب

(۶۳) جنت میں لے جانے والے اعمال (اَلْمَتْجَرُ الرَّابِحُ فِیْ ثَوَابِ الْعَمَلِ الصَّالِحِ) (کل صفحات:۷۴۳)
(۶۴) جہنم میں لے جانے والے اعمال..جلد اول (الزواجر عن اقتراف الکبائر) (کل صفحات:853)
(۶۵) مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روشن فیصلے (اَلْبَاھِرُ فِیْ حُکْمِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْبَاطِنِ وَالظَّاھِرِ) (کل صفحات:112)
(۶۶) نیکیوں کی جزائیں اور گناہوں کی سزائیں (قُرَّۃُ الْعُیُوْنِ وَمُفَرِّحُ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْن) (کل صفحات:138)
(۶۷) سایۂ عرش کس کس کو ملے گا...؟ (تَمْھِیْدُ الْفَرْشِ فِی الْخِصَالِ الْمُوْجِبَۃِ لِظِلِّ الْعَرْشِ) (کل صفحات:28)
(۶۸) حسنِ اخلاق (مَکَارِمُ الْاَخْلَاق) (کل صفحات:74)
(۶۹) بیٹے کو نصیحت (اَیُّھَا الْوَلَد) (کل صفحات:64)
(۷۰) الدعوۃ الی الفکر (کل صفحات:148)
(۷۱) آنسوؤں کا دریا (بَحْرُ الدُّمُوْع) (کل صفحات:300)
(۷۲) راہِ علم (تَعْلِیْمُ الْمُتَعَلِّم طَرِیْقَ التَّعَلُّم) (کل صفحات:102)
(۷۳) عُیُوْنُ الْحِکَایَات (مترجم) (کل صفحات:412)
(۷۴) شاہراہِ اولیاء (مِنْھَاجُ الْعَارِفِیْن) (کل صفحات:36)
(۷۵) دنیا سے بے رغبتی اور امیدوں کی کمی (اَلزُّھْدُ وَقَصْرُ الْاَمَل) (کل صفحات:85)
(۷۶) احیاء العلوم کا خلاصہ (لباب الاحیاء) (کل صفحات:416)

﴿شعبہ درسی کتب﴾

(۷۷) تعریفاتِ نحویہ (کل صفحات:45) (۷۸) کتاب العقائد (کل صفحات:64)

(۷۹) نزهة النظر شرح نخبة الفكر (كل صفحات:175) (۸۰) اربعین النوویہ (کل صفحات:121)

(۸۱) نصاب التجوید (کل صفحات:79) (۸۲) گلدستہ عقائد و اعمال (کل صفحات:180)

(۸۳) وقاية النحو فى شرح هداية النحو (۸۴) شرح مایة عامل (کل صفحات:38)

(۸۵) صرف بہائی مع حاشیہ صرف بنائی (کل صفحات:55) (۸۶) المحادثة العربية (کل صفحات:101)

(۸۷) شرح اربعین النوویہ فی الاحادیث الصحیحۃ النبویۃ (کل صفحات:155) (۸۸) نصاب الصرف (کل صفحات:343)

(۸۸) دروس البلاغۃ مع شموس البراعۃ (کل صفحات:241) (۸۹) مراح الارواح (کل صفحات:241)

(۹۰) نحو میر مع حاشیہ نحو منیر (کل صفحات:203)

﴿شعبہ تخریج﴾

(۹۱) عجائب القرآن مع غرائب القرآن (کل صفحات:422) (۹۲) جنتی زیور (کل صفحات:679)

(۹۳تا۹۹) بہارِ شریعت (7حصے) (۱۰۰) اسلامی زندگی (کل صفحات:170)

(۱۰۱) آئینۂ قیامت (کل صفحات:108) (۱۰۲) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم (کل صفحات274)

(۱۰۳) اُمہات المؤمنین (کل صفحات:59) (۱۰۴) علم القرآن (کل صفحات:244)

(۱۰۵) اخلاق الصالحین (کل صفحات:78) (۱۰۶) اچھے ماحول کی برکتیں (کل صفحات:56)

(۱۰۷) جہنم کے خطرات (کل صفحات:207) (۱۰۸) حق و باطل کا فرق (کل صفحات:50)

(۱۰۹) تحقیقات (کل صفحات:142) (۱۱۰) اربعین حنفیہ (کل صفحات:112)

(۱۱۱تا۱۱۷) فتاوی اہل سنت (سات حصے)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

سُنّت کی بہاریں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ تبلیغِ قرآن وسُنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک **دعوتِ اسلامی** کے مہکے مہکے مَدَنی ماحول میں بکثرت سُنّتیں سیکھی اور سکھائی جاتی ہیں، ہر جُمعرات مغرب کی نماز کے بعد آپ کے شہر میں ہونے والے دعوتِ اسلامی کے ہفتہ وار سُنّتوں بھرے اجتماع میں ساری رات گزارنے کی مَدَنی التجا ہے، عاشقانِ رسول کے مَدَنی قافلوں میں سُنّتوں کی تربیّت کے لیے سفر اور روزانہ **"فکرِ مدینہ"** کے ذَریعے مَدَنی اِنعامات کا رِسالہ پُر کر کے اپنے یہاں کے ذمّہ دار کو جمع کروانے کا معمول بنا لیجئے، اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اِس کی بَرَکت سے پابندِ سنّت بننے، گُناہوں سے نفرت کرنے اور ایمان کی حفاظت کے لیے کُڑھنے کا ذِہن بنے گا۔

ہر اسلامی بھائی اپنا یہ ذِہن بنائے کہ **"مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش کرنی ہے۔"** اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اپنی اِصلاح کے لیے **"مَدَنی اِنعامات"** پر عمل اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش کے لیے **"مَدَنی قافلوں"** میں سفر کرنا ہے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ

مکتبۃ المدینہ کی شاخیں

- کراچی: شہید مسجد، کھارادر۔ فون: 021-32203311
- لاہور: داتا دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ۔ فون: 042-37311679
- سردار آباد (فیصل آباد): امین پور بازار۔ فون: 041-2632625
- کشمیر: چوک شہیداں میر پور۔ فون: 058274-37212
- حیدر آباد: فیضانِ مدینہ، آفندی ٹاؤن۔ فون: 022-2620122
- ملتان: نزد پیپل والی مسجد، اندرون بوہڑ گیٹ۔ فون: 061-4511192
- اوکاڑہ: کالج روڈ بالمقابل غوثیہ مسجد نزد تحصیل کونسل ہال۔ فون: 044-2550767
- راولپنڈی: فضل داد پلازہ کمیٹی چوک، اقبال روڈ۔ فون: 051-5553765
- پشاور: فیضانِ مدینہ گلبرگ نمبر 1 النور سٹریٹ، صدر۔
- خان پور: دُرّانی چوک نہر کنارہ۔ فون: 068-5571686
- نواب شاہ: چکرا بازار، نزد MCB۔ فون: 0244-4362145
- سکھر: فیضانِ مدینہ بیراج روڈ۔ فون: 071-5619195
- گوجرانوالہ: فیضانِ مدینہ شیخوپورہ موڑ، گوجرانوالہ۔ فون: 055-4225653
- گلزارِ طیبہ (سرگودھا) ضیا مارکیٹ، بالمقابل جامع مسجد سید حامد علی شاہ۔ 048-6007128

مکتبۃ المدینہ (دعوتِ اسلامی)

فیضانِ مدینہ، محلّہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، باب المدینہ (کراچی)

فون: 021-34921389-93 Ext: 1284

Web: www.dawateislami.net / Email: ilmia@dawateislami.net